الا ان في الجسد مضغة اذا اصلحت صلح الجسد كله واذا افسدت فسد الجسد كله الا وهي القلب

عمدة المباني

في

اصلاح عدة من ابيات حرز الاماني

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مؤلفه

قاری فتح محمد بن محمد اسماعیل صاحب پانی پتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(طبع کی عام اجازت ہے مگر پوری احتیاط اور صحت کے ساتھ)

الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب

عمدۃ المبانی

فی

اصلاح عدۃ من ابیات حرز الامانی

مؤلفہ

قاری فتح محمد بن محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی

حال مقیم دار العلوم نانک واڑہ، کراچی

باہتمام حاجی حافظ محمد کرامت اللہ صاحب عثمانی پانی پتی

ٹیکنیکل پرنٹرز متصل بمبئی ہوٹل، میکلوڈ روڈ - کراچی طبع ہوئی

قیمت عہ دو روپیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

16907

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فنِ تجوید و قراءۃ کے عجیب و غریب تحفے

معلم التجوید للمتعلم المستفید: یہ سوال و جواب کی صورت میں ہے اور جملہ ضروریات کیلئے جامع ہے بیان کا طرز بھی عمدہ اور دل نشین ہے اور دو سو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت: دو روپے چار آنے

از قاری محمد شریف صاحب مدرس تجوید و قراءت۔ ملنے کا پتہ: حافظ محمد اکبر شاہ مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں موتی بازار۔ لاہور

روایت قالون: قیمت: ایک روپیہ — **روایت ورش:** قیمت: تین روپے آٹھ آنے

روایت ابوبکر: قیمت: چھ آنے — **روایت ابن کثیر:** قیمت: ایک روپیہ آٹھ آنے

متشابہات القرآن: قیمت: دو روپے آٹھ آنے — **قراءت ابوعمرو:** قیمت: دو روپیہ

الخط العثمانی: قرآن مجید کے رسم الخط میں قیمت: چھ آنے

ان میں سے آخری سات کتابیں جناب قاری رحیم بخش صاحب صدر مدرس درجہ قراءت مدرسہ خیر المدارس ملتان کی شوق اور محبت اور خلوص بھری محنت کا نتیجہ ہیں اور جو حفاظ حفص کی روایت کے سوا دوسری روایتیں اور قراءتیں بھی یاد کرنے کا شوق رکھتے ہیں ان کیلئے بیش بہا نعمت ہیں۔ ملنے کا پتہ: ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات (درجہ قراءت) ملتان پاکستان۔ منگوائیے اور نفع اٹھائیے۔

مفتاح الکمال: یہ تحفۃ الاطفال کی شرح ہے جو علامہ سلیمان جمزوری کا قصیدہ ہے، ۶۱ شعروں میں ہے ترجمہ نہایت آسان اور عام فہم ہے اور فوائد میں مفید ترین مضامین بفضلہ تعالیٰ جمع ہو گئے ہیں۔ قوی امید ہے کہ اگر اساتذہ اس کو محنت سے پڑھائیں گے اور طلباء شوق و رغبت سے پڑھیں گے تو اس سے ان کی استعداد میں انشاء اللہ تعالیٰ نمایاں ترقی ہوگی اور فن میں ایک طرح کا کمال حاصل ہوگا اس کی پوری خوبی کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہو سکے گا۔ ہدیہ: بارہ آنہ

ترجمہ مقدمہ جزریہ: یہ فن تجوید کے مشہور و معروف محقق ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد جزری صاحب نشر کی تصنیف ہے اور مدارس میں اکثر جگہ نصاب میں داخل ہے اشعار کی ایک سو سات ہیں جن میں تجوید کے ضروری مسائل تقریباً سب ہی آ گئے ہیں۔ ترجمہ میں کتاب کا مطلب واضح کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس ترجمہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ اشعار کا مختصر مطلب ذہن نشین ہو جائے۔ ہدیہ: چھ آنے

اگر حق سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق و مدد شامل حال رہی تو انشاء اللہ اس کی مفصل شرح بھی شائع کی جائے گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسہیل القواعد: یہ نثر میں ہے اس میں بچوں کو سمجھانے اور یاد کرانے کے لئے اور ان کی استعداد میں اضافہ کرنے کی نیت سے تجوید کے ضروری قواعد آسان ترین طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ محنتی طلباء کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ اور یہ اسّی ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

ھدیہ: بارہ آنے

عنایاتِ رحمانی جلد اوّل۔ دوم۔ سوم: یہ فنِ قراءۃ کے مشہور قصیدہ شاطبیہ کی کامل و جامع ترین شرح ہے اس میں قرآت کے مضامین نہایت تفصیل سے درج کئے گئے ہیں اور بے شمار علمی فوائد پر مشتمل ہے اگر اس کو علمی مضامین کا خزانہ کہدیا جائے تو نازیبا نہ ہوگا۔ خوبیوں کا صحیح اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ علم کے قدر دان اس کو عزت کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں یہ ہر ایک جلد تقریباً ساڑھے پانچسو یا اس سے بھی زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

قیمت: فی جلد سات ۷ روپے

اسہل الموارد: یہ بھی علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور و معروف قصیدہ رائیہ کی شرح ہے جس میں آپ نے کل دو سو اٹھانوے ۲۹۸ اشعار میں دانی کی مقنع کے مضامین کو جمع فرمایا ہے۔ شرح نہایت آسان اور ضروری فوائد پر مشتمل ہے اس شرح سے قرآنِ پاک کے الفاظ کی رسم الخط کا اور ان کے لکھنے کے طریق کا صحیح علم حاصل ہوسکتا ہے فن رسم بھی ان ضروری علوم میں سے ہے جو قرآنِ پاک کے الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں شائقین کے لئے یہ شرح ایسی نعمت ہے کہ اس کی جتنی بھی قدر کی جائے تھوڑی ہے۔

قیمت: عہ ۲/ دو روپیہ

تنویر مع وجوہ المسفرہ: یہ دو ۲ کتابیں ہیں: علہ تنویر ہے یہ علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ کی تیسیر کا ترجمہ ہے۔ جس کا درجہ محققین کے نزدیک قرآت کے فن میں ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث کے فن میں بخاری اور مسلم کا درجہ ہے اور یہی قصیدہ شاطبیہ کی اصل ہے اسی کے مضامین کو شاطبیہ میں منظوم کیا ہے یہ ترجمہ قاری رحیم بخش صاحب۔ مدرس درجۂ قرآت خیر المدارس ملتان کی شوق اور خلوص بھری محنت کا نتیجہ ہے یہ سات ۷ قراءتوں میں ہے۔ ترجمہ کی خوبیوں کا اندازہ اس کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے اور ۲ وجوہ المسفرہ علامہ متولی محمد بن احمد کی کتاب ہے جو سات ۷ کے بعد والی تین قراءتوں میں ہے اس کا ترجمہ بھی تنویر ہی کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے پس یہ ایک عجیب مجموعہ ہے جس میں شائقین کو دس ۱۰ قراءتیں یکجا مل سکتی ہیں۔ بلا مبالغہ یہ مجموعہ شائقین کے لئے ایک بیش بہا نعمت ہے صفحات ۳۷۵

ھدیہ: للعہ چار روپیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

امّا بعد: یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں قصیدۂ شاطبیہ کے ان اشعار کو جمع کیا گیا ہے جن میں شارحین نے کسی قید کی کمی یا اجمال رہ جانے یا عبارت میں اولویت پیدا نہ ہونے کی بنا پر اصلاح کی ہے اور اس تالیف میں علی قاریؒ کیلئے (ق) ابوشامہ کیلئے (ش) جعبری کے لئے (ج) اصفہانی کے لئے (ص) اور فاسی کے لئے (ف) استعمال کی جائے گی۔ نیز ہر بیان میں یہ بھی درج کیا جائے گا کہ اس عنوان کے اتنے شعروں مثلاً چورانوے شعروں میں سے بیس ۲۰ شعر لئے گئے ہیں اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس عنوان کے بیس ۲۰ اشعار میں اصلاح کی گئی ہے۔ اور پورے قصیدے میں اس قسم کے اشعار چار سو چونتیس ۴۳۴ ہیں اور چوبیس ۲۴ ایسے ہیں جو شارحین نے اضافے کے طور پر لکھے ہیں پس مجموعی تعداد چار سو اٹھاون ۴۵۸ ہے۔

دِیْبَاچَہ

اس کے چورانوے ۹۴ شعروں میں سے بیس ۲۰ لئے گئے ہیں۔

۲و۳ (ش) ترتیب بدل کر وَثَنَّیْتُ میں اَنَّ الْحَمْدَ الخ اور وَثَلَّثْتُ میں صلی اللہ الخ لانا چاہئیے تھا تاکہ حمد درود سے پہلے آجاتی کیونکہ حق تعالیٰ کا ذکر رتبتہً مقدم ہے لیکن قاریؒ کی رائے پر ناظمؒ کی ترتیب حق اور صحیح ہے۔ کیونکہ اس میں تین خوبیاں ہیں: ۱ حمد و صلوٰۃ مل کر کلمۂ شہادت کے مرتبہ میں ہوگئیں جس میں اول توحید ہے پھر رسالت ۲ اہلِ جنت کی موافقت کہ ان کا آخری کلام ہر مجلس میں حمد ہی ہوگا (وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ یونس ۴) ۳ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ صٰفٰت کی موافقت کہ اس میں بھی اوّل مرسلین پر سلام ہے پھر حمد ہے۔ اور یہاں درود کے لانے کی دو ۲ وجوہ ہیں ۱ حق تعالیٰ کے طرز کی موافقت کہ کلمۂ توحید۔ اذان۔ اقامت۔ خطبہ۔ التحیات۔ پانچوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت بڑھانے کے لئے اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر بھی مشروع فرمایا ہے۔ ۲ اس حدیث کی موافقت کہ ہر شاندار مقصد کے شروع میں حق تعالیٰ کی حمد کے بعد مجھ پر درود بھی بھیجا کرو ورنہ اس میں سے برکت کا اثر جاتا رہے گا۔ (ابو ہریرۃ رض بِسَنَدٍ مُتَّصِلٍ)۔

۲۳ (ش) وَسَوْفَ تَرَاھُمْ ھٰھُنَا کُلَّ وَاحِدٍ مَعَ اثْنَیْنِ مَعْ اَصْحَابِہٖ مُتَمَثِّلَا

یہ معناً سہل اور لفظاً خوبتر ہے۔ اور اس کی ترکیب بھی بہ نسبت اصل کے آسان ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۸ (ق): دوسرا مصرع " سَرَوْی لَھُمَا عَنْہُ سُلَیْمٌ مُحَصَّلَا " اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خلف اور خلاد اور حمزہ کے درمیان سُلیم کا واسطہ ہے اور اصل شعر میں یہ ہے کہ ان دونوں نے امام حمزہ سے وہی روایت کیا ہے جو سلیم نے روایت کیا ہے۔ اور ابوشامہ کے ارشاد پر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دونوں سلیم کے شاگرد نہ ہوں بلکہ ممکن ہے کہ سلیم ان کے ساتھی ہوں اور تینوں نے امام حمزہ سے پڑھا ہو۔ قاری ؒ فرماتے ہیں، اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ناظم ؒ کی مقرر کی ہوئی اس اصطلاح کے خلاف ہے کہ ہر امام کے ساتھ اس کے دو راوی لائیں گے کیونکہ اس تقدیر پر تو دو کے بجائے تین راوی ہو جاتے ہیں۔

۴۵ (ش) ۵۔ اَبَجْ دَهَزْ حُطِّيْ كَلِمْ نَصَّعْ فَضَقْ رَسَتْ

دَلِيْلٌ عَلَى الْمَنْظُوْمِ اَوَّلَ اَوَّلَا۔

اس میں رمز کے سب حروف شعر ہی میں آ گئے اور اس کی نحوی ترکیب بھی قدرے آسان ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ پہلے مصرع کے تمام حروف قراء کے اس ترتیب کے لئے علامت ہیں جو اس سے پیشتر کے اشعار میں مذکور ہے۔ حالانکہ ابجد کے حروف میں سے پہلا حرف قاریوں اور راویوں میں سے پہلے کیلئے ہے اور دوسرا دوسرے کیلئے ہے اور اسی طرح سلسلہ وار آخر تک سمجھ لو۔

(ش) ۶۔ حُرُوْفُ اَبِيْ جَادٍ جَعَلْتُ دَلَالَةً عَلَى الْقَارِئِ الْمَنْظُوْمِ اَوَّلَ اَوَّلَا

مطلب اس کا بھی وہی ہے جو اوپر گزرا اور اس میں بھی ترکیب کی رو سے سہولت ہے۔

۳ (بعض حضرات) اَبَجْ هَوْزَ حُطِّيْ كَلِمْ نَصَّعْ فَضَقْ رَسَتْ

رُمُوْزٌ لَهُمْ فِي النَّظْمِ اَوَّلَ اَوَّلَا

یعنی پہلے مصرع کے تمام حروف نظم میں ان قراء کی رمزیں ہیں حالانکہ ان میں سے پہلا حرف پہلے قاری کے لئے ہے اور دوسرا دوسرے کیلئے۔

۴۶ (ق) دوسرے مصرع میں مَتٰى کے بجائے اِذَا فصیح تھا کیونکہ شعر میں اذا کے ساتھ مضارع میں جزم جائز ہے نہ کہ واجب اس لئے اس تقدیر پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ تَنْتَفِيْ اور اٰتِيْ دونوں رفعی حالت میں ہیں اور قیاس کے موافق رفع تقدیری ضمہ سے ہے بخلاف مَتٰى کے کہ اس کے ساتھ مضارع میں جزم واجب ہے جو یہاں یاء کے حذف سے ہونا چاہیئے تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اسی بناء پر اس تاویل کی حاجت پیش آتی ہے کہ یہاں یا کا اثبات ان دو وجوہ میں سے کسی ایک کی بناء پر ہے:

۱۔ یہ ان حضرات کے لغت پر ہے جو یا اور واو اور الف کو صحیح حرف کے مرتبہ میں قرار دے کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا جزم بھی سکون ہی سے بتاتے ہیں چنانچہ قنبل کی قراءۃ یرتع اور بزی ؒ سے یوسف ع ۲ و ۱۲ نغ میں بھی یا کا اثبات اسی لغت کی بناء پر ہے۔

۲؎ جزم یہاں بھی عام قیاس کے مطابق حذف ہی سے ہے رہی یا سو وہ اشباع سے پیدا ہو گئی ہے چنانچہ سخاوی کے بیان کی رو سے ایک روایت پر ورش کیلئے بھی۔ نعبدُ وَ اِیَّاکَ الخ میں واؤ سے پہلے دال کے ضمہ کا اشباع ہے۔

(ش) وَمِنْ بَعْدِ ذِكْرِي الْحُرُوفَ رَمْزُ رِجَالِهِ بِآخِرِهِمْ وَالْوَاوُ مِنْ بَعْدُ فَيْصَلَا

اس سے ترتیب بھی معلوم ہو جاتی کہ پہلے قرآنی کلمہ آئے گا پھر حرفی رمز پھر واؤ فاصل اور یہ بھی نکل آتا کہ اس ترتیب کی پابندی صرف ان موقعوں میں کی گئی ہے جن میں ناموں کے بجائے حرفی رموز اکیلی آئی ہیں اور جن موقعوں میں کلمی رمز استعمال کی گئی ہے عام ہے کہ اکیلی ہو یا اس کے ساتھ حرفی رمز بھی ہو یا قراء کے نام استعمال کئے ہیں ان موقعوں میں اس ترتیب کو ضروری نہیں سمجھا پس کلمی رمز اور قراء کے نام قرآنی کلمہ سے پہلے اور اس کے بعد دونوں طرح آ گئے ہیں۔

۴۷؎ (ش) سِوَى أَحْرُفٍ لَا رِيبَةٌ فِي اتِّصَالِهَا وَقَدْ
تَكَرَّرَ حَرْفُ الْفَصْلِ وَالرَّمْزُ مُسْجَلَا

اس سے نکل آیا کہ رمز کی طرح واو فاصل بھی مکرر آ جاتا ہے۔

۴۸؎ (ش) وَطَوْرًا أُسَمِّيهِمْ وَلَا رَمْزَ مَعْهُمُ
وَبِاللَّفْظِ أَسْتَغْنِي عَنِ الْقَيْدِ إِنْ جَلَا

یعنی کبھی رموز کے بجائے قراء کے نام بھی لے آؤں گا پھر اس صورت میں مسئلہ کے آخر تک رمز قطعاً استعمال نہیں کی جائے گی یعنی ایک مسئلہ میں اسم ظاہر اور رمز دونوں کو جمع نہیں کروں گا اور اگر کسی جگہ شعر کا وزن ہی حرکات وغیرہ کی قیود کو ظاہر کر دے گا تو وہاں قید کے بیان کرنے سے بے نیاز ہو جاؤں گا اور اس صورت میں شعر ۶۵ وَسَوْفَ أُسَمِّي کی بھی حاجت نہیں رہتی۔

۵۶؎ وَمَهْمَا۔ بعض کے قول پر مناسب یہ تھا کہ شعر ۶۴ وَقَبْلُ وَبَعْدَ الْحَرْفِ کو شعر ۵۶ وَمَهْمَا کی اور ۵۶ کو ۵۷ کی جگہ لاتے اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ وقبل الخ سے کلمی رمز کے استعمال کا طریقہ معلوم ہو جاتا کہ وہ قرآن کے لفظ سے پہلے اور پیچھے دونوں طرح آ سکتی ہے پھر مَهْمَا سے کلمی و حرفی دونوں کے جمع ہونے کی کیفیت معلوم ہو جاتی۔ اور کلام بھی پوری طرح مرتبط ہو جاتا۔

۶۰؎ (ش) وَحَيْثُ جَرَى الخ کے بجائے وَإِنْ أُطْلِقَ التَّحْرِيكُ نَصًّا وَلَازِمًا + مِنَ الضِّدِّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَهُوَ الْفَتْحُ حَيْثُ تَنَزَّلَا ۔ یعنی اگر کسی جگہ تحریک کا ذکر تو آئے لیکن اس کے ساتھ فتحہ ۔ کسرہ ۔ ضمہ میں سے کسی کی بھی قید نہ لگائی جائے ۔ عام ہے کہ وہ بلا قید تحریک صراحۃً مذکور ہو یا ضد (اسکان) سے لازمی طور پر سمجھی گئی ہو تو ان دونوں قسموں کی تحریک سے فتحہ ہی مراد ہوگا اور ضد بھی دونوں کے لئے اسکان ہی ہے پس یہ مقصود کے ظاہر کرنے میں کافی ۔ وافی ہے کیونکہ اس سے تحریک میں عموم نکل آیا کہ وہ صراحۃً مذکور ہو خواہ ضد سے نکلتی ہو۔

۶۳ (ش) پہلے مصرع میں وَالرَّفْعُ کے بجائے وَالْجَزْمُ اور دوسرے میں وَالنَّصْبِ کے بجائے وَالرَّفْعِ

۶۴ (ق) فِي الْجَمْعِ کے بجائے فِي الْكَلِمِ یہ معنی کی رو سے اولیٰ تھا۔

۶۵ (ش) دوسرے مصرع یہ خَالِيًا مِّنْ كُلِّ رَمْزٍ لِيُقْبَلَا ۔ اس میں ترکیبی سہولت بھی ہے اور مطلب بھی واضح ہے ۔ (ق) یہ خَالِيًا مِّنْ رَمْزِهٖ مُتَقَبَّلَا کیونکہ مِنْ كُلِّ رَمْزٍ میں لفظ کل سے بعض وہ صورتیں بھی نکل جاتی ہیں جن میں رمز اور اسم صریح کا جمع ہونا جائز ہے مثلاً ایک ہی مسئلہ کے دو حکم ہوں جیسے لَهٗ دَارِ جُهَّلَا ۔ وَقَالُوْنُ ذُوْ خُلْفٍ (بابُ اِدْغَامِ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا ۲۹۸)

۶۶ (ش) ابوشامہ شعر ۶۶ وَمَنْ كَانَ الخ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں بتایا اور سکھایا گیا ہے اس کی رو سے یہ مقام ان رموز اور قیود کا آخر ہے جو ناظم رحؒ نے استعمال کی ہیں اور جَعَلْتُ اَبَا جَادٍ سے لیکر یہاں تک میں نے ان فوائد پر بھی آگاہ کر دیا ہے جو ترتیب اور نظم اور اصطلاح کے بارے میں ناظمؒ سے فوت ہو گئے تھے اور میرے خیال میں پسندیدہ صورت یہ تھی کہ پہلے تو یکے بعد دیگرے رموز کے اشعار آتے پھر ان کے استعمال کی کیفیت بتا دیتے پھر ضدوں اور قیدوں کے بارے میں اپنی اصطلاح بیان کر دیتے اور اسی لئے میں نے ناظمؒ کے (شعر ۴۶ تا ۴۸ وَمِنْ بَعْدِ سے وَرُبَّ تک کے تین اور شعر ۵۶ تا ۶۵ وَمَهْمَا سے وَسَوْفَ اُسَمِّي تک کے دس ان) تیرہ اشعار کے بجائے دس شعر نظم کئے ہیں اور ان میں ساتھ ہی بہت سے وہ اضافے اور احترازات بھی شامل ہیں جن کی شرح گذر چکی ہے اور اس پورے بیان کی مناسب ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے تو شعر ۴۵ جَعَلْتُ اَبَا جَادٍ کے بجائے یہ شعر ہو ؎

حُرُوْفُ اَبِيْ جَادٍ جَعَلْتُ دَلَالَةً ۔۔۔ عَلَى الْقَارِئِ الْمَنْظُوْمِ اَوَّلَ اَوَّلَا

پھر وَمِنْهُنَّ سے وَحِرْمِيُّ نِ الْمَكِّيُّ تک کے سات شعر آئیں تو ان آٹھ شعروں میں جملہ رموز پوری ہو جائیں گی پھر وہ دس شعر آئیں جو میں نے نظم کئے ہیں جن میں استعمال کی کیفیت اور قیود اور ضدوں کے بارے میں ناظم کی اصطلاح بتائی ہے اور وہ یہ ہیں ؎

وَمِنْ بَعْدِ ذِكْرِي الْحَرْفَ رَمْزُ جَلَالِهٖ ۔۔۔ بِاٰخِرِ فِيْهِمْ وَالْوَاوُ مِنْ بَعْدُ فَيْصَلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں رَمْزُ رِجَالِہٖ بِآخِرِ فِیْہِمْ والی عبارت اُسَمِّیْ بِہٖ جَالَہٗ سے ظاہر تر ہے۔

سِوٰی اَحْرُفٍ لَّارِیْبَ فِیْ وَصْلِھَا وَقَدْ ۔۔۔ تَکَرَّرَ حَرْفُ الْفَصْلِ وَالرَّمْزِ مُسْجَلَا

اِیْ حَرْفُ الرَّمْزِ وَحَرْفُ الْفَصْلِ وَھُوَ الْوَاوُ

وَتُبْلَ وَبَعْدَ الْحَرْفِ اَلْفَاظُ رَمْزِھِمْ ۔۔۔ وَاِنْ صَحِبَتْ حَرْفًا مِّنَ الرَّمْزِ اَوْ لَا

یہ شعر دو شعروں کے مضمون پر مشتمل ہے جو قصیدہ میں ۵۶ و ۶۴ میں درج ہیں نیز اس کا مطلب بھی ان دونوں کے مطلب سے واضح تر ہے اور معنی یہ ہیں کہ ان کی رمز کے الفاظ جن کا دوسرا نام کلمی رموز بھی ہے قرآنی کلمہ سے پہلے اور اس کے بعد دونوں ہی طرح آجائیں گے گو یہ کلمی رموز اس حرفی رمز کے ساتھ جمع ہو کر بھی آ رہی ہوں جو ہر جگہ کلمہ کے پہلے ہی حرف میں آیا کرتی ہیں یعنی کلمی رمز اکیلی ہو خواہ حرفی کے ساتھ مل کر آ رہی ہو دونوں صورتوں میں قرآنی کلمہ سے پہلے اور اس کے بعد دونوں طرح آجائے گی۔

وَطَوْرًا اُسَمِّیْھِمْ فَلَا رَمْزَ مَعْھُمْ ۔۔۔ وَبِاللَّفْظِ اَسْتَغْنِیْ عَنِ الْقَیْدِ اِنْ جَلَا

اور کبھی میں رموز کے بجائے ان کے نام بھی لے آؤں گا پس اب ان ناموں کے ساتھ مسئلہ کے آخر تک رمز بالکل نہیں آئے گی اور اگر وزن ہی حرکات وغیرہ کو ظاہر کر دے گا تو میں کلمہ کا تلفظ ہی کر کے قیود کے بیان سے بے نیاز ہو جاؤں گا۔

وَمَا کَانَ ذَا ضِدٍّ غَنِیْتُ بِضِدِّہٖ ۔۔۔ کَصِلٍ[1] زِدٍ[2] وَدَعْ[3] حَرِّکْ[4] وَسَہِّلْ[5] وَاَبْدِلَا[6]

پس اس میں چھ ضدیں ہیں یعنی ۱ صلہ (وعدم صلہ) ۲ زیادت (ونقصان) ۳ ترک (وعدم ترک) ۴ تحریک (واسکان) ۵ تسہیل (وتحقیق) ۶ ابدال (اور اس کا ترک)

وَمَدٍّ[7] وَتَنْوِیْنٍ[8] وَحَذْفٍ[9] وَمُدْغَمٍ[10] ۔۔۔ وَھَمْزٍ[11] وَنَقْلٍ[12] وَاخْتِلَاسٍ[13] وَمُیِّلَا[14]

اس میں آٹھ ضدیں ہیں ۷ مد (وقصر) ۸ تنوین (اور اس کا ترک) ۹ حذف (واثبات) ۱۰ ادغام (واظہار) ۱۱ ہمزہ (اور وہ حرف جو اس ہمزہ کی صورت ہو) ۱۲ نقل (اور اس کا ترک) ۱۳ اختلاس (اور کامل حرکت) ۱۴ امالہ (اور تقلیل اور ان دونوں کی ضد فتح ہے)

وَجَمْعٍ[15] وَتَذْکِیْرٍ[16] وَغَیْبٍ[17] وَخِفَّۃٍ[18] ۔۔۔ وَتَرْقِیْقٍ[19] وَغَلْظٍ[20] اَخِّرْ[21] اقْطَعْ[22] وَاَھْمِلَا[23]

۱۵ جمع (وتوحید) ۱۶ تذکیر (وتانیث) ۱۷ غیبت (وخطاب) ۱۸ تخفیف (وتشدید) ۱۹ را کی ترقیق (وتفخیم) ۲۰ لام کی تغلیظ (وترقیق) ۲۱ تاخیر (وتقدیم) ۲۲ ہمزہ قطعی (ووصلی) ۲۳ بے نقطہ (اور نقطہ والا) ہونا۔

وَاِنْ اُطْلِقَ التَّحْرِیْکُ نَصًّا وَّلَا زِمًا ۔۔۔ مِنَ الضِّدِّ فَھُوَ الْفَتْحُ حَیْثُ تَنَزَّلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا ترجمہ اوپر گذر چکا ہے۔

وَحَيْثُ أَقُولُ الضَّمُّ وَالْجَزْمُ سَاكِنًا ۔۔۔ نُغَيِّرُهُمْ بِالْفَتْحِ وَالتَّرْفِيعِ أَفْصَلَا

وَفِي الرَّفْعِ وَالتَّذْكِيرِ وَالْغَيْبِ لَفْظُهَا ۔۔۔ وَبِالْفَتْحِ وَالْيَاءِ الْكَسْرُ وَالنُّونُ قُوبِلَا

ای لَفْظُهَا مُغْنٍ عَنْ تَقْيِيدِهَا یعنی رفع و تذکیر وغیبت تینوں کے بارے میں کچھ موقع ایسے بھی ہیں جن میں کلمہ کا تلفظ ہی ان تینوں قیود سے بے نیاز کر دے گا اور فتحہ کے مقابلہ میں کسرہ اور یا کے مقابلہ میں نون ہے۔

۹۵ (ج) وَلِيُصْلِحَهُ کے بجائے وَلِيُرْفُوهُ لیکن یہ بات واضح ہے کہ جعبری کی یہ تبدیلی محض ترشیح کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو تصحیح کلام کے لئے اس طرح لازمی اور ضروری نہیں ہے کہ کلام اس کے بغیر فصیح بن ہی نہ سکے۔ پس یہ تبدیلی اولیٰ کے خلاف ہے ورنہ اگر اس میں آزادی دے دی جائے گی تو کم سمجھ لوگ بھی جرأت کریں گے اور اس طرح قصیدہ کا کوئی شعر بھی تبدیلی سے محفوظ نہیں رہے گا (قاری)

بَابُ الْبَسْمَلَةِ

اس کے آٹھ شعروں میں سے تین لئے گئے ہیں

۱۰۴ (ص) لِحَمْزَةَ کے بجائے لِذِي الْوَصْلِ ۔ (ق) دوسرے مصرعہ کے بجائے لِأَصْحَابِ وَصْلٍ دُونَ نَصٍّ فَيُحْمَلَا ۔ کیونکہ لِحَمْزَةَ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ان چار سورتوں میں سکتہ فقط حمزہ کیلئے ہوگا اور اصلاح شدہ سے واضح ہوگیا کہ سکتہ حمزہ کی طرح ورش بصری شامی کیلئے بھی ہے۔ کیونکہ یہ بھی وصل والے ہیں۔

۱۰۵ (ش) وَلَا بُدَّ مِنْهَا فِي ابْتِدَاءِ كُلِّ سُورَةٍ ۔ کیونکہ اصل شعر میں سورۃ کو ابتدا کا مفعول بہ بتایا ہے جس کی صحت باء جارہ کی تقدیر پر موقوف ہے اس لئے کہ لغت مغرب میں ہے کہ اِبْتَدَءَ زَيْدًا اور بَدَءَ زَيْدًا مستعمل نہیں کیونکہ ابتدا اور بَدْءٌ اور ارادہ ان لغات میں سے ہیں جن کا تعلق خارجی وجود والی چیزوں کے ساتھ نہیں ہوا کرتا نیز نکرہ کبھی ایجاب میں بھی عام ہوا کرتا ہے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ کی طرح اور اسی لئے سوا با کا استثناء صحیح ہوگیا۔

۱۰۷/۸ (ج) فَلَا تَقِفَنَّ کے بجائے فَلَا تَسْكُتَنَّ کیونکہ سکوت کی نہی سے وقف کی بھی نہی ہوجاتی ہے اور وقف کی نہی سے سکوت کی نفی نہیں ہوتی لیکن چونکہ بسم اللہ پر سکتہ کسی کے لئے بھی نہیں ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے یہ اصلاح بلا حاجت ہے۔

سُوْرَةُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ

اس کے آٹھ شعروں میں سے پانچ لئے گئے ہیں۔

۱۰۸/۱ (ش) وَمٰلِكِ مَمْدُودًا (ف) حِصِيرُ (رٌ) وَاتُهٗ

صِرَاطِ بِسِيْنٍ قُنْبُلُ كَيْفَ اَقْبَلَا

پس مٰلِكِ اور صِرَاطِ میں یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ عاصم وکسائی کیلئے الف اور قنبل کیلئے سین تلفظ اور کتابت سے معلوم ہوا ہے اور یہ دونوں استغنا کے باب سے ہیں۔

(ج) وَمٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے بجائے وَمٰلِكِ يَوْمِ الْمَدُّ تاکہ مد (الف) کا ذکر صراحۃً آجائے اور وَعِنْدَ سِرَاطٍ وَّالسِّرَاطِ کے بجائے وَسِيْنُ صِرَاطٍ وَّالصِّرَاطِ تاکہ سین بیان سے نکل آئے اور آئندہ شعر کے لِخَلَّادِ الْاَوَّلَا سے یہ وہم بھی نہ ہو کہ خلاد اس صراط میں اشمام کرتے ہیں جو اَلْ سے خالی ہے کیونکہ نظم میں اوّل وہی ہے حالانکہ یہاں مراد وہ ہے جو قرآنی ترتیب میں اوّل ہے اور وہ اَلصِّرَاطَ ہے اور جعبری بھی اپنے مصرع میں اسی صراط کو پہلے لائے ہیں جو اَلْ سے خالی ہے اس لئے اس میں بھی وہم موجود ہے (ف) وَسِيْنُ الصِّرَاطِ مَعْ صِرَاطِ اس میں صراط کے دونوں کلمات قرآن کی ترتیب کے موافق آگئے اور وہ وہم رفع ہوگیا جو آئندہ شعر کے لِخَلَّادِ الْاَوَّلَا سے پیدا ہوتا ہے اور رفع کی تقریر ابھی جیم کے ضمن میں گذر چکی ہے۔

۱۰۹/۲ (ش) پہلا مصرع وَبِالصَّادِ بَاقِيْهِمْ وَزَايًا اَشِمَّهَا۔ تاکہ صِرَاط کی تینوں قراءتیں بیان ہی سے نکل آئیں اور استغنا سے قرار دینے کی حاجت نہ رہے۔

(ق) ۱؎ بِكُلٍّ (ضـ)ـفَا وَاَشْمِمْ لِخَلَّادِ الْاَوَّلَا۔ کیونکہ اصل مصرع سے یہ وہم ہوتا ہے کہ فاتحہ کے پہلے اَلصِّرَاطَ میں صرف خلاد اشمام کرتے ہیں خلف نہیں کرتے۔

(ق) ۲؎ دوسرا مصرع بِكُلٍّ ضَفَا وَاشْمِمْ لِحَمْزَةَ اَوَّلَا اس میں بِكُلٍّ کے آجانے سے خلف کے لئے عموم کی تصریح بھی ہوگئی اور نکل آیا کہ ان کے لئے صِرَاط کے تمام کلمات میں اشمام ہے عام ہے کہ وہ اَلْ والے ہوں یا اَلْ کے بغیر ہوں اور لِخَلَّادِ کے بجائے لِحَمْزَةَ کے لے آنے سے یہ وہم بھی رفع ہوگیا کہ اَوَّلَ میں تو صرف خلاد کیلئے اشمام ہے اور اس کے علاوہ باقی کلمات میں خلف کے لئے ہے۔ رہا اصل مصرع سو نہ تو اس سے عموم نکلتا ہے اور نہ مذکورہ بالا وہم ہی رفع ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۱/۳ (ش) بِضَمِّ الْهَاءِ کے بجائے بِضَمِّ الْکَسْرِ تاکہ کسرہ سے مسکونہ کی قراءت نکل آئے ورنہ ضمہ کی ضد تو فتحہ ہے۔

۱۱۱/۵ (ش) صِلْ هَا لِوَرْشٍ شِهِمْ کے بجائے وَافَقَ وَرْشُهُمْ تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ ہمزہ قطعی سے پہلے صرف ورش نے صلہ کیا ہے اور جعبری کے قول پر اس میں بھی یہ کمی ہے کہ وَافَقَ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ورش کیلئے قالون کی طرح دونوں وجوہ ہیں یا مکی کی طرح فقط صلہ ہے۔

۱۱۱/۷ (ق) دوسرا مصرع وَفِي كَسْرِ هَا وَالْمِيمِ بِالضَّمِّ شُمِّلَا۔ کیونکہ اصل مصرع میں وَفِي الْوَصْلِ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ وصل صرف ہا کے ضمہ کیلئے شرط ہے میم کے ضمہ کے لئے نہیں اور وَقِفْ لِلْكُلِّ کے ہوتے ہوئے وَفِي الْوَصْلِ کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔

بَابُ الْإِدْغَامِ الْكَبِيرِ

اس کے سولہ شعروں میں سے چھ لئے گئے ہیں۔

۱۱۶/۱ (ش) أَبُو عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ يُدْغِمُ إِنْ تَحَرَّ

رَكَا وَالْتَقَى الْمِثْلَانِ فِي الثَّانِ الْأَوَّلَا

تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ یہاں مثلین کا بیان ہے لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ یہ باب بھی تو مثلین ہی کا ہے۔

۱۲۲/۷ (ق) فِي الْكَافِ يَجْزِمُ ۡ کے بجائے فِي كَافِ يَجْزِمْ نَلْقَ اس میں ترکیبی سہولت ہے۔

۱۲۳/۸ (ش) تَسَمَّى کے بجائے يُسَمَّى یاء تحتانیہ اور اس کے ضمہ سے اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تَسَمَّى ماضی اور اس مضارع میں مشترک ہے جس میں سے ایک تا حذف ہو گئی ہو۔ نیز تَسَمَّى مطاوع ہے اس لئے اس کی جگہ اصل کا لانا اولیٰ ہے اور یہاں موضع کی طرف تسمیہ کی نسبت مجازی ہے۔

(ق) وَعِنْدَهُمُ الْوَجْهَانِ فِي كُلِّ كِلْمَةٍ

تُسَمَّى لِأَجْلِ الْحَذْفِ لَفْظًا مُعَلَّلَا

اس صورت میں کوئی اشکال بھی باقی نہیں رہتا۔

۱۲۴/۹ (ق) يَبْتَغِ الخ کے بجائے فَيَتَّبِعْ مَجْزُومًا وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا ÷ وَيَخْلُ لَكُمْ فِيهَا الْمِثَالُ تَحَمَّلَا۔ کیونکہ کاف سے یہ وہم ہوتا ہے کہ معلل کلمات ان تینوں کے سوا اور بھی ہوں گے حالانکہ واقع میں یہی تین کلمے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۷/۱۲ (ق) بِاِدْغَامِ لَكَ كَيْدًا اَتَوْا اَحْتَجَّ مُظْهِرٌ

بِتَكْرَارِ اِعْلَالٍ اِذَا صَحَّ لَاعْتَلَا

کیونکہ اصل شعر میں حَجَّ کو اِحْتَجَّ کے معنی میں لیا ہے جو ظاہر کے خلاف ہے۔ نیز بِاِعْلَالِ ثَانِیْہٖ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کلمہ کے دوسرے حرف میں تعلیل ہوئی ہے اور اس سے قَالَ لَهُمْ اور قَالَ رَبِّ جیسی مثالوں میں اظہار کے اولیٰ ہونے کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ قَالَ کے بھی دوسرے حرف میں تعلیل ہو رہی ہے حالانکہ اس سے مراد اعلال کا تکرار ہے اور قاری ؒ کا یہ شعر دونوں اعتراضوں سے محفوظ ہے، اور اس میں صَحَّ کی ضمیر اظہار کیلئے بھی ہو سکتی ہے اور تکرار کے لئے بھی۔ کیونکہ آلُ اصل میں اَهْلٌ تھا ھاء ہمزہ بن گئی پھر ہمزہ الف سے بدل گیا۔

۱۳۱/۱۶ (ق) مُسْهِلًا کے بجائے مُجْمِلًا کیونکہ اگر مُسْهِلًا کو اَسْهَلَ اِذَا رَكِبَ الطَّرِيْقَ السَّهْلَ سے مان لیں تب تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ آسانی تو ادغام میں ہے نہ کہ اظہار میں اور اگر یہ مراد ہیں کہ تسہیل کی حالت میں اظہار کرتے ہیں تو اس صورت میں مثلین جمع ہی نہیں ہوتے۔ غرض دونوں ہی صورتوں میں اشکال ہوتا ہے۔

(ش) وَقَبْلَ يَئِسْنَ الْيَاءُ فِي الّٰٓئِ هَمْزَةٌ ... مُسَكَّنَةً وَاَظْهِرْ مُسْهِلَا

اس بنا پر کہ مصنف کی رائے یہ ہے کہ ابو عمرو ؒ کو صرف تسہیل ہی سے پڑھتے ہیں اس لئے مثلین جمع نہیں ہوتے۔ حالانکہ ان کیلئے اس میں تسہیل اور یاء ساکنہ سے ابدال دونوں وجوہ صحیح اور معمول ہیں اور ادغام کا فائدہ ابدال والی وجہ میں پایا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اس اصلاح کی کوئی حاجت نہیں۔

بَابُ اِدْغَامِ الْحَرْفَيْنِ الْمُتَقَارِبَيْنِ فِي كَلِمَةٍ وَفِي كَلِمَتَيْنِ

اس کے چھبیس شعروں میں سے سات لئے گئے ہیں۔

۱۳۳/۲ (ق) دوسرا مصرع وَاٰخِرَهٗ مِيْمُ الْجَمْعِ تَخَلَّلَا اور اس قرأت کے قریب یعنی اس کے بعد جمع کا میم ہو۔ پس اس سے میم کا جمع کیلئے ہونا خوب واضح ہو گیا اور اس تکلف کی حاجت نہیں رہی کہ جمع کیلئے ہونا تَخَلَّلَا سے نکلتا ہے رہا یہ کہ اس میں مُبَيِّنٌ کا لفظ نہیں آیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل مصرع میں یہ قید صرف تاکید و تبیین کے لئے ہے احتراز کیلئے نہیں اس لئے اس کا ترک مضر نہیں۔

۱۳۵/۴ (ق) دوسرا مصرع اَحَقُّ مِنَ الْاُوْلٰى لِتَانِيْثِ نَ اُثْقِلَا پس مصنف نے صرف تانیث کو علت بتایا ہے کیونکہ جمع تو مذکر و مؤنث دونوں میں مشترک ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ ابو شامہ کی اس اصلاح سے اولیٰ ہے

وَطَلَّقَكُنَّ ادْغِمْ اَحَقُّ فَنُوْنُهٗ ... مُحَرَّكَةٌ جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ ثُقِّلَا کیونکہ اس سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراد پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔

۳۷/۷ (ج) اِذَا لَمْ یُنَوَّنْ کے بعد اضافہ کے طور پر نَصِیْرٍ لَقَدْ وَخَلَقْتَ لِبِیْنًا مِّثَالُهَا + وَلَمْ یُؤْتَ قَبْلَ الْوُسْعِ هَمَّ بِهَا الْجُلٰی + قَبْلَ الْوُسْعِ ای قَبْلَ سَعَۃٍ اس میں موانع کی مثالیں جمع کی ہیں۔

(ش) شعر کے بعد اضافہ کے طور پر نَذِیْرٌ لَّكُمْ مِّثْلُ بِہٖ کُنْتَ ثَاوِیًا + وَلَمْ یُؤْتَ قَبْلَ السِّنِیْنِ هَمَّ بِهَا تُجْلٰی اس میں بھی چاروں موانع آگئے اور چونکہ شعر میں وَلَمْ یُؤْتَ کے بعد سَعَۃٍ کے لانے کی گنجائش نہیں تھی اس لئے اس کو قَبْلَ السِّنِیْنِ سے تعبیر کر دیا۔

۴۳/۱۲ (ق) دوسرا مصرع کَذَا الرَّأْسُ شَیْبًا فِیْہِ اِخْلُفْ تَوَصَّلَا۔ کیونکہ اصل شعر میں یہ وہم ہوتا ہے کہ لَہٗ تلاوت کا جزء ہے اور تَوَصَّلَا کا الف تثنیہ کا ہے جو اَلنُّفُوْسُ اور اَلرَّأْسُ دونوں کے لئے ہے اور دونوں میں دو دو وجوہ ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اول میں فقط ادغام اور ثانی میں دونوں ہیں۔ پس الف اطلاقیہ ہے۔

۴۵/۱۴ (ج) وَاعْمَلَا کے بجائے وَافْعَلَا اولیٰ تھا کیونکہ فعل عام ہے جو قول اور فعل دونوں کو شامل ہے اور عمل فعل ہی کے ساتھ مخصوص ہے لیکن حق یہ ہے کہ شرع و لغت دونوں کی رو سے فعل اور عمل دونوں کے ایک ہی معنی ہیں جیسے وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (مؤمنون ع ۳) اور فِعْلَ الْخَیْرَاتِ (انبیاء ع ۵) (قاموس قاری)

۴۷/۱۴ (ق ش) اَلزَّکٰوۃَ قُلْ کے بجائے اَلزَّکٰوۃَ ثُمَّ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ وہ اَلزَّکٰوۃَ مراد ہے جس کے بعد ثُمَّ ہے جو بقرہ ع ۱ میں ہے۔

۱۵۴/۲۲ (ش) وَلَا یَمْنَعُ الْاِدْغَامُ وَالْوَقْفُ عَارِضًا

اِمَالَۃَ مَا لِلْكَسْرِ فِی الْوَصْلِ مُیِّلَا

اس ایک ہی شعر سے ادغامی اور وقفی دونوں سکونوں کا حکم معلوم ہو جاتا ہے اور یہاں اور باب الامالہ میں دو شعر جدا جدا لانے کی ضرورت نہیں رہتی نیز اس میں امالہ کا سبب بھی بتلا دیا اور وہ کسرہ ہے اور یہ جعبری اور اصفہانی کی ان اصلاحات سے اولیٰ ہے۔

(ج) وَلَا یَمْنَعُ الْاِسْكَانُ فِی الْوَقْفِ عَارِضًا

وَالْاِدْغَامُ مَا لِكَسْرَۃِ الرَّاءِ مُیِّلَا

(ص) وَلَا یَمْنَعُ الْاِسْكَانُ وَقْفًا وَّلَا ادِّغَا مُ اِضْجَاعَ مَا لِلْكَسْرِ فِی الْوَصْلِ مُیِّلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ جعبری نے کسرہ کو راء کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے حالانکہ حکم عام ہے جو بَيْنَ النَّاسِ وغیرہ میں سین کے کسرہ کو بھی شامل ہے اور اصفہانی نے اضجاع کو امالہ کو محضہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے حالانکہ تقلیل کا بھی یہی حکم ہے۔

بَابُ هَاءِ الْكِنَايَةِ

اس کے دس شعروں میں سے چار لئے گئے ہیں

۱۵۸/۱ (ق) وَلَمْ يَصِلُوا کے بجائے وَلَمْ يَشْبَعُوا اظہر تھا کیونکہ اس سے صلہ کے معنی بالکل واضح ہو جاتے ہیں۔

۱۶۰/۲ (ق) وَسَكِّنْ يُؤَدِّهْ کے بجائے وَكَسْرِ يُؤَدِّهِ اور وَنُؤْتِهْ مِنْهَا کے بجائے وَنُؤْتِهِ سَكِّنْ کیونکہ کسر کے لفظ سے سکوت کی قراءۃ نکل آتی پس ضمیر کی ان حالات میں مذکورہ کیلئے سکون اور باقین کیلئے کسرہ ہے ورنہ اسکان کی ضد تو فتحہ ہے جو کسی کی بھی قراءۃ نہیں

۱۶۶ و ۱۶۷/۹ و ۱۰ (ش) وَأَرْجِئْهِ (م) ل وَالضَّمَّ (ح) هِز صِلَةً (د) ع (لهدا

وَأَرْجِئْهُ (ف) ل صِلْ (ج) يُّ (ن) فَانْصُرُهُ (لا

اس میں أَرْجِهْ کی چھ قراءتوں کو دو شعروں کے بجائے ایک ہی میں جمع فرما دیا ہے اور ہر ایک مصرع میں تین تین وجوہ آگئی ہیں اور نمبر ایک و چار استغنا کے باب سے ہیں پس ان میں تلفظ کو کافی سمجھ کر قید بیان نہیں کی۔

بَابُ الْمَدِّ وَالْقَصْرِ

اس کے پندرہ شعروں میں سے چھ لئے گئے ہیں۔

۱۷۱/۱ (ق) دوسرا مصرع وَمَقْصُوْلُهُ فِيْ أُمِّ مَا اِنْ لَّهُ اِلَى۔ اس میں مثال بھی قرآن ہی سے آگئی جو اصل میں نہیں ہے اور مَا اِنْ سے فِيْ مَا اِنْ مَّكَّنَّكُمْ (احقاف رکوع ۳) اور لَهُ اِلَى سے وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ عنکبوت ع ۲ مراد ہے۔

۱۷۵/۴ (ج) وَمَا بَعْدَ هَمْزٍ لَازِمٍ اَوْ مُغَيَّرٍ جَوَازًا فَقَدْ يُرْوَى لِوَرْشٍ مُّطَوَّلَا

فرماتے ہیں اس میں جَوَازًا کا لفظ یہ ظاہر کرنے کے لئے لائے ہیں کہ مُغَيَّرٍ بِالنَّقْلِ میں یا تو وہ نقل مراد ہے جو جائز طور پہ ہوئی ہو یا وہ ہے جس میں دوسرے کلمے کے ہمزہ کی حرکت نقل کی گئی ہو۔ پس اب یہ وہم رفع ہو گیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبریٰ اور صغریٰ کے الف میں بھی بدل کی تینوں وجوہ ہوتی ہیں کیونکہ اس میں بھی نقل ہوا ہے۔ اور رفع کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نقل وجوباً ہوا ہے نہ کہ جوازاً نیز اسی کلمہ کے ہمزہ کی حرکت نقل ہوئی ہے اور قاری کی رائے پر کبریٰ اور صغریٰ کا حکم تو اجماع سے ظاہر ہو گیا کیونکہ اس میں نقل اجماعاً ہے نہ کہ صرف ورش کیلئے نیز اس اصلاح میں تعدد کی وجہ بھی مذکور نہیں ہے۔

۱۷۲/۵ (ج) قَوْمٌ کے بجائے بَعْضُ کیونکہ قاف میں رمز ہونے کا احتمال ہے اس لئے کہ قراءت کے بعد مفرد کلمہ آرہا ہے لیکن یہ احتمال بَعْضُ کی بات میں بھی موجود ہے۔

(ف) وَوَسَطُهُ جَمْعٌ یہ جامع ہے اور وہم سے خالی ہے۔

(ش) ۱ وَبِالْمَدِّ الْوُسْطٰى كَآمَنَ الخ (ش) ۲ وَوَسَطُهُ اَيْضًا كَآمَنَ الخ

۱۷۲/۷ (ش) وَمَا بَعْدَ هَمْزِ الْوَصْلِ بِدْءًا كَايْتِ مَعْ يُؤَاخِذُ زَادَ الْبَعْضُ اِلَّا قَصْرَهُ لَا

اس میں پانچ خوبیاں ہیں: ۱ بدءًا سے یہ ظاہر کر دیا کہ ہمزہ وصلی ابتدا ہی میں آتا ہے ۲ کایت میں کاف تشبیہ لائے ہیں تاکہ قاعدہ کا کلیہ ہونا خوب واضح ہو جائے ۳ یُؤَاخِذُ ان الفاظ میں شامل ہے جو بالاتفاق مستثنیٰ ہیں ۴ اس کے ساتھ ضمیر نہیں لائے تاکہ حکم اس کے تمام باب کو شامل رہے ۵ الٰن کو اس طرح لائے ہیں کہ استفہام کی قید لفظ ہی سے ظاہر ہو گئی۔

(ص) وَمَا بَعْدَ هَمْزِ الْوَصْلِ بِدْءًا عَنِ الْهَمْزِ وَنُ يَّمَعْ يُؤَاخِذُ ثُمَّ الْٰنَ خُلْفٌ لَا

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ نصب کی تنوین سے بدلا ہوا الف بھی مستثنیٰ ہے۔ نیز خلاف الٰن کے لا میں ہے اور یُؤَاخِذُ میں نہیں ہے لیکن چونکہ خُلْفٌ لا میں قدرے اجمال تھا اس لئے محقق نے ان دو شعروں میں اس کی مختصر سی تفصیل فرمادی:

بِلَا زُرَقٍ فِي الْٰنَ سِتَّةُ اَوْجُهٍ عَلٰى وَجْهِ اِبْدَالٍ لَّدٰى وَصْلِهٖ تَجْرِيْ
فَمُدَّ وَثَلِّثْ ثَانِيًا ثُمَّ وَسِّطَنْ بِهٖ وَبِقَصْرٍ ثُمَّ بِالْقَصْرِ مَعْ قَصْرِ

۱۷۶/۹ (ق) دوسرا مصرع وَحَالَ عُرُوْضٍ نَحْوِ الْاٰنَ وَصْلًا یعنی عارضی ساکن میں مد کی تبدیل قسمیں اور تینوں وجوہ ہیں اس میں عُرُوْضٍ کہنے سے حکم ابتدائی سکون کو بھی شامل ہو گیا اور تینوں وجوہ بھی صراحۃً آگئیں اور وَصْلًا متعلق ہے۔

۱۷۷/۱۰ (ق ش) دوسرے مصرع میں وَفِيْ عَيْنِ الْوَجْهَانِ کی بجائے وَفِيْ عَيْنِهَا اس میں ضمیر کی علامت رائع کے لئے ہے نیز عین کو معرب و منون بنانے کی بھی حاجت پیش نہیں آئی اور الْاَنْوَاعُ میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ اس میں تینوں وجوہ درست ہیں نہ کہ صرف دو جیسا کہ اصل سے معلوم ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الْهَمْزَتَيْنِ مِنْ كَلِمَةٍ

اس کے انیس ۱۹ شعروں میں سے گیارہ ۱۱ لئے گئے ہیں۔

۱۸۹/۷ (ق وش) وَطَاوَ فِي الْاَعْرَافِ کے بجائے وَطَامَعَ الْاَعْرَافِ تاکہ طٰہ پر دوسرا فِي زیادہ نہ کرنا پڑے اور ثَالِثًا اُبْدِلَا کے بجائے ثَالِثُهَا اُبْدِلَا کیونکہ ثَالِثُهَا بمنزلہ جوے گا ہاں صرف اتنی کمی رہے گی کہ ہمزۂ قطعی کو وصلی کی طرح حذف کرنا پڑے گا۔ رہا اصل شعر سواس میں ثَالِثًا کو تمیز یا حال مقدرہ قرار دینے کی حاجت پیش آتی ہے۔ جو قلیل ہے اور یہ تمیز زَیْدٌ طَيِّبٌ نَفْسُہٗ طُهْرًا کے قبیل سے ہے کیونکہ طٰہ زید کا اور ثَالِثًا لفظ ءَ اٰمَنْتُمْ کا بعض ہے۔

رہا یہ کہ تمیز کا عامل سے پہلے لانا جائز ہے یا نہیں سواس میں نحاۃ نے بحث کی ہے اور ثَالِثًا کو حال قرار دینا بھی بلا دلیل ہے کیونکہ تقدیر یہ ہوگی اُبْدِلَ هَمْزُهُ حَالَ كَوْنِهٖ ثَالِثًا حالانکہ اُبْدِلَ کی ضمیر لفظ ءَ اٰمَنْتُمْ کیلئے ہے نہ کہ ہمزہ کیلئے (ابراز المعانی)

۱۹۰/۸ (ق) وَحَقَّقَ ثَانٍ صُحْبَةٌ کے بجائے وَتَحْقِيْقُ ثَانٍ صُحْبَةٌ ای قِرَاءَةُ صُحْبَةٍ پس یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور اس تاویل کی حاجت نہ ہوگی نہ وَحَقَّقَ ثَانٍ میں منقوص منصوب کو ضرورت کی بناء پر جری حالت کا اعراب دیا ہے۔

۱۹۱/۹ (ش) دوسرا مصرع وَالْمُلْكِ مُوْصِلًا کے بجائے فِي الْوَصْلِ مُوْصَلًا صاد کے فتحہ سے تاکہ وصل کا ذکر صراحۃً آجائے۔ اور مُوْصِلًا کو وَاصِلًا کے معنی میں قرار دینے کی حاجت پیش نہ آئے۔
(ق) وَالْمُلْكِ کے بجائے حَيِّ الْمُلْكِ تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ یہاں ءَ اٰمَنْتُمْ ملک کا ذکر ضمناً آیا ہے نہ کہ مستقلا

۱۹۲/۱۰ (ق) بَيْنَ لَامٍ کے بجائے قَبْلَ لَامٍ اور وَهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ کے بجائے وَمِنْ بَعْدِ الْاِسْتِفْهَامِ غالباً یہ اصلاح آسانی پیدا کرنے کے لئے کی ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کی حاجت نہیں ہے۔
(ش) مُبْدِلًا میں دال کے کسرہ کے بجائے فتحہ تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ ہمزہ وصلی میں ہمزہ رہنے کی حالت میں نہیں بلکہ الف سے ابدال کے بعد ہوگا۔

۱۹۳/۱۱ (ش) دوسرے مصرع میں کَالْنِ کے بجائے بِالْنِ تاکہ عبارت کے مقدر ماننے کی حاجت کو پیش نہ آئے۔

(ق) وَلِلْقَصْرِ الخ کے بجائے وَتَسْهِيْلُہٗ ... مَعَ الْقَصْرِ فَافْهَمْهُ مَا بِالْنِ مُثِّلَا تاکہ یہ واضح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے کہ تسہیل مع القصر تمام قراء کے لئے تمام طرق سے ہے نہ کہ بعض سے لیکن عَنْ کُلٍّ کے ہوتے ہوئے اس کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

۱۹۶/۱۲ (ق) تَنَزَّلَا کے بجائے تَثَقَّلَا یعنی عدم ادخال ثقل کی بنا پر ہے۔

۱۹۷/۱۵ (ق وش) پہلا مصرع یوں سَبْعَتِهِ فَالْمَدُّ حَتْمٌ بِهَمْزَتِهِمْ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ءَ إِذَا مَا مِتُّ سے أَئِنَّكُمْ تصلت تک کے سات کلمات میں ہشام کے لئے وہ ایک وجہ جو لَا خُلْفَ سے نکلتی ہے ادخال ہے اور یہ تردد نہ رہے کہ آیا وہ ایک وجہ جس میں خلاف نہیں ہے وہ ادخال ہے یا عدم ادخال۔

۱۹۸/۱۶ (ق وش) مَعًا کے بجائے هُمَا۔ کیونکہ مَعًا سے یہ وہم ہوتا ہے کہ أَئِمَّةً دو جگہ ہوگا چنانچہ نِعِمَّا مَعًا بقرہ ۹۲ میں بھی مَعًا اسی معنی میں آیا ہے اور ضمیر هُمَا أَئِنَّكَ اور أَئِمَّةً کے لئے ہے اور اس صورت میں اشکال قطعاً نہیں ہوتا۔

(ق) سُهِّلَا میں مجہول کے بجائے معروف ظاہر تر ہے اور اس کی ضمیر ہشام کیلئے ہوگی اور قَدْ مَدَّ کے بھی موافق ہو جائے گا۔

۱۹۹/۱۷ (ق) دوسرا مصرع وَسَهِّلْ سَمَا وَابْدِلْ وَفِي النَّحْوِ فُضِّلَا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ أَئِمَّةً میں سما کے لئے تسہیل کی طرح ابدال بھی ہے اور نحاۃ کی رائے پہ ابدال افضل ہے لیکن چونکہ تیسیر میں ابدال نہیں ہے اس لئے اس اصلاح کی حاجت نہیں۔

۲۰۰ و ۲۰۱/۱۸ و ۱۹ (ش) فرماتے ہیں کہ اگر تیسری قسم کے بارہ میں تیسیر ہی کے بیان پر اکتفا کرتے تو ان دونوں شعروں کو اسی طرح لکھتے جس طرح ایک عرصہ ہوا میں نے ان کو طلبہ کی سہولت کے پیش نظر لکھا تھا۔

وَمَدُّكَ قَبْلَ الضَّمِّ بَرٌّ لَبِيبُهُ ... بِخُلْفِ هِشَامٌ فِي الثَّلَاثَةِ فُصِّلَا
فَفِي آلِ عِمْرَانٍ يَمُدُّ بِخُلْفِهِ ... وَفِي غَيْرِ هَا حَتْمًا وَبِالْخُلْفِ سَهِّلَا

(ق) لِحَفْصٍ کے بجائے كَمُعَوَّنٍ کیونکہ حفص سے دوری کے مراد ہونے کا وہم ہوتا ہے۔

(ج) وَسَهِّلْ بِحِرْمِيٍّ هِشَامٌ مُحَقِّقٌ ... بِقَصْرٍ وَفِي الْبَاقِي مَعَ الْمَدِّ سَهِّلَا

کیونکہ اصل شعر میں لِحَفْصٍ اور كَمَا نُوا دونوں سے شبہ ہوتا ہے۔ اوّل سے یہ کہ شاید تسہیل عدم ادخال ہی میں ہو اور ثانی سے یہ کہ صرف ادخال میں تسہیل ہو کیونکہ بیان ادخال ہی کا ہو رہا ہے اور اس سے یہ تردد ہوتا ہے کہ آیا یہ دونوں وجوہ تحقیق کے ساتھ ہوں گی یا تسہیل کے ساتھ۔ اور اصلاح شدہ کا مطلب بالکل صاف اور بے غبار ہے لیکن قَبْلَ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ تفصیل واللا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول ضعیف ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے۔

(ق) وَ اَیْضًا ہِشَامٌ ۲ ل عِمْرٰنَ قَدْ رَوٰی کَکُوْفٍ وَّ فِی الْاَبَاقِیْ کَقَالُوْنَ وَ اعْتَلَا

کیونکہ اصل شعر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شعر ۱۸ میں جو ہشام کے لئے دو وجہ بلا قید بیان کی گئی ہیں شعر ۱۹ میں اسی حکم میں سے بعض کو مستثنیٰ کرنا اور ان میں قید لگانا مقصود ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم میں ھشام سے تین طرق ہیں۔ دو میں تو تینوں جگہ حکم یکساں ہے اور تیسرے طریق میں تفصیل ہے لیکن شعر ۱۹ سے وہی نکال سکتا ہے جو پہلے سے اس بحث سے واقف ہو اور اصلاح شدہ اس بارہ میں واضح ہے۔ کیونکہ اس میں ایضًا ہے جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس میں تیسری وجہ کا بیان کرنا منظور ہے۔

بَابُ هَمْزِ الْمُفْرَدِ

اس کے بارہ ۱۲ شعروں میں سے صرف ایک لیا گیا ہے۔

۲۱۶/۲ (ق) عَلَّ مُسَکَّنٍ کے بجائے سَاکِنُ هَمْزِهٖ کہتے تو زیادہ عام ہو جاتا اور معنی یہ ہو جاتے کہ جس کلمہ میں ہمزہ ہو اس کے ہر ساکن حرف میں ابدال ہوتا ہے لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا کہ ہمزہ کے سوا دوسرے ساکنوں میں ابدال منقول نہیں۔

بَابُ نَقْلِ حَرَکَۃِ الْهَمْزَۃِ اِلَی السَّاکِنِ قَبْلَهَا

اس کے نو ۹ شعروں میں سے صرف دو ۲ شعر لئے گئے ہیں۔

۲۲۶/۱ (ج) عَلَّ سَاکِنٍ اٰخِرٍ صَحِیْحٍ کے بجائے غَیْرِ ذِی الْمَدِّ سَاکِنًا اٰخِرًا۔ کیونکہ اصل میں صحیح ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ لین کی طرف بھی نقل نہ ہونی چاہیئے اور اصلاح شدہ میں غَیْرِ ذِی الْمَدِّ کہنے سے یہ شبہ کافور ہو گیا۔

(ص) وَعَنْ وَّرْشٍ بِالنَّقْلِ شَکِّلْ هَمْزَ سَاکِنٍ
اٰخِرٍ سِوٰی مَدٍّ وَّاَسْقِطْ مَا خَلَا

(ق) عَلَّ سَاکِنٍ اٰخِرٍ صَحِیْحٍ کے بجائے سَاکِنًا غَیْرَ مَدَّۃٍ اٰخِرًا اور کہتے ہیں کہ یہ اصلاح ظاہر تر ہے۔

۲۲۷/۲ (ق) فِی الْوَصْلِ کے بجائے فِی الدَّرْجِ کیونکہ اصل میں فِی الْوَصْلِ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے کہ ہمزہ والے کلمہ کو مابعد سے ملاکر پڑھیں حالانکہ واقع میں اس کلمہ پر وقف کر دینے کی صورت میں بھی ہوتا ہے پس فِي الْاَدْرَجِ سے یہ وہم دور ہوگیا۔

بَابُ وَقْفِ حَمْزَةَ وَهِشَامٍ عَلَى الْهَمْزِ

اس کے بیانوے شعروں میں سے نو لئے گئے ہیں۔

۲۴۲/۸ (ش) وَيُدْغِمُ الخ کے بعد اس شعر کا اضافہ وَإِنْ كَانَتَا اَصْلَيْنِ اَدْغَمَ بَعْضُهُمْ + كَشَيْئٍ وَّسُوْءٍ وَّهُوَ بِالنَّقْلِ فُضِّلَا۔ تاکہ واو اور یاء کے بعد والے ہمزہ کے حکم کی تفصیل اسی مقام پر ہو جائے کہ زائدہ کے بعد ہو تو صرف ادغام ہے اور اصلیتین میں بعض کے قول پر ادغام اور جمہور کے قول پر نقل ہے اور یہی افضل ہے۔

۲۴۳/۹ (ش) پہلا مصرع وَرِءْيًا وَّتُؤْوِيْ اَظْهِرًا وَّادْغِمًا مَعًا تاکہ حکم تُؤْوِيْ کو بھی شامل ہو جائے

۲۴۴/۱۰ (ق) پہلا مصرع كَقَوْلِكَ اَنْبِئْهُمْ وَنَبِّئْهُمْ مَعًا کیونکہ اصل مصرع میں تشبیہ کے کاف سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس قاعدہ کی مثالیں اور بھی ہوں گی حالانکہ واقع میں نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ نَبِّئْهُمْ دو جگہ آیا ہے اور اصلاح شدہ دونوں شبہوں سے بری ہے۔

۲۴۵/۱۱ (ق) پہلا مصرع فَفِي الْحَذْفِ وَالْاِثْبَاتِ يَتْبَعُ رَسْمَنَا۔

(ف) فَفِي الْيَا وَاُخْتَيْهِ يَلِيْهِ وَحَذْفِهِ تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ الف کی شکل والے ہمزہ کو الف سے بدلتے ہیں جو اصل شعر میں نہیں ہے۔

۲۴۶/۱۲ (ق) بِيَاءٍ وَّعَنْهُ الْوَاوُ فِيْ عَكْسِهِ لَهُ وَحَاكِيْهِمَا كَالْيَاوِ كَالْوَاوِ اَعْضَلَا

فرماتے ہیں کہ مُسْتَهْزِءُوْنَ میں یا اور واؤ کے مانند تسہیل بھی ہمزہ سے اخفش ہی نے نقل کی ہے اور اسی لئے جعبری نے حَكَى کے بعد عَنْهُ مقدر مانا ہے اور میں نے بھی اس میں اسی لئے اصلاح کی ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ عَنْهُ اصلاح شدہ میں بھی نہیں ہے۔ لہٰذا غیر مفید ہے اور ممکن ہے کہ کاتب کے تصرف سے اس میں کوئی غلطی ہو گئی ہو۔

۲۵۰/۱۶ (ش) وَاَشْمِمْ وَرُمْ تَحْرِيْكَ نَقْلٍ وَّمُدْغَمٍ
كَشَيْئٍ دِفْءٍ وَّامْنَعْهُمَا الْمَدَّ مُبْدَلَا

تاکہ صراحۃً معلوم ہو جائے کہ اشمام و روم ان دو قسموں میں جائز ہیں لیکن چونکہ اشمام و روم کے جائز اور ناجائز ہونے کے لحاظ سے متطرفہ کی چھ قسمیں ہیں جن میں سے چار میں جائز اور دو میں ناجائز ہیں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل شعر ان سب کو شامل ہے اس لئے وہی اولیٰ ہے اور اس اصلاح شدہ میں ھُمَا کی ضمیر اشمام و روم کیلئے ہے

(ق) ۱ وَاَشْمِمْ وَرُمْ فِیْ کُلِّ مَا قَبْلَ سَاکِنٍ

سِوَی اَلِفٍ وَّامْنَعْهُمَا الْمَدَّ مُبْدَلَا

(ق) ۱۷ دوسرے مصرع میں بجائے حرفِ مَدٍّ کے بجائے بِمَدٍّ قِیَاسًا اس بنا پر کہ موصوف فرماتے ہیں کہ اصل شعر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اشمام و روم رسمی اور قیاسی دونوں قسم کی تخفیف میں جاری ہیں حالانکہ صحیح مذہب کی رو سے قیاسی کے ساتھ مخصوص ہیں اس لئے میں نے بِمَدٍّ قِیَاسًا لکھ دیا ہے۔

۲۵۱/۱۷ (ش) وَمَا وَاوُ اَصْلِیٌّ کے بجائے وَاِنْ وَّاوُنِ اَصْلِیٌّ فرماتے ہیں کہ مَا کے بجائے اِنْ شرطیہ احسن اور مرادی معنی کے ظاہر کرنے کے لئے زیادہ درست تھا نیز اس شعر کو اسی باب کے ساتویں نمبر پر لاتے تو ۱ واو یاء اصلیہ میں نقل و ادغام دونوں وجوہ ایک ہی جگہ جمع ہو جاتیں اور ۲ یہ شعر وَاَشْمِمْ وَرُمْ اور اس کے تمہیدی وَمَا قَبْلَهُ التَّحْرِیْكُ میں ناصل بھی نہ ہوتا۔ غرض شعر کا ان دو وجوہ سے برمحل نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ بعض نے ناظمؒ کی اسی ترتیب کو ثواب بتایا ہے کیونکہ اور قسموں میں بھی ایسا ہی کیا ہے کہ پہلے ایک مشہور حکم بتایا ہے پھر دوسرے احکام دوسری جگہ بیان کئے ہیں چنانچہ وَمُسْتَهْزِءُوْنَ الخ بھی اسی قبیل سے ہے۔

۲۵۲/۱۸ (ش) وَذَالِكَ فِیْمَا قَبْلَهُ اَلِفٌ اَوِاتْ لِذِیْ حَرَکُوْا وَالْبَعْضُ بِالرَّوْمِ سَهَّلَا

اور مقصد یہ ہے کہ اگر اس شعر کو نمبر سترہ پر لے آتے تو ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ جن دو قسموں میں مدہ سے بدل جانے کے سبب اشمام و روم منع نہیں ہیں وہ یہ ہیں۔

۲۵۳/۱۹ (ق) دوسرا مصرع وَمَنْ لَحَقَ الْمَفْتُوْحَ شَذَّ اَوْ غَلَا۔ کیونکہ اس شعر میں دو مذہبوں کا رد مقصود ہے: ۱ یہ کہ تینوں حرکتوں میں روم ناجائز ہے ۲ یہ کہ تینوں میں جائز ہے اور اصل شعر سے دونوں کا رد وضاحت کے ساتھ ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اگر وَالْحَقَ کو لَمْ یُرِمْ پر معطوف مان لیں تو پھر اس میں ایک ہی مذہب رہ جاتا ہے اور وہ دوسرا ہے اور وَمَنْ لَحَقَ سے واضح ہو گیا کہ اس کا عطف وَمَنْ پر ہے اور دو مذہب الگ الگ معلوم ہو گئے۔

بَابُ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ [12]

اس کے چاروں اشعار لئے گئے ہیں

۲۵۵ تا ۲۵۸ / ۱ تا ۴ (ش) فرماتے ہیں چونکہ یہ اشعار ناظم کی اس اصطلاح کے بیان کے لئے کافی نہیں تھے جس کو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب میں استعمال کیا ہے اس لئے میں نے ان کی جگہ دوسرے چار شعر بدل دئے اور وہ یہ ہیں: علیٰ تلیہا حُرُوفُہَا کے بجائے آخِیرُ حُرُوفِہَا یعنی ایسے لفظ بیان کروں گا جن کے آخری حرفوں میں اظہار اور ادغام کا اختلاف ہے اور کہتے ہیں کہ اولیٰ یہی ہے کہ پورے لفظ کی طرف نسبت کرنے کے بجائے صرف آخری حروف کی طرف کی جائے۔

۲۵ وَدُوْنَكَ اِذْ قَدْ بَلْ وَهَلْ تَا مُؤَنَّثٍ لَدٰى اَحْرُفٍ مِّنْ قَبْلِ وَاوٍ تَحَصَّلَا

یعنی پہلے ان پانچوں کلمات کو لیلو جو ان مدغم فیہ حروف کے ساتھ متصل ہوں گے اور جو واو سے پہلے ہوں گے حاصل یہ کہ پہلے ان پانچوں میں سے کوئی ایک کلمہ آئے گا پھر ان کے مدغم فیہ حروف ہوں گے پھر واو فاصل آئے گا۔

۲۶ وَقُرَّاءُهَا الْمُسْتَوْعِبِیْنَ وَبَعْدَهُمْ اُسَمِّی الَّذِیْ فِیْ اَحْرُفِ اللَّفْظِ فَصَّلَا

اور (حروف کے بعد پہلے نمبر میں تو) ان کے ان قراء کو لے لینا جنھوں نے تمام میں ادغام یا تمام میں اظہار کیا ہے اور ان کے بعد دوسرے نمبر میں ان کو بیان کروں گا جنھوں نے تفصیل کر کے بعض میں ادغام اور بعض میں اظہار کیا ہے اور جو باقی رہیں گے ان کو اس طرح سمجھ لینا کہ اگر پہلے نمبر والوں کے لئے اظہار کا ذکر تھا تو ان باقین کے لئے تمام میں ادغام ہوگا اور اگر ان کے لئے ادغام تھا تو ان باقین کے لئے تمام میں اظہار ہوگا

۲۷ وَبِرَمْزٍ مَعَ وَاوٍ وَّبَعْدَ حُرُوْفِہٖ اَوَائِلُ كِلْمٍ بَعْدَهَا الْوَاوُ فَيْصَلَا

اور جب مفصل قاری کے نام کے بجائے رمز استعمال کی جائے گی تو وہاں دو واو فاصل آئیں گے جن میں سے پہلا اس قاری اور اس کے مدغم فیہ حروف میں اور دوسرا دو مسئلوں میں جدائی کرنے کے لئے ہوگا اور مدغم فیہ اوّل اوّل حروف ہوں گے اور ان کے بعد بھی واو فاصل آئے گا۔

ذِكْرُ لَامِ هَلْ وَبَلْ

اس کے چار شعروں میں سے ایک لیا گیا ہے

۲۸ (ش) اَلَا بَلْ وَهَلْ (تَ)رٰی (نَ)رٰی هَلْ (ثُ)وٰی وَبَلْ
(سَ)رٰی (ظِ)لَّ (ضُ)رٍّ (زِ)ادُ (طِ)الَ (وَ) ابْتَلَا

کیونکہ اصل شعر سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہل اور بل دونوں کے بعد آٹھوں حرف واقع ہوئے ہیں حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے اور اس اصلاح شدہ سے خوب واضح ہوگیا کہ تا اور نون دونوں کے اور ثا صرف ہَلْ کے اور سین - ضاد - زا - طا - ظا صرف بل کے بعد واقع ہوئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَابُ اتِّفَاقِهِمْ فِیْ اِدْغَامِ اِذْ وَقَدْ

اس کے تین شعروں میں سے دو لئے گئے ہیں۔

۲۷۵ (ق) دوسرا مصرع وَقُلْ بَلْ وَّهَلْ رَاهَا لَبِيْبٌ وَّيَأْنَوِیْ لَاحَ وَانْجَلٰی کیونکہ اصل مصرع سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بَلْ کی طرح هَلْ کے بعد قرآن میں لام و را دونوں آئے ہیں حالانکہ هَلْ کے بعد صرف لام آیا ہے اور اصلاح شدہ میں یہ شبہ نہیں ہوتا۔

۲۷۶ (ج) وَسَبِّقْ سُكُوْنِ اَمْثَلْ لَا الْمَدِّ وَاتِّصَا
لُ مُتَّحِدٍ وَّمَالِيَهْ حَلْقَهُ اَنْجَلَا

فرماتے ہیں کہ اصل شعر ضروری قیود کا جامع نہیں۔ قاری کہتے ہیں کہ جعبری کے اس شعر میں بھی متجانسین کا ذکر نہیں ہے اور میں نے اصل شعر کے بعد چار اشعار زیادہ کئے ہیں جن سے کامل اور پختہ علم والے حضرات بہت سے احکام نکال سکتے ہیں اور وہ جامع بھی ہیں اور مانع بھی وہ یہ ہیں۔

(ق) سِوٰی حَرْفِ مَدٍّ ثُمَّ جِنْسَانِ اَدْغِمَا
سِوٰی قُلْ نَعَمْ سَبِّحْهُ مَعْ لَا تُزِغْ فَلَا

وَلَا فَالْتَقَمْ اَدْغِمْ اَحَطْتُ وَنَحْوَهٗ
بِاِبْقَاءِ اِطْبَاقٍ وَّكُنْ مُتَّأَمِّلَا

وَلٰكِنْ اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ فِيْهِ خُلْفُهُمْ
وَمِثْلَ هُدًى ثُمَّ اَدْغِمِ الْكُلَّ فَاعْمَلَا

وَاَمَّا سُكُوْنُ الْمِيْمِ مِنْ قَبْلِ بَائِهَا
فَالْاِخْفَاءُ مُخْتَارُ الْاَدَاءِ فَحَمِّلَا

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب سَبِّحْهُ جیسی مثالوں میں متقاربین کے ایک کلمہ میں ہونے کے باوجود ادغام نہیں تو فَاصْفَحْ عَنْهُمْ میں بدرجہ اولیٰ اظہار ہوگا کیونکہ اس میں متجانسین دو کلموں میں ہیں اور حاصل یہ ہے کہ اگر حلقی حرف ساکن ہو تو اس کا متقارب میں کسی قراءۃ میں بھی ادغام نہیں ہوتا

ذِكْرُ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُهَا

اس کے نو شعروں میں سے چار لئے گئے ہیں

۲۷۷ (ق) دوسرا مصرع حَمِيْدٌ اَيَتُبْ خَلَّادُهُمْ خُلْفُهُ وَّلَا کیونکہ اصل شعر میں خَيِّرٌ سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ يَتُبْ میں خلاد کے علاوہ باقی سب کے لئے اظہار ہے حالانکہ قالون اپنے اصول پر ہیں چنانچہ بصری اور کسائی کے لئے صرف ادغام اور باقی ساڑھے چار کے لئے فقط اظہار ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ جزئی مثال فا سے پہلے جزم والی با کے قاعدہ کلیہ میں داخل ہے اور خَيِّرٌ سے بیان کرتے ہیں اشارہ ہوگیا کہ اس بہاء ان کے لئے دونوں وجوہ برابر ہیں چنانچہ امام القرآن نے وَقَالُوْنُ بِتَخْيِيْرِهٖ جَلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں تیسیر کی عبارت کی بھی موافقت ہے۔

۲۸۳ (ق ص) وَطَسِيْنَ عِنْدَ الْمِيْمِ (ف) زُوْا تَخِذْ تُمْ کیونکہ اصل شعر میں فازے کے بعد واو فاصل نہیں ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اِتَّخَذْتُمْ حرف عطف مقدر کے ذریعہ طٰسِيْنَ پر معطوف ہے اور وَفِي الْاِفْرَادِ کا واو فاصل ہے اور اس تقدیر پر دَعَا شَرْعُ دَهْنُفلا کی رمز میں حرف اَخَذْتُ اِتَّخَذْتُ واحد کیلئے رہ جائیں گی اور اصلاح شدہ میں زاوفاصل موجود ہے اور وَفِي کا واو عاطفہ ہے اور اب عین و دال کا تعلق جمع اور واحد دونوں سے ظاہر ہے۔ قاریؒ فرماتے ہیں کہ میری اور اصفہانی دونوں کی اصلاح بالکل یکساں ہے یعنی جب میں نے اصلاح کردی تو معلوم ہوا کہ اصفہانی نے بھی بعینہ یہی تبدیلی کی ہے اور اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ طٰسٓ جو ہے اس کے حق میں فُزْ کہا گیا ہے یا طٰسٓ جو ہے تو میم کے پاس اس کے ادغام کے ذریعہ کامیاب ہوجا۔

۲۸۴ و ۲۸۵ (ق) يَلْهَثُ لَهُ دَا رٍ جُهَّــلًا - وَقَالُوْنٌ ذُوْخُلْفٍ کے بجائے يَلْهَثُ بِذَا دَارٍ جُهَّلًا - لَهٗ بَادِيًا خُلْفًا - کیونکہ اصل شعر سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اظہار وادغام کا اختلاف پہلے يَلْهَثْ میں ہے یا دوسرے میں اور اصلاح شدہ میں يَلْهَثْ بِذَا کہنے سے متعین ہوگیا کہ دوسرا يَلْهَثْ مراد ہے جس کے بعد ذٰلِكَ ہے۔ پس يَلْهَثْ اَوْ میں (جو پہلا ہے) سب کے لئے اظہار ہے رہا یہ جواب کہ ہمزہ کا مخرج ثاء سے بعید ہے اس لئے ثا کا ہمزہ میں ادغام نہ ہونا ظاہر تھا اس بنا پر خود ہی متعین ہوگیا کہ دوسرا يَلْهَثْ مراد ہے جس کے بعد ذال ہے سو اس میں یہ اشکال ہے کہ پھر صٓادٓ مَرْيَمَ میں بھی قید کی حاجت نہ تھی اس لئے کہ صٓ وَالْقُرْاٰنِ میں بھی دال اور واو کے مخرج میں دوری ہونے کے سبب ادغام نہ ہونا ظاہر ہے۔

بَابُ اَحْكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِيْنِ

اس کے پانچ شعروں میں سے ایک لیا گیا ہے

۲۸۶ پہلا مصرع (ش) وَقُلْ اَدْغَمُوْا لِلتَّنْوِيْنَ وَالنُّوْنَ سَاكِنًا تاکہ نون کے ساتھ سکون کی قید بھی صراحتہً آجائے اور یہ کہنے کی ضرورت نہ رہے کہ عنوان پر اعتماد کرکے شعر میں نون کے ساتھ سکون کی قید نہیں لگائی اور چونکہ جمع کی ضمیر ــــــــکُلٌّ سے بے نیاز کر رہی ہے اس لئے اس کا ساقط کردینا مضر نہیں۔

٭ ٭ ٭

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَابُ الْفَتْحِ وَالْإِمَالَةِ وَبَيْنَ اللَّفْظَيْنِ

اس کے اڑتالیس ۴۸ شعروں میں سے چوبیس ۲۴ لئے گئے ہیں۔

۲۹۱/۱ (ش) أَمَالَ الْكِسَائِي بَعْدَ حَمْزَةَ إِنْ تَطَرْ

رَفَتْ أَلِفَاتٌ حَيْثُ يَاءٌ تَأَصَّلَا

اس سے امالہ والا حرف بھی متعین ہوگیا کہ وہ الف ہے اور امالہ کی دونوں شرطیں بھی آگئیں: ۱۔ الف لام کلمہ میں ہو ۲۔ یا سے بدلا ہوا ہو اور اصل شعر میں یہ تینوں چیزیں نہیں ہیں اور فرماتے ہیں کہ بَعْدَ حَمْزَةَ کی تقدیر بَعْدَ إِمَالَةِ حَمْزَةَ ہے۔

۲۹۵/۵ - اس میں اصلاحات کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ترکیب قدرے دشوار ہے۔

(ج) وَأَنَّى فِي الِاسْتِفْهَامِ ثُمَّ عَسَى مَتَى وَمُوسَى وَعِيسَى ثُمَّ يَحْيَى اضْجَعًا بَلَى

یہ ترکیب کے لحاظ سے قوی تر ہے لیکن بَلَی کی با میں رمز ہونے کا وہم ہوتا ہے۔

(ق) أَمَالَا فِي الِاسْتِفْهَامِ أَنَّى مَتَى عَسَى وَمُوسَى وَعِيسَى ثُمَّ يَحْيَى وَقُلْ بَلَى۔ یہاں اصل شعر میں عَسَی مَتٰی سے پہلے تھا جس سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ عَسَی بھی استفہام کا لفظ ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے اس کو مؤخر کر دیا گیا اور غالب خیال یہ ہے کہ یہ کاتب کی غلطی سے مقدم ہوگیا ہوگا۔

(ش) وَمُوسَى عَسَى عِيسَى وَيَحْيَى وَفِي مَتَى وَأَنَّى لِلِاسْتِفْهَامِ تَأْتِي وَفِي بَلَا

فرماتے ہیں کہ اس میں تأتی کی ضمیر امالہ کیلئے ہے اور کوئی لفظ زائد بھی نہیں ہے اور ہم نے عَسٰی کا ذکر کرنے میں ناظم رح کی پیروی کی ہے ورنہ یائی ہونے کے سبب یہ پہلی ہی قسم میں آچکا ہے اور یہ شعر خوب تر اور غرض کیلئے نہایت جامع ہے انتہی ہاں یہ کمی ضرور ہے کہ اس میں الفاظ تو مذکور ہیں لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان میں امالہ کس کے لئے ہے۔

۲۹۶/۶ (ق) دوسرا مصرع تَزَكّٰى وَإِلٰى أَيْضًا وَحَتّٰى وَقُلْ عَلٰى۔ کیونکہ اصل شعر میں إِلٰی کے بعد مِن بَعْدُ ہے جس کا مطلب قدرے مشکل ہے۔

۲۹۷/۷ (ق) ۱۔ وَكُلُّ ثُلَاثِيٍّ مَزِيدٍ أَمِلْهُ مِثْ

لُ يُرْضَى وَتُدْعَى ثُمَّ أَدْنَى مَعَ ابْتَلَا

اس سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ جب ثلاثی مزید میں امالہ ہوتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں: ۱۔ اسم ۲۔ ماضی۔ مضارع معروف۔ مضارع مجہول۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ق) ۲۷ فَإِنَّهٗ + مُمَالُ کے بجائے فَإِنَّهٗ۔ اَمَالَا۔ فرماتے ہیں کہ اس میں ضمیر شان کی ہے اور اَمَالَا میں حمزہ اور کسائی کی ضمیر آجانے کے سبب تصریح بھی زیادہ ہوگئی ورنہ مُمَالُ کے بعد لَهُمَا مقدر ماننے کی حاجت ہوگی۔

(ج) وَإِنْ تَزَادَ وَأَدِيَّ الثُّلَاثِيِّ أَضْجَعَا كَادْنٰی مَعَ اسْتَعْلٰی وَأَبٰی مَعَ ابْتَلٰی

اس میں اسم کی مثال بھی آگئی۔

(ق) ۲۸ دوسرا مصرع مُمَالُ تَرْضٰی ثُمَّ أَزْکٰی مَعَ ابْتَلٰی اس میں مضارع کی مثال بھی آگئی۔ اور تَرْضٰی قراءۃ معروف بھی ہے اور مجہول بھی لیکن چونکہ اعتماد کلیہ قاعدہ پر ہے نہ کہ جزئی مثالوں پہ اس لئے ناظم کی بار بار مثال کی ضرورت نہیں۔

۲۹/۹ (ق) وَرُءْیَا یَ کے بجائے کَرُءْیَا یَ کیونکہ وَرُءْیَا یَ میں مبتدا ہونے کا وہم ہوتا ہے اور پھر اس کے لئے خبر مقدر ماننے کی حاجت پیش آتی ہے اور کَرُءْیَا یَ میں یہ بات نہیں۔ کیونکہ یہ کاف شعر کے مُمِیلًا کے متعلق ہوجائے گا۔

۳۰/۱۴ (ق) وَالرِّبٰوا مَعَ الْ کے بجائے وَالرِّبٰوا بِکُوالْ "تاکہ معرفہ کے ساتھ نکرہ بھی آجائے۔ جو مِنْ رِبًا روم میں ہے جس میں وقفًا دونوں کے لئے امالہ ہے۔

(ج) وَالرِّبٰوا مَعَ الْ کے بجائے وَالرِّبٰوا عَلٰی الْ تاکہ عَلٰی بھی ان میں شامل ہوجائے کیونکہ اس میں بھی دونوں کے لئے امالہ ہے۔

۳۰۵/۱۵ (ج) بِخُلْفٍ بِهِمْ کے بجائے دُوْرِیْ عَلَيْهِمْ کیونکہ لفظ حفص سے ذہن عاصم کے راوی حفص کی طرف چلا جاتا ہے۔

۳۱/۲۰ (ق) وَأَعْمٰی فِی الْإِسْرٰی أَوَّلًا (ح) کَمْ صُحْبَتِهٖ
وَرَاءُ تَرَاءٰ بِالْإِمَالَۃِ (ف) صُلَا

اس سے أَعْمٰی کے دونوں کلمات کا بیان متصل اور قریب ہوجاتا ہے اور رمز (حُکْمُ صُحْبَتِهٖ) اعمی اور اس کی قید اَوَّلًا کے درمیان بھی نہیں آتی نیز فرماتے ہیں کہ اگر تَرَاءٰ کے ہمزہ میں وصلًا بھی امالہ ہوتا تو میں دوسرے مصرع کو اس طرح کہتا: وَرَاءُ تَرَاءٰ (ف) ازَ وَالْهَمْزُ (مَـ) مُمَلِّلَا

۳۰۹ و ۳۱۰/۱۹ و ۲۰ (ق) نے بھی صُحْبَتِهٖ أَعْمٰی فِی الْإِسْرٰی ثَانِيًا
وَأَعْمٰی فِی الْإِسْرٰی حُکْمُ صُحْبَتِهٖ أَوَّلًا
وَرَاءُ تَرَاءٰ فَازَ فِی شُعَرَائِهٖ سِوٰی وَسُدًی فِی وَقْفِ صُحْبَتِهٖ وُصِّلَا

www.KitaboSunnat.com

(ص) بعینہ ابوشامہ کی پہلی اصلاح کی طرح اسی لئے علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اصفہانی کو چاہئے تھا کہ اس کی نسبت ابوشامہ کی طرف کرتے کیونکہ متقدمین کی فضیلت مسلم ہے۔

۳۱۴/۲۴ (ش) وَذُو الرَّاءِ وَرْشٌ بَيْنَ بَيْنَ وَفِي أُرَاكَهُمْ

مِنَ الآيِ سِوَى الَّتِي بِهَا هَا تَحَصَّلَا

بِهَا وَ أَرَاكَهُمْ وَذِي الْيَا خِلَافُهُمْ

عَلَا وَالرِّبَوا مَرْضَاتِ مِشْكَوٰةٍ أُحِلَّا

ان سے مقام کا مطلب آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ ورش کی قراءۃ میں الفاظ کی چھ قسمیں ہیں جن میں سے ۱ و ۲ میں صرف تقلیل ہے اور ۳ تا ۵ میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں اور ۶ میں تقلیل منع ہے پس اس میں صرف فتح ہے۔

۳۱۵/۲۵ (ق) پہلا مصرع قَدْ قَلَّ فَتْحُهَا کے بجائے بَيْنِيَّةٌ بِهَا کیونکہ فرماتے ہیں کہ قَلَّ فَتْحُهَا میں دو شبہ ہوتے ہیں: ۱۔ معنی یہ ہوں کہ رؤس آیات میں فتحہ اور امالہ دونوں ہیں اور فتحہ قلیل کا اور امالہ اکثر کا مذہب ہے ۲۔ امالہ سے مراد محضہ ہو کیونکہ مطلق سے کامل فرد مراد ہوا کرتا ہے حالانکہ رؤس آیات میں اگر ھا نہ ہو تو فتحہ بالکل نہیں صرف تقلیل ہے۔

۳۱۶/۲۷ (ج وص) يَا سَفَى الْعُلَا کے بجائے وَيَا سَفَى عَلَا جعبری اور ان کی پیروی میں اصفہانی لکھتے ہیں کہ اس سے عین کے رمز نہ ہونے کی تصریح ہو جاتی الخ۔ لیکن یہ ناچیز اس کے سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ جب عین حفص کی رمز بن سکتا ہے تو پھر رمز نہ ہونے کی تصریح کیونکر ہو جاتی۔

(ق) دوسرا مصرع وَيَا سَفَى وَالْحُكْمُ عَنْ غَيْرِهِ خَلَا اس میں واو فاصل کے آجانے کے سبب رمز ہونے کا شبہ بالکل رفع ہو گیا اور معنی یہ ہیں کہ دوری کے لئے اس شعر کے چاروں کلمات میں تقلیل ہے اور اس مذکور کے ماسوا سے حکم خالی ہو گیا ہے یعنی جو یائی کلمات فُعْلٰی کے وزن پر نہیں ہیں اور نہ رؤس آیات میں سے ہیں دوری کے لئے ان میں سے صرف انہی چار کلمات میں تقلیل ہے۔

(ش) بعینہ جیم وصاد کی طرح اور فرماتے ہیں کہ یہ عمدہ تر تھا اس لئے کہ عَلَا قرآنی کلمہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر تم یہ کہو کہ ناظمؒ نے عَلٰی کو اس لئے اختیار نہیں کیا کہ اس سے شبہ ہو جاتا کہ عَلٰی بھی امالہ والے کلمات میں سے ہے اور تقدیر وَيَا سَفَى وَعَلٰی ہے (اور معنی یہ ہیں کہ دوری کے لئے ان پانچوں کلمات میں تقلیل ہے) تو ہم اس کا جواب دو طرح دیں گے: ۱۔ اوپر اسی باب کے شعر ۶ میں درج ہو چکا ہے کہ عَلٰی ان پانچ کلمات میں سے ہے جن میں کسی کے لئے بھی امالہ نہیں ہے (پھر شبہ پیدا ہونے کے کیا معنی) ۲۔ ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شبہ کو تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ شبہ تو اَلْعُلَا میں بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی قرآنی کلمہ ہے۔ پس ممکن ہے کہ تقدیر وَ یَاسَفٰی وَالْعُلَا ہو اور معنیٰ وہی ہوں کہ اس شعر کے پانچوں کلمات میں دوری کیلئے تقلیل ہے حالانکہ ان میں سے اَلْعُلَا میں ورش کی طرح پورے ابو عمرو کیلئے تقلیل ہے نہ کہ صرف دوری کیلئے کیونکہ یہ راس آیت ہے پھر اس میں ایک دوسری وجہ سے بھی شبہ ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اَلْعُلَا کے ہمزہ میں نافع کی رمز ہونے کا وہم بھی موجود ہے۔ پس کوئی کہہ سکتا ہے کہ وَ یَاسَفٰی کا واو فاصل ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ یَاسَفٰی میں نافع کے لئے تقلیل ہے۔

۳۱۸/۲۸ (ق) پہلا مصرع وَمَا فِی الثُّلَاثِیِّ غَیْرَ زَاغَتْ لِحَمْزَةٍ کیونکہ اصل مصرع میں کیفَ ہے جس سے ثلاثی میں تعمیم کا شبہ ہوتا ہے، کہ مجرد اور مزید دونوں ہی میں ان فعلوں کا امالہ ہوگا حالانکہ حکم ثلاثی مجرد کے ساتھ مخصوص ہے لیکن ناظمؒ نے ان افعال کے بیان پر اکتفا کر کے مجرد کی قید نہیں لگائی۔ نیز بِمَاضِی میں منقوص کو صحیح کا حکم دیکر یا پر اعراب جاری کیا ہے۔

۳۱۹/۲۹ (ق) دوسرا مصرع وَ فِیْ جَآءَ مَعْ شَآءَ ابْنُ ذَکْوَانَ مُیِّلَا تاکہ یہ شبہ رفع ہو جائے کہ یہاں جَآءَ ذَھَبَ کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ ابن ذکوان صرف شَآءَ میں امالہ کرتے ہیں حالانکہ واقع کی رو سے جَآءَ اور شَآءَ دونوں ہی میں ہے۔

(ش) وَجَآءَ وَفِیْ شَآءَ ابْنُ ذَکْوَانَ مُیِّلَا - فرماتے ہیں کہ اس صورت میں جَآءَ مُیِّلَا کا مفعول ہو جاتا۔ قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں جَآءَ مُیِّلَا کا مفعول ہو جاتا قاریؒ فرماتے ہیں کہ میری اصلاح کا ابو شامہ کی اصلاح سے اولیٰ ہونا ظاہر ہے۔

۳۲۲/۳۲ (ش) وَمَعْ کٰفِرِیْنَ الْکٰفِرِیْنَ کے بجائے مَعَ الْکٰفِرِیْنَ کٰفِرِیْنَ یا کَذَا الْکٰفِرِیْنَ الْکٰفِرِیْنَ کیونکہ اصل شعر سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ وَ اقْتَسْ ۳۲ اور وَ مَعْ ۳۳ کا واو فاصل ہے اور اس صورت میں مطلب یہ نکلتا ہے کہ کٰفِرِیْنَ اور اَلْکٰفِرِیْنَ میں بھی انہی کیلئے امالہ ہے جن کے لئے ھَارٍ میں ہے اور چونکہ یہ دونوں الف کے بعد کسرہ والی را کے باب سے نہیں ہیں جس کا سبب یہ ہے کہ الف اور را کے درمیان کٰفِرِیْنَ میں فا اور ھَارٍ میں واو یا یا فاصل ہے کیونکہ یہ ھَارٍ یَھُوْرُ یا ھَارٍ یَھِیْرُ سے ہے پس اصل میں ھَائِرٌ تھا پھر قلب کے ذریعہ ھَارٍ بن گیا اس لئے یہ شبہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے کہ رُؤیَ سے بَدَا ہُرْ تک کی پانچوں رمزیں ۳۳ کے تینوں کلمات کے لئے ہیں جیسا کہ سَنَکْتُبُ الخ آل عمران ۳۶ میں تین قراءتوں کے لئے ایک ہی رمز لائے ہیں اور اصلاح شدہ میں اس وہم کی گنجائش نہیں۔

(ق) ۳۲۲/۳۲ و ۳۲۳/۳۳ ۳۲ میں لِتَنْتَصِلَا کے بجائے وَ مُیِّلَا اور ۳۳ میں وَ مَعْ کے بجائے مَعَ الْکٰفِرِیْنَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کٰفِرِیْنَ اب پوری وضاحت کے ساتھ نکل آیا ہے کہ دوری اور پورے ابو عمرو دونوں نے کسرہ والی راسے پہلے الف میں بھی امالہ کیا ہے اور کٰفِرِیْنَ اور اَلْکٰفِرِیْنَ کے الف میں بھی اور ابو شامہ کی اصلاح کو اس لئے ناکافی بتلاتے ہیں کہ اس سے وہم پوری طرح رفع نہیں ہوتا کیونکہ جب ۳۲ کے وَاتُقُنْ میں واو موجود ہے تو یہ ممکن ہے کہ اس کو فاصل سمجھکر مَعَ اَلْکٰفِرِیْنَ اور ہَارٍ دونوں ہی کا تعلق آئندہ رموز کے ساتھ کر دیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مَعَ کو حال مقدم قرار دیں اور شرکت اور معیت صرف امالۂ محضہ میں ہو یعنی جس طرح الف کے بعد کسرہ والی را کی قسم یہ دوری اور ابو عمرو کے لئے محضہ تھا اسی طرح کٰفِرِیْنَ اور ہَارٍ میں رَوٰی سے بَہٰ ارتک کی پانچوں رموز والوں کے لئے محضہ ہے۔

٣٣٣/٣٣ (ج) دوسرا مصرع جَمِیْعَ الْبَابِ کے بجائے جَمِیْعَ الْاَصْلِ اس میں اصل سے وہ پوری قسم مراد ہے جس میں را کے کسرہ یا را کے قرب کی بنا پر تقلیل ہے جو شعر ۲۱ تا ۲۷ میں مذکور ہے اور جَمِیْعَ الْبَابِ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ورش ان تمام قسموں اور کلمات میں تقلیل کرتے ہیں جو باب الامالہ کے شروع سے شعر ۲۷ تک مذکور ہیں اور اس سے ایک تو تکرار لازم آتا ہے اور دوسرے یہ وہم بھی ہوتا ہے کہ ۲۸ تا ۳۰ کے دس افعال (خَافَ وغیرہ) میں بھی ان کے لئے تقلیل ہے جو واقع کے خلاف ہے۔

(ق) جَمِیْعَ الْبَابِ کے بجائے ہٰذَا الْبَابِ اور ہٰذَا سے قریب والی قسم کی طرف اشارہ ہے جو شعر ۳۱ تا ۳۴ میں مذکور ہے اس لئے خَافَ وغیرہ کے شامل ہونے کا وہم نہیں ہوتا کیونکہ وہ بعید ہے اور فرماتے ہیں کہ جعبری کا جَمِیْعَ الْاَصْلِ واضح نہیں ہے۔

٣٣٧/٣٧ (ش) وَاِضْجَاعُ کے بجائے وَاَضْجَعَ کیونکہ اس میں تَمِیْمٌ سے پہلے مضاف (حُکْمُ) کی تقدیر کی حاجت نہیں ہوتی اور قاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تَمِیْمٌ کو تَمَام کا مبالغہ مان لیں تو وَاِضْجَاعُ کی صورت میں بھی تقدیر کی حاجت پیش نہیں آتی۔

٣٣١/٤١ اس میں اصلاحات ان تین وجوہ کی بنا پر کی گئی ہیں: ۱ مفاعیل کے وزن والے جز (وَفِي الْکٰفِرُوْنَ) میں قبض (رکاوٹ) ہے ۲ یہ وہم ہوتا ہے کہ لفظ اَلْکٰفِرُوْنَ میں بھی امالہ ہے حالانکہ یہ سورت کا نام ہے جس کو عَابِدُوْنَ کا پتہ بتلانے اور بقرہ ع۱۶ والے عَابِدُوْنَ سے احتراز کرنے کی غرض سے لائے ہیں ۳ یہ وہم ہوتا ہے کہ ابو عمرو ہی کے لئے عَابِدٌ اور عَابِدُوْنَ میں تو بلا خلاف امالہ ہے اور اَلنَّاسِ میں خلاف کے ساتھ ہے چنانچہ ابن قاصح کی اس تقریر سے بھی یہی نکلتا ہے کہ یہاں یہ وہم ہوتا ہے کہ وَفِي الْکٰفِرُوْنَ کا واو فاصل ہے اور وَخُلْفُہُمْ کا واو عاطفہ ہے اور اس صورت میں مطلب وہی نکلے گا جو ابھی گذرا کہ عَابِدٌ اور عَابِدُوْنَ اور اَلنَّاسِ تینوں میں ابو عمرو کے لئے امالہ ہے پہلے دو میں بلا خلاف ہے اور تیسرے میں بخلاف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہے حالانکہ عَابِدٌ اور عَابِدُوْنَ میں صرف ہشام کیلئے اور اَلنَّاسِ میں ابوعمرو کے دوری کے لئے بلاخلاف امالہ ہے اور جعبری کا یہ ارشاد واضح نہیں کہ یہاں سابق کی مناسبت کے سبب وَفِيْ کے واو میں فصل کا اور خُلْفُهٗ کے واؤ میں عطف کا احتمال ہے اور وہ اصلاحات یہ ہیں:

(ق) لَهٗ عَابِدٌ مَعْ عَابِدُوْنَ بِكَافِرُوْ نَ فِي النَّاسِ حَالَ الْجَرِّ طَالَ وَفُصِّلَا

یعنی سورۂ کٰفِرُوْنَ میں عَابِدٌ اور عَابِدُوْنَ کے دونوں کلمات تینوں کا امالہ ان ہی ہشام کے لئے ہے جن کی رمز شعر ۲۲ کے لَامِعٌ میں گذر چکی ہے اور اَلنَّاسِ مجرور کے امالہ میں کلام طویل ہوگیا ہے اور مقصد بالکل واضح ہو گیا ہے۔

(ص) پہلا مصرع كَذَا عَابِدُوْنَ الْكٰفِرُوْنَ وَعَابِدٌ اس اصلاح کی بابت قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ امر واضح ہے کہ عاطف کے محذوف ہونے کے احتمال کی بناء پر یہ وہم اب بھی باقی ہے کہ اَلْكٰفِرُوْنَ بھی امالہ والے الفاظ میں داخل ہے اور الفاظ کی تقدیم و تاخیر جو اصفہانی نے کی ہے اس سے وہم اس لئے رفع نہیں ہو سکتا کہ یہ صورت تو شعر میں وزن کے سبب واقع ہوتی ہی رہتی ہے۔

(ش) وَفِي الْكٰفِرُوْنَ عَابِدُوْنَ وَعَابِدٌ لَهٗ خُلْفُهُمْ فِي النَّاسِ فِي الْجَرِّ حُصِّلَا

فرماتے ہیں کہ اس صورت میں مذکورہ بالا ایہام سے رہائی میسر آجاتی اور خُلْفُهُمْ سے پہلے واو فاصل کی حاجت اس لئے نہیں کہ یہ التباس اور شبہ کا موقع نہیں ہے چنانچہ اس کے بعد حِمَارِكَ شعر ۳۲ بھی اسی باب سے ہے

۳۳۲/۴۲ (ق) وَفِي الْاِكْرَامِ کے بجائے مَعَ الْاِكْرَامِ تاکہ مَعَ - اَلْحِمَارِ سے حال ہو جائے اور جدید متعلق کی تقدیر کی حاجت پیش نہ آئے۔

۳۳۴/۴۴ (ص) فِي الْوَقْفِ عَارِضًا کے بجائے وَقْفًا وَمُدْغَمًا یعنی سکون وقفی ہو خواہ ادغامی اس صورت میں دونوں کا حکم ایک ہی شعر سے نکل آتا اور باب الادغام اور باب الامالہ میں جدا جدا دو شعر لانے کی ضرورت نہ رہتی۔

۳۳۶/۴۶ (ج) كَمُوْسَى الْهُدٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ کے بجائے طَغَا الْمَاءُ مَعْ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فرماتے ہیں کہ اس میں دونوں طرح کی مثالیں آجاتیں اور اس بات کی تصریح ہو جاتی کہ ساکن سے پہلا الف - الف کی صورت میں ہو خواہ یا کی دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے۔

(ق) ۱ فَافْهَمْ کے بجائے وَافْهَمْ تاکہ واؤ فاصل آجائے اور فا اور میم کے رمز ہونے کا شبہ نہ ہو

(ق) ۲ مَعَ ذِكْرَى الدَّارِ کے بجائے وَكَذَا التَّنْوِيْنُ۔

۳۳۷/۴۷ (ق) وَتَنْوِيْنُهٗ فَتْحُ النُّحَاةِ وَبَعْضُهُمْ أَمَالَ وَفَتْحُ السُّوسِ اَجْمَعُ اَشْمَلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں شعروں میں تین شبہات پیدا ہوتے ہیں: ۱؎ ناظم نے یہاں یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جب اماله اور تقلیل والے الف کے بعد کوئی ساکن حرف آجائے تو وہ الف حذف ہو جاتا ہے اور اس سے پہلے حرف میں وصلاً صرف فتحہ ہوگا اور وقفاً چونکہ وہ ساکن الف سے جدا ہو جائے گا اس لئے اب اس الف میں اماله اور تقلیل کے اصول جاری ہوں گے اور اس بارے میں ہر ساکن برابر ہے تنوین ہو یا کوئی اور حرف لیکن چونکہ مثالوں میں تنوین والا اسم نہیں لائے اس لئے شبہ ہوتا ہے کہ شاید اس کا حکم کچھ اور ہوگا۔

۲؎ پھر شعر ۲۸ میں تنوین کا ذکر کر کے اس میں نحاۃ کے مذاہب بتائے ہیں لیکن چونکہ نحاۃ کا لفظ نہیں لائے اس لئے شبہ ہوتا ہے کہ یہ مذاہب قراء کے ہیں حالانکہ قراء کے مذہب پر تنوین والے اسم میں وقفاً صرف اماله ہے۔

۳؎ یہاں ناظم رحؒ نے متقدمین کی اصطلاح پر تفخیم سے فتحہ اور ترقیق سے اماله مراد لیا ہے اس بنا پر کہ تفخیم اور فتحہ میں ملزوم اور لازم کا اور ترقیق اور اماله میں لازم اور ملزوم کا علاقہ ہے کیونکہ تفخیم کے ساتھ صرف فتحہ صحیح ہے اماله اور تقلیل ہرگز درست نہیں اور اسی طرح اماله اور تقلیل کے ساتھ ترقیق ضروری ہے تفخیم درست نہیں اسی لئے مُصَلًّى اور يَصْلٰى میں ورش کے لئے تقلیل کی حالت میں لام کا باریک پڑھنا اور يَرٰى اور تَرٰى میں اماله اور تقلیل والوں کے لئے را کا باریک پڑھنا ضروری ہے لیکن متاخرین کی اصطلاح میں تفخیم حرف کے پُر اور ترقیق باریک پڑھنے کو کہتے ہیں۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہی معنی مراد ہوں اور اصلاح شدہ شعروں میں وَكَذَا التَّنْوِيْنُ سے پہلا اور النُّحَاةُ سے دوسرا اور لفظِ فَتْحَ اور اَمَالَ سے تیسرا شبہ دور ہو گیا۔ پس تنوین کا بھی وہی حکم ہے جو دوسرے ساکنوں کا ہے اور یہ مذاہب نحاۃ کے ہیں نہ کہ قراء کے اور یہ بھی واضح رہے کہ وَقَدْ فَخَّمُوْا الخ دوسری تنبیہ کا جز ہے اس میں کوئی نیا مضمون نہیں ہے۔

بَابُ مَذْهَبِ الْكِسَائِيِّ فِيْ اِمَالَةِ هَاءِ التَّانِيْثِ

اس کے چار شعروں میں سے ۲ دو لئے گئے ہیں

۳۴۱/۲ دوسرا مصرع (ص) وَفِيْهِمَا سِوَاهُ الْفَتْحُ يُوْجَدُ اَفْضَلاً یعنی اگر اَكْهَرُ کے حروف کسرہ اور یاء ساکنہ کے بعد نہ ہوں تو ان میں فتحہ افضل ہے اور اس سے نکل آیا کہ اماله بھی صحیح ہے اور اصل مصرع میں وَيَضْعُفُ ہے جس سے اماله کے غیر صحیح اور متروک ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ قاری رحؒ فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں ایک اور جواب آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ يَضْعُفُ کی ضمیر اضجاع اور اماله کے بجائے سبب الاماله

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ہے۔ یعنی اس صورت میں امالہ کا سبب ضعیف ہے کیونکہ کسرہ اور یا جو قوی سبب ہے وہ اس صورت میں نہیں ہے۔ لیکن احقر کے ذوق میں ضمیر اضجاع کے لئے ہو خواہ سبب کے لئے دونوں کا مآل تقریباً ایک ہی ہے۔

۳۴۲/۴ (ق) لِعِبْرَةٌ کے بجائے كَعِبْرَةٍ اور فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں اسی طرح ہے بھی اور یہی اولیٰ ہے کیونکہ اس سے عِبْرَةً یوسف (ع) بھی شامل ہو جاتا ہے۔

(ش) وَلَيْكَةٌ کے بجائے وَأَيْكَةٌ تاکہ حجازی اور شامی قراءۃ کے موافق ہونے کے بجائے خود کسائی کی قراءۃ کے مطابق ہو جائے۔

(ق) أَيْضًا كَعِبْرَةٍ مِائَةٌ وِجْهَةٌ وَلَيْكَةٌ وَقَدْ حُكِي
سِوَى أَلِفٍ عِنْدَ الْكِسَائِيُّ تَمَيَّلَا

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اعتماد پہلے قول پر ہے جس میں تفصیل ہے اور دوسرا قول جس کی رو سے الف کے سوا سب حروف میں امالہ ہے متروک ہے یہ صاحب الشاذ کی تحقیق ہے۔ پھر فرماتے ہیں چونکہ دانی کی کتاب الامالہ سے مجھ پر واضح ہوگیا کہ دوسرا قول متروک نہیں ہے اس لئے میں نے اس اصلاح سے رجوع کرلیا۔

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِي الرَّاءَاتِ

اس کے سولہ شعروں میں سے چار لئے گئے ہیں

۳۴۴/۲ (ق) فَصْلًا کے بجائے مَنْعًا فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر ہے۔

۳۴۵/۳ (ق) دوسرا مصرع عُزَيْرٌ وَّتَكْرِيرٌ لَّهَا لِتَعَادُلَا تاکہ عزیر بھی عجمی کلمات میں داخل ہو کر ترقیق سے مستثنیٰ ہو جائے اور فرماتے ہیں چونکہ اس کے عجمی ہونے میں اور تفخیم اور ترقیق میں اختلاف ہے اس لئے تفخیم ہی صحیح ہے لیکن چونکہ تیسیر میں وَلَنْقَصَ مَذْهَبَهُ مَعَ الْكَسْرَةِ فِي الْقِسْمَيْنِ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ورش نے دونوں قسموں میں کسرہ ہی کے بعد والی را کو ترقیق سے مستثنیٰ کیا ہے نہ کہ یا ساکنہ کے بعد والی را کو بھی اور دونوں قسموں سے مراد یہ دو ہیں: ۱۔ را اور کسرہ کے درمیان فاصلہ ہو ۲۔ کسرہ را سے متصل ہو اور دونوں کے درمیان کوئی ساکن نہ آرہا ہو اس لئے عجمی کلمات میں بھی تفخیم کسرہ ہی کے بعد ہوگی اور عُزَيْرٌ میں را یا ساکنہ کے بعد ہے اس لئے اس میں صرف ترقیق ہے۔

۳۴۶/۴ (ش) وَسِتْرًا رَقِيقٌ قُلْ خَبِيرًا وَّشَاكِرًا لِلَاكْثَرِ ذِكْرًا فَخَّمَ الْجِلَّةُ الْعُلَا

اس میں یہ بتلایا ہے کہ تنوین والی را کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ سِتْرًا جیسی مثالوں میں صرف ترقیق، خَبِيرًا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَاكِرًا جیسی مثالوں میں اکثر کے مذہب پر ترقیق ہے ذِكْرًا وَ سِتْرًا جیسے کلمات میں اکثر کے مذہب پر تفخیم ہے لیکن نظم کے طریقے سے سِتْرًا کی طرح خَبِيْرًا میں بھی صرف ترقیق ہے۔ پس اصل شعر کے خلاف اصلاح شدہ ان تینوں قسموں کو شامل ہے۔

(ق) وَسِتْرًا کے بجائے كَسِتْرًا اور باقی بالکل شین والے کی طرح اور فرماتے ہیں کہ واو سے انھی مثالوں کے ساتھ مخصوص ہونے کا وہم ہوتا ہے اور کاف سے عموم حاصل ہوگیا۔

(ج) كَذِكْرًا تَرْقِيْقُ لِلْاُوْلٰى وَشَاكِرًا خَبِيْرًا لِاَعْيَانٍ وَسِتْرًا تَعَدَّلَا

فرماتے ہیں کہ اس طرح کہتے تو اس میں ان تینوں قسموں کی تصریح ہوجاتی جو ابھی شین کے ذیل میں گذریں اور اصل یہ ہے کہ یہاں ابو شامہ نے سہو کی بنا پر ذِكْرًا کے باب میں ضمہ والی را کو بھی شامل کرکے اس میں بھی تفخیم بتائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ شیخ سخاوی نے ذِكْرًا کے باب سے وہ الفاظ مراد لئے ہیں جن میں را فتحہ والی ہو اور اس کے بعد تنوین ہو اور را سے پہلے ساکن ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو اور فرماتے ہیں کہ اس میں تفخیم اکثر کا مذہب ہے پھر اس کی وجہ بتائی ہے کہ اس باب میں را تنوین اور ساکن کے درمیان آرہی ہے اس لئے تفخیم کی وجہ قوی ہوگئی۔ انتہی میں (ابو شامہ) کہتا ہوں کہ مجھے اس بارہ میں فتحہ اور ضمہ والی را میں ذرا بھی فرق نظر نہیں آتا بلکہ ضمہ والی میں بدرجہ اولی تفخیم ہونی چاہیئے کیونکہ اس میں تو تنوین کے ساتھ ضمہ جیسی ثقیل حرکت بھی موجود ہے اور اس کی مثال وَهٰذَا ذِكْرٌ میں ہے اور تعجب ہے کہ اس تقریر کو جعبری نے بھی تسلیم کے ساتھ لیا ہے اور تکلف اختیار کرکے اس کو ناظم کے کلام وَتَفْخِيْمُهُ ذِكْرًا وَسِتْرًا سے بھی نکالنے کی کوشش کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ ناظم کی دو مثالیں عموم بتانے کے لئے ہیں پس ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ ضمہ والی را کی مثال ہے اور اس پر جو نصب آرہا ہے وہ مصدر تفخیم کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر ہے اور اگر اس کو حکائی اعراب سے لاتے تو عمدہ تر ہوتا (قاری)

۳۵۰/۸ (ش) وَمَا بَعْدَهُ صَادٌ وَّضَادٌ وَّطَاءُ وَقَا فٌ فَخِّمْ لِكُلٍّ خُلْفُ فِرْقٍ تَسَلْسَلَا

فرماتے ہیں کہ یہ ایک ہی شعر اس باب کے شعر ۸ و ۹ کے بجائے کافی ہوجاتا نیز شعر ۸ کی عبارت میں جو دو اشکال ہیں ان سے بھی نجات ہوجاتی اور وہ یہ ہیں: ۱ مَا سے مراد کیا ہے ۲ فَرَاءُهُ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے اور اس کا حل اس طرح فرماتے ہیں کہ مَا سے مراد وہ لفظ ہے جس میں کسرہ کے بعد راء ساکنہ ہو اور فَرَاءُهُ کی ھا - مَا یعنی اسی لفظ کے لئے ہے اور سخاوی کی رائے پر مَا سے مراد وہ را ہے جس کے بعد استعلا کا حرف ہو اور فَرَاءُهُ کی ضمیر یا تو مَا کے لئے ہے یا حَرْفُ الْاِسْتِعْلَاءِ کے لئے ہے اور ان دونوں تقدیروں پر اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ را کی طرف راجع کرنے میں تو اضافۃ الشئ الی نفسہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لازم آتی ہے اس لئے کہ تقدیر قراءۃ الرّاءِ ہو جاتی ہے اور حُرُوفُ الاِسْتِعْلَاءِ کی طرف راجع کی جائے تو ھما جو مبتدا ہے وہ بلا عائد رہ جاتا ہے نیز اصل شعر میں یہ وہم بھی ہوتا ہے کہ کسرہ کے بعد والی رائے ساکنہ کے بعد استعلاء کے ساتوں حروف قرآن میں آئے ہیں۔

بَابُ اللَّامَاتِ

اس کے چھ شعروں میں سے چار لئے گئے ہیں

۳۵۹ (ق) فتح لَام کے بجائے لَامَ فتحٍ۔ کیونکہ تغلیظ حرف میں ہوتی ہے نہ کہ حرکت میں۔

۳۶۱ (ش) وَعِنْدَمَا۔ یُسَکَّنُ وَقْفًا کے بجائے۔ وَنَحْوِہِ۔ وَسَاکِنِ وَقْفٍ۔

(ج) وَفِي طَالَ خُلْفٌ مَعْ فِصَالًا کے بجائے وَاِنْ فَصَلَ الْهَادِيْ بِخُلْفٍ اور هَادِيْ سے مراد الف ہوائیہ ہے۔

(ق) وَفِي طَالَ خُلْفٌ کے بجائے کَطَالَ بِخُلْفٍ اور فرماتے ہیں کہ تغیر کی کمی کی بنا پر یہ سب سے اولی ہے اور یہ تینوں تصرفات صرف اس لئے ہیں کہ قاعدہ یَصْلٰھَا کو بھی شامل ہو جائے۔

۳۶۲ (ق) اِعْتَلَا کے بجائے وَلَا جس میں واو عاطفہ ہے اور لَا نافیہ ہے اور اس کے بعد اس شعر کا اضافہ

تُفَخِّمُ ذَاتَ الْيَاءِ قَبْلَ مُمَالِهَا   وَلَا فِي زَمَانِ الْفَتْحِ تَرْقِيْقُهَا اعْتَلَا

کیونکہ اصل شعر میں اِعْتَلَا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ رؤس آیات میں لام کی تغلیظ و فتح بھی جائز ہے اور اصلاح شدہ سے یہ مطلب نکل آیا کہ رؤس آیات میں صرف ترقیق و امالہ ہے اور اضافہ میں یہ مسئلہ بیان کر دیا کہ یائی کلمات میں امالہ کے ساتھ تغلیظ اور فتح کے ساتھ لام کی ترقیق منع ہے پس یَصْلٰی وغیرہ میں لام کو پُر پڑھتے ہوئے صرف فتحہ اور باریک پڑھتے ہوئے فقط امالہ بین بین پڑھنا چاہیئے۔

۳۶۴ (ش) تُفَخِّمُوْہُ کے بجائے تُفَخِّمُوْهَا تاکہ یُرَقِّقُهَا اور تُفَخِّمُوْهَا دونوں اس بات میں یکساں ہو جائیں کہ دونوں کا مفعول مؤنث کی ضمیر ہے جو لام کے لئے ہے اور اصل میں جو مذکر کی ضمیر ہے وہ لفظ اللہ کے لئے ہے اور علی قاری کی رائے پر اس میں بھی کوئی بُعد نہیں ہے کہ اس سے پہلے مضاف مقدر مان لیا جائے پس تُفَخِّمُوْہُ کی تقدیر تُفَخِّمُوْا لَامَ اللّٰہِ ہوگی۔

بَابُ الْوَقْفِ عَلٰی اَوَاخِرِ الْكَلِمِ

اس کے گیارہ شعروں میں سے چار لئے گئے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۶۸/۴ (ق) پہلا مصرع وَرُمْتَ اِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ بَعْضَهُ۔ کیونکہ اصل مصرع میں اَلْمُحَرَّكِ ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اگر ہلکی آواز سے پوری حرکت سُنا دی جائے تو وہ بھی روم ہے حالانکہ روم میں پوری حرکت کا ادا کرنا قطعاً جائز نہیں اور اصلاح شدہ میں بَعْضَهُ کے لفظ سے یہ وہم رفع ہو گیا اور فرماتے ہیں کہ وَاقِفًا کی قید کی حاجت اس لئے نہیں کہ کلام وقف ہی میں ہو رہا ہے اور روم بھی اسی کی ایک قسم ہے۔

۳۷۱ (ق) وَلَمْ يَرَهُ فِي الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ کے بجائے وَلَمْ يَرَ رَوْمَ الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ کیونکہ اصل شعر میں جو منصوب ضمیر ہے وہ ظاہراً تو روم ہی کے لئے ہے اس بنا پر کہ وہ ضمیر سے قریب تر ہے نیز فتحہ اور نصب میں اشمام بلا خلاف منع ہے اور اختلاف صرف روم میں ہے کیونکہ قراء کے یہاں تو فتحہ میں نہیں ہے اور نحاۃ کے یہاں اس میں بھی ہے لیکن اس ضمیر میں اس کے علاوہ تین احتمال اور ہیں: ۱۔ شعر ۳۷۰ کے يَعْلُهُمَا کے ۲۔ كُلٌّ وَاحِدٍ کے ۳۔ مذکور کے لئے ہو اور ان تینوں صورتوں میں مطلب یہ نکلتا ہے کہ قراء کے یہاں فتحہ اور نصب میں اشمام و روم دونوں منع ہیں یہاں تک تو صحیح ہے اور نحاۃ کے یہاں اشمام و روم تینوں حرکتوں میں جائز ہیں۔ حالانکہ فتحہ اور کسرہ میں اشمام کسی کے قول پر بھی نہیں ہے اور اصلاح شدہ میں لفظ روم سے ظاہر ہو گیا کہ اختلاف صرف روم میں ہے کہ نحاۃ کے یہاں تینوں حرکتوں میں صحیح ہے اور قراء کے یہاں صرف کسرہ اور ضمہ میں صحیح ہے فتحہ میں نہیں اور اشمام میں کوئی اختلاف نہیں۔

(ق) دوسرا مصرع وَعَنْ سِيبَوَيْهِ الرَّوْمُ فِي غَيْرِ مَا تَلَا کیونکہ اصل مصرع میں یہ احتمال تھا کہ نحو کے امام نے فتحہ کا روم قراء سے بھی روایت کیا ہو گا جیسا کہ فراء نے قراء ہی سے روم کا ناجائز ہونا روایت کیا ہے اور اس سے یہ نکلتا تھا کہ ایک روایت پر قراء کے یہاں بھی فتحہ میں روم جائز ہے اور اصلاح شدہ مصرع میں فِي غَيْرِ مَا تَلَا سے متعین ہو گیا کہ فتحہ کا روم غیر قرآن یعنی لغت میں ہے۔

۳۷۳/۹ (ج) دوسرا مصرع وَعَارِضِ تَحْرِيكٍ مُحَقَّقٍ عُطِّلَا۔ یعنی جو حرکت محض اور ہر اعتبار سے عارضی ہو کہ حکماً بھی لازمی نہ ہو اس میں بھی روم و اشمام دونوں معطل اور اس سے علیحدہ کر دئیے گئے ہیں۔ پس مُحَقَّقٌ کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حَيْثُ اور اَمْسِ اور يُشَاقِّ وغیرہ کی اور نقل کی تقدیر پر مِلْءُ اور اَسْوَءُ وغیرہ کی حرکت لازمی بن گئی اور ان میں روم و اشمام کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۷۴/۱ (ق) پہلے مصرع میں قَوْمٌ کے بجائے بَعْضٌ فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر ہے کیونکہ قاف میں رمز ہونے کا شبہ ہوتا ہے اور بَعْضٌ کی با میں اس لئے نہیں ہوتا کہ اس کے بعد دوسرا وَبَعْضُهُمْ بھی آرہا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں مذاہب بتا رہے ہیں۔

(ق وش) دوسرے مصرع میں وَمِنْ قَبْلِهٖ کے بجائے وَمِنْ قَبْلِهَا یہ قاری رحمہ اللہ کے قول پر واضح تر تھا اور ابو شامہ کی رائے پر جائز اور خوب تر تھا اور فرماتے ہیں کہ وزن میں بھی اس کی گنجائش تھی کیونکہ اس صورت میں یہ متعین ہو جاتا کہ ضمیر ھَا کے لئے ہے اور اب دو احتمال ہیں، ۱ ھَا کیلئے ۲ اضمار کیلئے ہو۔

بَابُ الْوَقْفِ عَلٰى مَرْسُوْمِ الْخَطِّ

اس کے گیارہ شعروں میں سے ایک لیا گیا ہے۔

۳۸۱/۶ (ق) دوسرا مصرع وَلِلْكُلِّ مُرْتَلًا کے بجائے لَا اللَّامَ حُصِّلَا کیونکہ اصل شعر میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ مَالِ میں مَا پر ابو عمرو ہی کیلئے وقف جائز ہے باقین کیلئے نہیں حالانکہ جعبری رحمہ اللہ کی تحقیق کی رو سے مَا پر سب کیلئے جائز ہے اور اصلاح شدہ سے یہ وہم رفع ہو گیا اور یہ بات متعین ہو گئی کہ ابو عمرو کی خصوصیت اس اعتبار سے ہے کہ وہ مَا ہی پر وقف کرتے ہیں لام پر نہیں کرتے اور اس کے بعد کسائی اور باقی پانچ کا مذہب بتانے کے لئے اس شعر کا اضافہ کیا ہے وَقَدْ جَوَّزَ الْبَاقُوْنَ وَقْفًا عَلَيْهِمَا + وَبِالْخُلْفِ فِي اللَّامِ الْكِسَائِيُّ رَتَّلَا اور باقین نے دونوں پر وقف جائز بتایا ہے اور کسائی نے لام پر خلاف کے ساتھ وقف کیا ہے اور اس کو ترتیل سے پڑھا ہے۔

بَابُ مَذَاهِبِهِمْ فِيْ يَاءَاتِ الْإِضَافَةِ

اس کے تینتیس شعروں میں سے سات لئے گئے ہیں۔

۳۸۸/۲ (ق) لِلْهَاءِ وَالْكَافِ کے بجائے لِلْهَا أَوِ الْكَافِ کیونکہ اصل شعر میں یہ ماننا ضروری ہے کہ واو اَوْ تخییریہ کے معنی میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یا کی جگہ ھَا اور کاف میں سے ایک ہی آسکتا ہے جس کو چاہیں لے آئیں اور دونوں کا ایک دم نہ آنا ظاہر ہے اور اصلاح شدہ میں خود اَوْ آرہا ہے پس اس میں تاویل کی حاجت نہیں۔

۳۹۰/۴ (ق) سَمَا فَتْحُهَا کے بجائے سَمَا حَرَّكُوْا یا فَحَرِّكْ سَمَا واضح تر تھا کیونکہ تحریک سے مذکور کے لئے فتحہ اور اس کی ضد سے باقین کے لئے سکون نکل آتا اور اس تاویل کی حاجت نہ ہوتی کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں دوسری قراءۃ نظم کی دلالت سے یا شعر ۳۳ کے سکونہا لکل سے نکلتی ہے۔

۲۹۳/۷ (ق) وَلِلْبَصْرِیْ کے بجائے وَعَنْ بَصْرٍ تاکہ یہ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے کہ لام عن کے معنی میں ہے

(ج وش) تُنَجِّلَا کے بجائے تَنَحَّلَا معروف کے صیغہ سے اور اس صورت میں الف تثنیہ کیلئے ہوتا اور فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر اور خوب تر تھا اس بناپر کہ معنیٰ یہ ہو جاتے کہ ان نافع اور بصری سے ایسی آٹھ یا آت ہیں جن کو ان دونوں نے فتحہ دینے کے لئے چن لیا ہے۔

۲۹۷/۱۱ (ق) وَیَحْزُنُنِیْ کے بجائے لِیَحْزُنُنِیْ اولیٰ تھا تاکہ بلاضرورت رسم کی مخالفت لازم نہ آتی۔

۱۸۰/۲ (ق) یَتَفَتَّحُ کے بجائے وَتَفَتَّحَ کیونکہ اصلی شعر میں یہ احتمال ہے کہ کوئی وَ اَوْلِی کے واؤ کو فاصل قرار دیکر لام کو رمز سمجھ لے۔

۴۱۱/۲۵ (ج) وَسَبْعٌ بِهَمْزِ الْوَصْلِ فَرْدًا وَفَتْحُهَا

خَفِیْفٌ وَ اِلَیَّ مَعْ اَخِیْ دَائِمًا حَلَا

اس سے بیان کی ترتیب پہلی چار قسموں کے مطابق ہو جاتی یعنی چونکہ ابو عمرو کیلئے اس قسم کی سات یاآت میں فتحہ ہے اس لئے پہلے اصل کے طور پر ان کا ذکر آ جاتا پھر دوسرے حضرات تابع ہو کر شریک ہو جاتے۔

۴۱۲/۲۶ وَنَفْسِیْ (سَمَا) ذِکْرِیْ (سَمَا) کے بجائے وَنَفْسِیْ مَعْ ذِکْرِیْ (سَمَا) اس صورت میں (سَمَا) کو دوبارہ لانے کی حاجت نہ ہوتی۔

بَابُ یَاءَاتُ الزَّوَائِدِ

اس کے پچیس ۲۵ شعروں میں سے چار ۴ لئے گئے ہیں

۴۲۲/۴ (ق) نَوَامِعًا کے بجائے کَوَامِلًا اس بنا پر کہ تَسْئَلْنِیْ کی یا میں ابن ذکوان کے لئے بھی حالین میں خلاف ہے لیکن چونکہ وہ بار سمّا ثابت ہے۔ اس لئے وہ زوائد میں شامل نہیں لیس احقر کے خیال میں اس اصلاح کی حاجت نہیں۔

۴۲۳/۴ (ق) دوسرا مصرع دِیْنْ یُؤْتِیَنْ کَهْفٍ تُعَلِّمَنِیْ وِلَا اس میں کہف کے لفظ سے واضح ہو گیا کہ یَهْدِیَنِ سے کہف والا مراد ہے نہ کہ قصص والا اور جعبری کہف کی قید لفظ وِلا سے نکالتے ہیں یعنی وہ یَهْدِیَنِ جو یُؤْتِیَنِ اور تُعَلِّمَنِیْ سے متصل ہے اور وہ یہی کہف ع۳ والا ہے رہا قصص ع۲ والا سو وہ تُعَلِّمَنِیْ سے دور ہے اور ابو شامہ وِلَا کو تینوں لفظوں سے حال بناتے ہیں یعنی یَهْدِیَنِ اور یُؤْتِیَنِ اور تُعَلِّمَنِیْ تینوں اتصال والے ہیں چنانچہ سب کے سب سورۂ کہف ہی میں ہیں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصص والا مراد لینے کی صورت میں یہ اتصال قائم نہیں رہتا نیز فرماتے ہیں کہ یقصِ بِنِی قصص کا ذکر شعر ۲۲
میں بھی آرہا ہے اس سے تھا آیا کہ یہاں ۲۲ میں وہ مراد نہیں۔

۲۳۹/۲۰ (ش) ۲ دوسرا مصرع ۔ وَاتَّبِعُونِي زُخْرُفِ جَجَّ وَاعْتَلَا ۔ ۲ وَ وَاتَّبِعُونِي زُخْرُفِ اتَّبِعْ فَتَى الْعَلَا کیونکہ اصل شعر میں جَجَّ فِي الزُّخْرُفِ الْعُلَا ہے اور اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جَجَّ کی حائی طرح الْعُلَا کا ہمزہ بھی رمز ہے اور فِي الزُّخْرُفِ چونکہ وَاتَّبِعُونِي کے لئے قید ہے اجنبی نہیں اس لئے اس کا فاصلہ وہم کے دور کرنے کے لئے کافی نہیں۔ پس یہ فاصلہ ایسا ہی ہے جیسے دو رمزوں کے درمیان لفظ خلاف سے یا دو قیدوں کے درمیان رموز سے فاصلہ لاتے ہیں دیکھو بخلفهما تبرا باب الهمزتین من کلمة۔ ۱۵ اور وَالْعَيْنُ فِي الْكُلِّ ثَقِّلَا + كَمَا دَارَ وَاقْصُرْ بقرہ۔ ۲۷۲ پس جس طرح قیدوں کے درمیان رمز سے فاصلہ لانا صحیح ہے اسی طرح اس کے عکس کی بھی گنجائش ہے اور دیباچہ میں جو یہ اصطلاح بیان فرمائی ہے کہ کلمہ قرآنی کے بعد اس کے قراء کی رموز اور ان کے بعد واو فاصل آئے گا اس سے یہ اشکال اور بھی قوی ہو جاتا ہے کیونکہ اس شعر میں حا اور ہمزہ کے درمیان واو فاصل نہیں لائے۔

(ق) فِي الزُّخْرُفِ الْعَلَا کے بجائے فِي زُخْرُفٍ وَّلَا اس اصلاح کی وجہ بھی وہی ہے جو اوپر درج ہوئی۔

۲۴۴/۲۴ (ق) هُمْ رُدُوهُم کے بجائے فُرْدُهُم تاکہ اس سے فرشی اختلافات کا مراد ہونا متعین ہو جائے نیز رموز کے مراد ہونے کا احتمال بھی نہ رہے۔

بَابُ فَرْشِ الْحُرُوفِ

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

اس کے ایک سو اٹھائیس شعروں میں سے چالیس میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کیا گیا ہے۔

۲۵۳/۹ (ش) دوسرا مصرع ۱ وَفِي الْكُلِّ وَعَدْنَا ۲ وَجُمْلَةُ وَعَدْنَا بِلَا أَلِفٍ حَلَا اس سے ابوعمرو کی قراءۃ بیان سے اور باقین کی تلفظ سے نکل آتی ۔ ۲ اصلی مصرع سے اس میں چونکہ تلفظ بھی ابوعمرو کی قراءۃ کے موافق کیا ہے اس لئے دوسری قراءۃ متعین نہیں ہوتی کیونکہ الف کی نفی کی ضد الف کا اثبات ہے اور اس میں دو احتمال ہیں: ۱ الف واو کے بعد ہو اور قراءۃ وَعَدْنَا ہو ۲ واو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے ہو اور قراءۃ اَوْعَدْنَا ہو اور اوّل واقع کے موافق اور ثانی خلاف ہے۔

(ش) ؁ وَعَدْنَا وَعَدْنَاكُمْ بِلَا اَلِفٍ حَلَا اس صورت میں یہ بات واضح ہو جاتی کہ الف کے حذف و اثبات کا اختلاف اس وَعَدْنَا میں ہے جو بقرہ ع اور اعراف ع و طٰہٰ ع میں ہے کیونکہ اوّل سے مراد وہ ہے جس کے بعد ضمیر مفعول قطعاً نہ ہو اور یہ بات بقرہ اور اعراف والے میں ہے اور ثانی سے وہ وَعَدْنَا مراد ہے جس کے بعد کُمْ ہو جو طٰہٰ ع والے میں ہے پس قصص ع و زخرف ع والے وَعَدْنٰهُ اور وَعَدْنٰهُمْ نکل گئے کیونکہ اوّل میں ہٗ اور ثانی میں ھُمْ ہے۔ پس ان میں کسی کے لئے بھی الف نہیں ہے۔ رہا اصل مصرع سو اس میں جَمِيْعًا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ وَعَدْنَا میں پانچوں جگہ الف کے حذف و اثبات کا اختلاف ہے جس کے لئے یہ جواب دینے کی حاجت پیش آتی ہے کہ وَعَدْنَا سے مراد وہ ہے جو طور کے وعدہ کے معنیٰ میں ہے اور یہ بات بقرہ اعراف طٰہٰ والے ہی میں ہے۔

(ج) وَعَدْنَا وَ وَعَدْنَاكُمْ قَصْرُهَا حَلَا فرماتے ہیں کہ اس سے اشکال رفع ہو جاتا لیکن قاریؒ کی رائے پر اشکال اب بھی باقی ہے اس لئے کہ قصص اور زخرف میں بھی لفظ وَعَدْنَا ہے پس صرف جَمِيْعًا کے کم کر دینے سے اشکال رفع نہیں ہو سکتا اور اظہر یہ ہے کہ ان دونوں کا متفق علیہ ہونا مشہور ہے۔ اس پر اعتماد کر کے ان کے خارج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

(ص) وَعَدْنَا كَالْاَعْرَافِ وَّطٰهٰ اقْصُرْ حَلَا اس میں تینوں سورتوں کا ذکر صراحۃً آگیا اور اشکال بالکل رفع ہو گیا۔

۴۵۱ (ق) تَلَا کے بجائے وَلَا اَیْ وَلَا یُقَاسُ غَيْرُهٗ عَلَيْهِ مِنْ مُّضَارِعٍ مَّرْفُوْعٍ وَّاِنْ كَانَ فِیْ اٰخِرِهٖ رَاءٌ یعنی اسکان اور اختلاس کا حکم انہی پانچ مضارعوں میں منحصر ہے کسی اور مرفوع مضارع کا ان پر قیاس کیا درست نہیں گو اس کے آخر میں را بھی ہو پس وَ نُ ... قُرِّعَنْكُمْ وغیرہ کی را پر کامل ضمہ ہے اور ایک روایت کی رو سے شعر میں وَيُشْعِرُكُمْ وَيَنْصُرُكُمْ ... قرآنی ترتیب کے خلاف ہے۔

(ص) وَسَكِّنْ بِشَیْرٍ حَمَّ بَارِئِكُمْ وَيَا مُرُكُمْ ... قاری نے اس شعر کا اتنا ہی حصہ تحریر فرمایا ہے بعد کا حصہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اصفہانی کی اصلاح میں کیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح کہتے تو ان کلمات کی شرح میں کلمات کی حاجت پیش نہ آتی۔

(ش) وَاِسْكَانُ بَارِئْكُمْ کے بجائے وَبَارِئْكُمْ سَكِّنْ ... کے بجائے ... اس صورت میں پانچ الفاظ ... بَارِئِكُمْ بھی استثناء کے باب سے ہو جاتا اور یہ شبہ نہ رہتا کہ شعر میں بَارِئِكُمْ میں دوسروں کی قرأت نہیں سکتی کیونکہ وَاِسْكَانُ بَارِئِكُمْ میں وزن کی بنا پر ہمزہ کا ساکن پڑھنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے نیز تلا کی تا میں دوری کی رمز ہونے کا بھی شبہ ہے۔

۴۵۹ (ق) وَقَالُوْنُ فِي الْاَحْزَابِ فِي لِلنَّبِيِّ کے بجائے وَقَالُوْنُ فِي الْاَحْزَابِ حِلُّ لِلنَّبِيِّ الخ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی کہ ان دونوں موقعوں میں قالون کیلئے ابدال و ادغام صرف وصلاً ہے۔

(ج) مُبْدِلًا کے بجائے مُوْصِلًا یہ قاف والی اصلاح سے اولیٰ ہے کیونکہ اس سے وصل کی تقید بھی ظاہر ہوگئی اور تغییر بھی زیادہ نہیں ہوا۔

۴۶۱ و ۴۶۲ (ش) ۱۶ کا دوسرا مصرع وَهُزْءًا وَكُفُوًا سَاكِنًا الضَّمِّ فُصِّلَا فرماتے ہیں کہ اس صورت میں شعر ۱۷ کے وَضُمَّ لِبَاقِيهِمْ کی ضرورت نہ رہتی پھر ۱۷ کو اس طرح لاتے:

وَاَبْدَلَ وَاوًا هُزُوًا عِنْدَ وَقْفِهٖ ۔۔۔ وَحَفْصٌ كَذَا فِي الْوَصْلِ وَالْوَقْفِ اَبْدَلَا

اور یہ اصلاح اس لئے کی ہے تاکہ حفص کی قراءت خوب وضاحت کے ساتھ نکل آئے۔

۴۶۲ (ش) وَفِي الْوَقْفِ عَنْهُ الْوَاوُ اَوْلٰى وَضَمَّ غَيْرُ

رُهٗ وَلِحَفْصٍ الْوَاوُ وَقْفًا وَمَوْصِلًا

ابو شامہ فرماتے ہیں کہ میں نے قصیدے کے ایک نسخہ میں جو بعض شیوخ کے قلم سے ہے اور ابو عبد اللہ قرطبی کے اس نسخہ سے منقول ہے جو ان کے سامنے پڑھا بھی گیا ہے اور انھی کی زبان سے سنا بھی گیا ہے وَضُمَّ لِبَاقِيهِمْ کے بجائے مذکور بالا شعر دیکھا ہے جو معناً اصل شعر کے ساتھ متحد ہے اور لفظاً مخالف ہے اور ناظم نے دونوں میں اختیار دیا تھا کیونکہ ان میں سے ہر ایک شعر دوسرے کے معنی ادا کرتا ہے۔ اور یہ شعر حفص کی قراءت کے بیان میں واضح تر ہے اور اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ حمزہ کے لئے هُزُوًا اور كُفُوًا میں وقفاً نقل بھی ہے لیکن رسم کی موافقت کی بنا پر واو سے ابدال اولیٰ ہے اور ابو العباس مہدوی ہدایہ کی شرح میں نقل کو اولیٰ کہتے ہیں۔

۴۶۳ (ج) خَطِيئَتُهُ التَّوْحِيدُ ہمزہ کے بعد الف کے اثبات سے فرماتے ہیں کہ اس صورت میں أَعْوَلَا کا وزن بھی کامل ہو جاتا اور دونوں قراءتیں بھی نکل آتیں یعنی نافع کی تلفظ سے اور دوسری قراءۃ قید سے لیکن اپنی اصطلاح پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو قبض سے لائے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب جمع کو بلا قید لاتے ہیں تو اس سے جمع صحیح ہی مراد ہوا کرتی ہے کیونکہ یہ جمع کے بارہ میں واضح تر ہے اور اس کا کامل فرد ہے اور جن حضرات نے اس کو مبہم کہدیا ہے وہ اس باریکی کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ روایت کی رو سے خَطِيئَتُهُ واحد کے صیغہ سے ہے اور اصفہانی کہتے ہیں کہ مشہور روایت بھی یہی ہے پس اولیٰ یہ ہے کہ شعر میں اس کو جمع سے پڑھا جائے تاکہ دوسری قراءت میں جمع تکسیر کے مراد ہونے کا وہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی نہ رہے جو شاذ قراءتوں میں آئی ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ ناظمؒ کے کلام میں بھی علامت موجود ہے جو جمع صحیح کے مراد ہونے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ موصوف اس کو تا کے ضمہ سے لائے ہیں پس گویا یہ فرمایا ہے کہ اس کی تا پر سب کے لئے ضمہ ہے۔

۴۶۴/۲ (ق) وَلِلنَّاسِ حُسْنًا ضَمُّهُ مَعْ سُكُونِهِ   وَقُلْ حَسَنًا شُكْرًا أَبِي بَعْضِهِ اقْتَبَلَا

اس میں وہ شبہ نہیں ہوتا جو اصل شعر میں ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ شاید وہ اختلاف جو یہاں بیان ہو رہا ہے وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا میں ہو۔

۴۶۴ و ۴۶۵/۲۰ و ۲۱ (ش) وَقُلْ حَسَنًا شُكْرًا وَحُسْنًا سِوَاهُمَا
وَتَظَّهَّرُوْ تَظَّهَرُ الْخِفُّ ثُمِّلَا

اس صورت میں حُسْنًا کی دونوں قراءتیں تلفظ سے نکل آتیں اور دو شعروں کے بجائے یہ ایک ہی کافی ہو جاتا اور فرماتے ہیں کہ اصلاح بر تَظَّهَرُوْ میں نون کا حذف ضرورت کی بنا پر ہے اس لئے کہ وہ تو کسی کی بھی قراءۃ نہیں ہے۔ ۲۰ میں وَسَاكِنِيهِ کے بجائے وَتَسْكِينِيهِ تاکہ مصدر کا عطف مصدر پر ہو جائے اور یہ کہنے کی حاجت پیش نہ آئے کہ بِضَمِّهِ کی تقدیر بِذِي ضَمِّهِ ہے۔

۴۶۶/۲۲ (ش) أُسَارٰى قُلْ أَسْرٰى نَزْرُ وَضَمُّ مُحَرِّكًا
لِتَفْدُوهُمْ وَامْدُدْهُ إِذْ رَاقَ نُفِّلَا

اس سے تُفَادُوهُمْ کی دونوں قراءتوں کی سب قیود صراحۃً نکل آئیں۔

۴۶۷/۲۳ (ش) پہلا مصرع وَإِسْكَانُ دَالِ الْقُدُسِ فِي كُلِّ مَوْضِعٍ کیونکہ اصل شعر میں حَيْثُ ہے جو اسکان کا ظرف ہے اور مصدر کا مقدم ظرف میں عمل کرنا گو توسع کی بنا پر صحیح ہے جیسا کہ اکثر محققین نے تصریح کی ہے اور ناظمؒ کا مسلک بھی یہی ہے لیکن یہ اجماعی نہیں۔

۴۶۸ تا ۴۷۰/۲۴ تا ۲۶ (ش) وَيُنْزِلُ مَضْمُومُ الْمُضَارِعِ خِفَّهُ   لِحَقٍّ عَلٰى أَيِّ الْحُرُوفِ تَنَقَّلَا
وَخَفَّفَ لِلْبَصْرِيْ بِسُبْحَانَ وَالَّذِيْ   فِي الْأَنْعَامِ لِلْمَكِّيِّ وَفِي الْحِجْرِ ثُقِّلَا
لِكُلٍّ وَحَقٌّ شَاعَ مُنْزِلُهَا وَيُنْـ   ـزِلُ الْغَيْثَ تَخْفِيفًا بِحَرْفَيْنِ أُسْجِلَا

یہ تینوں شعر قیود اور تفصیل کے بارے میں اصل اشعار سے واضح ہیں۔

۲۴ وَيُنْزِلُ حَقٌّ خِفَّهُ كَيْفَ مَا أَتٰى   وَلٰكِنَّهُ فِي الْحِجْرِ لِلْكُلِّ ثُقِّلَا   ایضاً

دوسرا مصرع نُنَزِّلُهُ فِي الْحِجْرِ لِلْكُلِّ ثُقِّلَا اس مصرع سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حجر کے دوسرے موقعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے رہا پہلا موقع سو گو اس میں کئی قراءتیں ہیں لیکن تشدید اس میں بھی سب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کیلئے ہے جیسا کہ اس کے موقعہ پر مذکور ہے۔

(ق) وَيُنْزِلُ خَفِّفْ زَايَهُ مُطْلَقًا لِحَقّْ   كَتَاءٍ وَنُونٍ وَهْوَ فِي الْحِجْرِ ثُقِّلَا

اس میں مُطْلَقًا سے تعمیم حاصل ہو کر مضارع مجہول بھی شامل ہو گیا لیکن حجر والے میں پھر بھی شبہ باقی رہا کہ آیا وہ حق والوں کے لئے مشدد ہے یا سب کے لئے (لبعض شراح)

وَيُنْزِلُ خَفِّفْهُ وَتُنْزِلُ مِثْلَهُ   وَنَحْوُهُمَا حَقًّا وَفِي الْحِجْرِ ثُقِّلَا

اس میں دوسری طرح کی گئی ہے۔ یعنی وَنَحْوُهُمَا کے سبب یا کے فتحہ والا مضارع بھی شامل ہو گیا۔ لیکن چونکہ یہاں يُنْزِلُ سے وہ مضارع مراد ہے جو مشدد ہونے کے بعد بھی صحیح اور درست رہے اور کلمہ مختل نہ ہو جائے اور فتحہ والے کے مشدد کرنے سے يَنَزِّلُ ہو جاتا ہے جو کسی باب کا بھی صیغہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ ایک کمی تو کالعدم ہو گئی مگر یہ پتہ نہیں چلا کہ حجر والے میں تشدید کس کے لئے ہے۔

(ش) وَيُنْزِلُ حَقٌّ خَفَّهُ كَيْفَ مَا أَتَى   وَلٰكِنَّهُ فِي الْحِجْرِ لِلْكُلِّ ثُقِّلَا

اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ تخفیف و تشدید کا اختلاف اس باب کے واحد مذکر غائب ہی کے صیغہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اس کا تلفظ یا سے کیا ہے رہا كَيْفَ مَا أَتَى سو وہ معروف و مجہول کی تعمیم کے لئے ہے نہ کہ تا اور نون کی تعمیم کے لئے بھی۔ ہاں اگر کلمہ کے تلفظ کا لحاظ نہ کرتے ہوئے اس کی ہیئت ہی مراد لی جائے تو تا اور نون والے کو بھی شامل ہو جائے گا۔ لیکن تلفظ میں یا۔ تا۔ نون میں سے کسی ایک کا آنا از بس ضروری ہے جس کے لئے یا متعین ہے۔ اور دوسرے مصرع میں جو فِي الْحِجْرِ ہے گو وہ اس باب کے دونوں کلمات کو شامل ہے جو حجر ع و ۲ میں ہیں لیکن مضر نہیں کیونکہ گو اول میں کئی قراءتیں ہیں مگر دوسرا پر اس میں بھی سب ہی کے لئے تشدید ہے اور اگر ثُقِّلَا کے لفظی الف کو معنی کی رو سے تثنیہ کے لئے مان لیں تو پھر یہ حجر کے دونوں کلموں کو شامل ہو جائے گا۔ اور شارح کا یہ قول کہ ثانی اس لئے مراد ہے کہ پہلے موقع پر تشدید حفص۔ حمزہ۔ اور کسائی ہی کے لئے ہے سو یہ ذہن ہے اور [illegible] مراد ہو کہ نون کے ساتھ تشدید انہی کے لئے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فِي الْحِجْرِ عام ہے پہلے موقعہ کو بھی شامل ہے ہاں یہ احتمال ہے کہ اس میں تشدید حق ہی کے لئے ہو اس کے جواب میں جعبری فرماتے ہیں کہ خاص تو وہی لفظ ہو سکتا ہے جو ناظم کی عبارت میں داخل ہو اور پہلا موقعہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اس میں حق والوں کی قراءۃ میں پہلے حرف تا فتحہ ہے پس وہ عبارت میں شامل ہی نہیں پھر حق کے ساتھ خاص ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حجر کے پہلے کلمہ کا بیان اس کے موقعہ پر بھی آئے گا۔ اس سے متعین ہو جائے گا کہ اس میں تشدید سب کے لئے متعین ہے اور اگر یہ مقصد ہو کہ حجر میں تشدید حق ہی کے لئے ہے تو پھر ثُقِّلَا کو شامل کرنے سے ملتے نیز اگرچہ احتمال ہے بھی کہ اس میں حق کے لئے تشدید ہے تب بھی مضر نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہی ماننا پڑے گا کہ تشدید کی تصریح اس لئے کی ہے کہ اس میں حق والوں نے اپنے عام قاعدہ کو ترک کر دیا ہے رہنے باقی سوان کے لئے ان کے قاعدے کے موافق جس طرح باب کے دوسرے کلمات میں تشدید ہے اسی طرح اس میں بھی تشدید ہے اور وَنِعْمَّا فِي الْأَعْجَمِيِّ باب الرائات ۳۷ بھی اسی قبیل سے ہے کیا کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ عجمی اسموں میں ورش کے لئے تو تغلیظ ہے اور باقین کے لئے ترقیق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وَهُوَ فِي الْحِجْرِ میں مستثنیٰ انھی کو کیا ہے جن کے لئے پورے باب میں تخفیف ہے پس اس میں ان کے لئے بھی تشدید ہے رہے وہ جن کے لئے پورے باب میں تشدید ہے سو وہ تو اپنی اصل پر ہیں ان کے بیان کرنے کی حاجت نہیں اور حق کا نام اس اندیشہ سے نہیں لیا کہ تشدید کو انھی کے ساتھ مخصوص نہ سمجھ لیا جائے۔

ملا قاری فرماتے ہیں کہ وہم اب بھی باقی تھا اس لئے میں نے اپنے اصلاحی شعر کے مصرع کو اس طرح بدل دیا: كَمَا هُوَ نُونٍ ثَانٍ ... اور اس میں مضارع کا معروف و مجہول ہونا پہلے مصرع سے ظاہر ہو گیا اور یا کے ساتھ نا اور نون سے بھی ہونا دوسرے مصرع سے نکل آیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حجر میں سے دوسرے میں سب کے لئے تشدید ہے رہا پہلا سو اس کا بیان اگلے موقعہ پر آ جائے گا۔

(ج) وَيُنْزِلُ غَيْرُ الْحِجْرِ إِنْ خُضَّ مَعْ تَنَزَّ يُخَفِّفُهُ حَقٌّ وَمَالِكُ أَنْ يُنَزِّلَا
وَالْإِسْرَى لِبَصْرِيٍّ مُنَزِّلُهَا وَيُنَـ ـزِلُ الْغَيْثَ فِي حَرْفَيْهِ حَقٌّ شَمَرْدَلَا

اس تقدیر پر تین کے بجائے یہ دو ہی شعر کافی ہو جاتے۔

بیہم (ش) ۲۸ وَالْعَكْسُ الخ کے بجائے وَالنُّونُ بِالْكَسْرِ وُجِّلَا - یا وُجِّهَلَا فرماتے ہیں کہ اس سے مذکور کے لئے نون کی حرکت کا پتہ چل جاتا رہی دوسری قراءۃ سو وہ تو ضد ہی سے نکل آتی پس اس کے بیان کی حاجت نہ تھی۔ ۲۹ نَحْوُ سَمَا الْعُلَى کے بجائے غَيْرُهُمْ تَلَا فرماتے ہیں کہ مقصد اس سے بھی پورا ہو جاتا۔ یہی رمز یں سوان کی یہاں کوئی حاجت نہ تھی۔

۲۸۷/۲۸۸ (ش) پہلا مصرع - عَلِيمٌ وَقَالُوا الشَّامُ لَا وَاوَ عِنْدَهُ -

(ج) عَلِيمٌ وَقَالُوا الْعَاطِفَ احْذِفْهُ كَافِيًا - الخ -

(ج) عَلِيمٌ وَقَالُوا الْوَاوَ الْأُولَى احْذِفَا كُفِيَ اور شین والے میں تیسرا اس لئے ضروری نہیں کہ دوسرے واو میں حذف کا وہم ہی نہیں ہوتا اور ابو شامہ کے ارشاد پر ان تعدیلات کی وجہ یہ ہے کہ اصل شعر میں جو كُفِّلَا ہے اس کے الف میں دو احتمال ہیں؛ پہلے یہ کہ تثنیہ کے لئے ہو اس صورت میں تو مطلب درست رہے گا اور واو کے حذف اور تكون کے نصب دونوں مسئلوں کا تعلق ابن عامر کی رمز سے ہوگا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو کُفّلا میں ہے ۱۲ یہ کہ الف اطلاق کے لئے ہو اس صورت میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید واؤ کا حذف عَمَّ اور کوفیین کے لئے ہو جن کی رمز شعر ۱۳ کے ذَکَتْ اِلیٰ میں آچکی ہے اور فَیَکُوْنُ کا نصب ابن عامر کے لئے ہو۔

سوال: ۱ کیا آئندہ مسئلہ کا تعلق گزشتہ رمز کے ساتھ بھی ہوا کرتا ہے۔ یہ تو نئی سی بات ہے۔

جواب: ۱ یہ نئی بات نہیں بلکہ ناظم نے اور جگہ بھی ایسا کیا ہے چنانچہ سورۂ نساء میں فَتَثَبَّتُوْا کی قرارت شین والوں کے لئے ہے جن کی رمز پہلے مسئلہ میں مذکور ہے۔

سوال ۲ اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں تو دو ہی مسئلوں کو ایک رمز میں جمع کر دینے سے یہ وہم پیدا ہوگیا کہ شاید پہلے مسئلہ کا تعلق گزشتہ رموز کے ساتھ ہو اور آل عمران ۳۶ سَنَكْتُبُ الخ میں ایک ہی رمز میں تین مسئلوں کو جمع کر دیا ہے وہاں پھر بھی اشکال پیدا نہیں ہوا۔

جواب: ۲ فرق یہ ہے کہ یہاں عَلِیْمٌ وَقَالُوْا میں تو واؤ فاصل نہیں آیا اس لئے یہ شبہ ہوتا ہے اور سَنَكْتُبُ سے پہلے وَذُو مَلَا میں واو فاصل آچکا ہے۔ پس یہ بات متعین ہوگئی کہ آئندہ مسائل کا تعلق گزشتہ رمز کے ساتھ نہیں ہوسکتا بلکہ ان مسائل کی رمز وہ ہے جو ان کے بعد شعر کے آخر میں آرہی ہے پھر شعر کے آخر میں جاکر رمز لائے ہیں پس معلوم ہوگیا کہ تینوں مسئلوں کا تعلق اسی ایک رمز سے ہے

سوال: ۳ اس میں بھی وَقَتْلُ میں واو فاصل آرہا ہے پھر ایک رمز کے ساتھ تعلق کس طرح ہوگیا؟

جواب: ۳ یہ واؤ فاصل نہیں بلکہ تلاوت کا ہے اس بنا پر کہ اگر اس کو فاصل مانیں گے تو سَنَكْتُبُ کی قرارت بلا رمز رہ جائے گی نیز اصل شعر کی ترکیب بھی قدرے پیچیدہ ہے۔

(ق) وَكُنْ فَيَكُوْنُ کے بجائے كُنْ فَيَكُوْنُ اس صورت میں پہلے مسئلہ کیلئے بھی مستقل رمز آجاتی اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ اختصار کے سبب دو مسئلوں کے لئے ایک ہی رمز لے آئے ہیں اور فَيَكُوْنُ کے ساتھ كُنْ کی قید مقام کے قرینہ سے نکل آتی نیز فَيَكُوْنُ طَيْرًا الخ آل عمران (ع۵) میں رفع پر اجماع ہے اس لئے اس کے خارج کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور فرماتے ہیں کہ ابو شامہ کی اصلاح میں یہ کمی ہے کہ اس سے یہ تعین نہیں ہوتی کہ محذوف پہلا واؤ ہے یا دوسرا پس اگر عِنْدَهٗ کے بجائے اَوَّلًا کہتے تو بہتر ہوتا۔

$\frac{480}{46}$:(ش) وَفِيْ يَاءِ اِبْرَاهِيْمَ هَا اَلِفٌ وَّفِيْ ثَلَاثِ النِّسَاءِ اٰخِرًا لَاحَ وَاَنْجَلَا

کیونکہ اصل شعر سے یہ نہیں نکلتا کہ باقین کی قرارت یا سے ہے اس بنا پر کہ یہ اصطلاح نہیں ہے کہ الف کی

www.KitaboSunnat.com

ضد یا ہے بلکہ خود ہی ظاہر تر ہے اور ناظمؒ کی عادت یہ ہے کہ ایسے مقامات میں دونوں قراءتوں کا تلفظ کیا کرتے ہیں جیسے وَحَمْزَةُ أَسْرٰى فِي أُسَارٰى بقرہ ع۱۰ اور سُكْرٰى مَعًا سَكٰرٰى حج ۱ اور وَعَالِمِ قُلْ عَلّٰمِ سبا ۱ اور اس اصلاح شدہ شعر سے دونوں قراءتیں ظاہر ہو گئیں (ق) ۱ وَفِي نَعْتِ النِّسَاءِ کے بجائے وَفِي آيِ النِّسَاءِ یا وَفِي ضِمْنِ النِّسَاءِ (ق)

۲ وَفِيهَا هِشَامٌ وَّ النِّسَاءِ ثَلَاثَةٌ اَوَاخِرُ اِبْرَاهِيمَ بِالْاَلِفِ اجْتَلَا

فرماتے ہیں کہ اصل شعر میں دو طرح کی کمی ہے: ۱ مذکور وجہ کی قید بیان نہیں کی اور چونکہ وزن دونوں قراءتوں پر درست رہتا ہے اس لئے اس کو استغنا کے باب سے بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ الف کی وجہ تو بیان سے نکلی ہے اور یا والی اس کلمہ کے اجماعی موقعوں سے سمجھی گئی ہے ۲ یہ وہم بھی ہوتا ہے کہ شاید اختلاف اِبْرَاهِيمَ کے ہمزہ میں ہو۔

$\frac{۴۸۵}{۴۱}$ ق وَاَرِنَا وَاَرِنِي الْكُلُّ سَاكِنٌ كَسْرُهُمْ يَدٌ اُفَصِّلَتْ الخ پس اَلْكُلُّ سے عموم ظاہر ہو گیا ورنہ اَرِنَا اور اَرِنِي کا اختلاف بقرہ کے ساتھ خاص رہتا یا کم از کم اس کا شبہ ہوتا۔

$\frac{۴۸۷}{۴۲}$ (ق) يَقُولُونَ خَاطِبْ هٰهُنَا مِنْ شَفًى كَفٰى وَكُلٌّ رَءُوفٌ الخ اس میں كُلٌّ کے لفظ سے رَءُوفٌ عام ہو گیا اور اسی موقعہ کے ساتھ خاص ہونے کا شبہ نہیں رہا۔

(ج) وَعَنْ كُفْءِ شَافٍ اَمْ يَقُولُونَ خَاطِبُوا وَحَيْثُ رَءُوفٌ قَصْرُ صُحْبَتِهِ حَلَا

اس میں دونوں مصرعوں کے شروع میں واو فاصل بھی آ گیا اور حَيْثُ سے عموم بھی نکل آیا اور موصوف نے ذیل کے دو جواب بھی درج فرمائے ہیں: ۱ رَءُوفٌ میں عموم صُحْبَتِهِ سے نکلا ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں رَءُوفٌ کی جماعت کا قصر ۲ رَءُوفٌ کو لام کے بغیر لانے سے نکلا ہے کیونکہ اگر اسی موقعہ کے ساتھ خصوصیت بتانی ہوتی تو لَرَءُوفٌ فرماتے اور قاریؒ کی رائے پر دونوں جوابات تکلف و تعسف پر مبنی ہیں اور وجہ یہ ہے کہ متواتر قراءت عبارت کے خفی اشارات سے نہیں نکلا کرتی نیز جعبری کی اس دوسری اصلاح میں یہ کمی بھی ہے کہ رمز صغیر رمز کبیر کے ساتھ نہیں ہے اور اس پر بھی وہ قرآنی کلمہ سے پہلے آ رہی ہے اور گو شین دو اماموں کے لئے ہے لیکن وہ حرفی رمز ہونے کے سبب صغیر ہی کے مرتبہ میں ہے اور اصفہانی کی رائے پر عموم اس سے نکلا ہے کہ رَءُوفٌ کا اختلاف قصر و مد کے باب سے ہے اور یہ دونوں اصولی اختلافات میں سے ہیں اور اصول عام ہوا کرتے ہیں۔ قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ عذر البتہ قبول کرنے کے لائق ہے۔

(ش) صِحَابٌ كَفَا خَاطِبْ يَقُولُونَ بَعْدَ اَمْ وَكُلُّ رَءُوفٍ قَصْرُ صُحْبَتِهِ حَلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں بھی کُلٌّ کے لفظ سے عموم نکل آیا۔ لیکن جعبری کی رائے پر اس اصلاح میں یہ خلل ہے کہ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اِعْتَلَا شعر ۲۲ کا ہمزہ بھی صِحَابٌ کُفُّنٌ شعر ۲۳ کے ساتھ شامل ہے حالانکہ وہ تَقُوْلُوْنَ کے بجائے اَوْصَىٰ کی رمز ہے۔

۴۸۹/۴۵ (ق) بِحَرْفِيْهِ کے بجائے بِعَيْنِيْهِ یا بِلَامَيْهِ کیونکہ بِحَرْفَيْهِ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اخوین کے لئے سکون يَطَّوَّعْ کے پہلے ہی موقع کے دو حرفوں میں ہے اس لئے کہ اکثری استعمال کی رو سے حرف کا اطلاق ہجاء کے حروف پر ہوتا ہے اور یہ معنیٰ واقع کے خلاف ہیں کیونکہ حقیقت میں تو سکون يَطَّوَّعْ کے دونوں ہی کلموں میں ہے جو رکوع ۱۹ و ۲۳ میں آرہے ہیں اور اصلاح سے یہ شبہ بالکل رفع ہو گیا کیونکہ دو عین یا دو لام کلمے تو دو ہی کلموں میں ہو سکتے ہیں۔

۴۹۰/۴۶ (ش) وَفِي التَّاءِ يَاءٌ نَقْطُهَا تَحْتُ وَحِّدَ الرْ \quad رِيَاحِ مَعَ الْكَهْفِ الشَّرِيْعَةِ شَمْلَلَا

کیونکہ اصل شعر میں یا کو تا سے جدا کرنے کے لئے تحتانی کی قید نہیں لگائی حالانکہ اِثْمٌ كَبِيْرٌ اور بُشْرٰى اعراف ۹ اور لَنُبَوِّئَنَّهُمْ عنکبوت ۵ اور لَعْنًا كَبِيْرًا روم تا سبا ۱۷ میں نقطوں کی قید بھی لگائی ہے نیز اس میں رمز شعر کے آخر میں ہے اور وہ يَطَّوَّعْ اور اَلرِّيْحِ دونوں مسئلوں کے لئے کافی ہے۔

۴۹۶/۵۱ (ج) بِثَالِثٍ + يُضَمُّ کے بجائے بِعَيْنٍ بِاَنْ اُضَمَّ یعنی دو ساکنوں میں سے پہلے کو اس عین کی وجہ سے ضمہ دو جس پر لازمی ضمہ آرہا ہو اس سے قُلِ الرُّوْحُ وغیرہ نکل گئے کیونکہ اس میں راعین کلمہ نہیں ہے لیکن اس میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ کوئی عین سے حرف عین مراد لے اور اس صورت میں قاعدہ قُلِ ادْعُوْا ہی کے ساتھ خاص ہو جائے گا نیز وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ سے بھی اعتراض ہوتا ہے کیونکہ اس میں تا عین کلمہ نہیں ہے۔

(ش) وَاِنْ هَمْزُ وَصْلٍ ضُمَّ بَعْدَ مُسَكَّنٍ \quad فَحَرِّكْهُ ضَمًّا كَسْرُهٗ فِيْ نَدٍ حَلَا

کیونکہ اصل شعر میں یہ ہے کہ جس جگہ پہلے ساکن سے تیسرے حرف پر لازمی ضمہ ہو وہاں پہلے ساکن کو ضمہ اور کسرہ دینے میں اختلاف ہے اور لازمی ضمہ قُلِ الرُّوْحُ اور غُلِبَتِ الرُّوْمُ اور بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ میں بھی موجود ہے حالانکہ ان میں پہلے ساکن پر بالاتفاق کسرہ ہے اور اس شعر میں یہ ہے کہ پہلے ساکن کے بعد ایسا ہمزہ وصلی ہو جو ابتداء یا اعادہ میں ضمہ سے پڑھا جاتا ہو یہ قید بالکل کافی ہے اس سے یہ سب مثالیں نکل گئیں کیونکہ ان میں ہمزہ وصلی پر فتحہ ہے۔ اور اِنِ امْرُؤٌا۔ اَنِ امْشُوْا۔ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ جیسی مثالیں بھی نکل گئیں کیونکہ ان میں ہمزہ پر کسرہ پڑھا جاتا ہے۔ لیکن ناظمؒ کے شعر میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اس میں ضمہ کی علت بھی مذکور ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ق) اُولَى الشّاكِنِيْنِ کے بجائے بَدْءَ الشّاكِنِيْنِ کیونکہ ناظم رح نے ضرورت کے سبب اوّل کے بجائے اُولیٰ استعمال کیا ہے اس لئے کہ عبارت کی تقدیر اَلسّاكِنَ الْاَوَّلَ مِنَ السّاكِنِيْنِ تھی اور ظاہر کہ ساکن کی صفت مذکر ہے نہ کہ مؤنث اس لئے یہاں اس تاویل کی حاجت پیش آتی ہے کہ تانیث حرکت یا حرف کے اعتبار سے ہے اور بَدْءَ السّاكِنِيْنِ میں یہ اشکال لازم نہیں آتا۔

۴۹۶/۵۲ (ش) پہلا مصرع مَنِ اضْطُرَّ اَوِ انْقُصْ قَالَتِ اخْرُجْ قُلِ انْظُرُوْا اس میں بقرہ کا فَمَنِ اضْطُرَّ بھی آگیا رہا یہ کہ اس میں وزن کے سبب اُضْطُرَّ کی راء کو ساکن کرنا یا اَوْ کے ہمزہ کو حذف کرنا پڑتا ہے سو اس کی مثالیں لغت میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

۵۰۱/۵۷ (ق) مُسْكِيْنَ مَجْمُوْعًا کے بجائے وَمِسْكِيْنِ اجْمَعْ اس سے واحد کے وزن کی تصریح ہو جاتی اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ یہاں واحد کا صیغہ جمع سے نکلا ہے۔

۵۰۲/۵۸ (ش) وَنَقْلُ قُرَانٍ كَيْفَ كَانَ يَا كَيْفَ جَآءَ دَوَاءُنَا
وَفِيْ تَكْمِلُوْا حَرِّكْ بِشُعْبَةَ ثُقِّلَا

اس میں كَيْفَ جَآءَ سے لفظِ قُرَانٍ میں عموم اور حَرِّكْ سے تُكَمِّلُوْا میں کاف کا فتحہ بھی نکل آیا پس اس شعر میں عموم بھی ہے اور بہ نسبت اصل کے واضح تر بھی ہے اور اس شعر کو جعبری بھی لائے ہیں لیکن اس کی نسبت ابوشامہ کی طرف نہیں کی اور اس میں دو طرح کی کمی ہے: ۱؎ وہ لفظِ قرآن نہیں آیا جو تنزیل میں سب سے پہلے واقع ہوا ہے ۲؎ حَرِّكْ سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ حرکت مبہم پر آئے گی حالانکہ مراد کاف کو حرکت دینا ہے۔

۵۰۳/۶۱ (ق) فُسُوْقَ وَّلَا کے بجائے فُسُوْقَ نَقَطْ اس سے وزن بھی پورا ہو جاتا اور یہ بھی وضاحت کے ساتھ نکل آتا کہ جِدَالَ میں اختلاف نہیں ہے۔

۵۰۸/۶۴ (ج) وَاِمْمُ كَثِيْرٌ نُقْطَةً حَلَّ وَاجْمَعَا شَفَا وَلَدَى الْاَحْزَابِ بِالْعَكْسِ نُقِّلَا
فرماتے ہیں کہ یہ مختصر ہوتا اور وَاجْمَعَا کے معنی یہ ہیں کہ اس کو كَثِيْرٌ بناکر مصداق کے اعتبار سے جمع کا صیغہ بنا دیکیونکہ كَثِيْرٌ کے معنی ہیں افراد کا زیادتی سے متصف ہونا ذِكْرًا كَثِيْرًا کی طرح اور كَبِيْرًا کے معنی ہیں واحد میں سنگینی اور بُرائی کا پایا جانا۔ حُوْبًا كَبِيْرًا کی طرح۔ پس یہ کلیہ نہیں کہ جو چیز بڑی ہو وہ کثیر بھی ہو۔

۵۱۰/۶۶ (ج) دوسرے مصرع میں يُضَمُّ وَخَفَّنَا اِذْ سَمَا کے بجائے يُضَمُّ وَخَفَّفَنَا سَمَا (قبض کے طریق پر) فرماتے ہیں کہ یہ بلند ہوتا کیونکہ اس میں نافع کی رمز مکرر نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ص) وَحَيْثُ جَا بَعْضُهُمْ کے بجائے وَحَيْثُ جَاءَ + بَعْضُهُمْ فرماتے ہیں کہ اس سے وزن بھی درست ہو جاتا اور یہ کہنے کی بھی حاجت نہ ہوتی کہ جَاءَ میں قصر ضرورت کی بنا پر ہے۔ لیکن قاریؒ فرماتے ہیں کہ گو مصرع کا آخر درمیان کے حکم میں ہے لیکن چونکہ اکثری عادت یہ ہے کہ اس پر وقف کیا کرتے ہیں اس لئے یہاں قصر قراءۃً ہے نہ کہ ضرورۃً پس اصفہانی نے جو تکلف اختیار کیا ہے اس کی حاجت نہیں

(ج) وَضُمُّ تَمَسُّوهُنَّ وَامْدُدْهُ حَيْثُ جَا شَفَا قَدْرُهُ حَرِّكْ صِحَابُهُمْ مَلَا

فرماتے ہیں کہ اس میں دونوں کلمے تلاوت کی ترتیب کے موافق آجاتے۔

(ق) شُكْرُهُ کے بجائے شُكْرُهُمْ اس صورت میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہو جاتی اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ اضافت مفعول کی طرف ہے اور فاعل مقدر ہے۔

(ق) كَمَا دَارَ وَاقْصُرْ کے بجائے وَقَصْرُ كَذَا دُمْ تاکہ رمز کے آخر میں آنے سے یہ واضح ہو جائے کہ مکی اور شامی کی قراءۃ تشدید اور قصر دونوں کے ملنے سے کامل ہوتی ہے اور یہ وہم نہ رہے کہ تشدید الف کے ساتھ ہے اور اس میں قصر اور عَسَيْتُمْ میں کسرہ یہ دونوں نافع کے لئے ہیں (ج) اسی شعر کا دوسرا مصرع ۱ عَسَيْتُمْ مَعًا بِالْكَسْرِ فِي السِّينِ أُهْمِلَا ۔ ۲ عَسَيْتُمْ مَعًا بِالْفَتْحِ فِي السِّينِ خُوِّلَا ۳ عَسَيْتُمْ بِكَسْرِ السِّينِ عَنْ نَافِعٍ كِلَا - کیونکہ عَسَيْتُمْ دو جگہ آیا ہے اور ایسے کلمہ کے ساتھ عام اصطلاح کی رو سے مَعًا یا كِلَا لایا کرتے ہیں دکہ حَيْثُ أَتَى جیسے الفاظ جو غالباً دو سے زائد کے لئے استعمال ہوتے ہیں نیز ہمزۂ وصل کا رمز بنانا بھی لازم نہیں آتا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ اس مصرع کو ان تین میں سے کسی ایک طرح لانا ظاہر تر تھا۔ قاریؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر تر ہونے میں تو شک نہیں لیکن جن موقعوں میں اصطلاح کی پابندی کسی درجہ میں حاصل ہو وہاں عبارت میں تبدیلی کی حاجت نہیں اور یہاں عموم حَيْثُ أَتَى سے محل رہا ہے رہا یہ کہ عَسَيْتُمْ دو ہی جگہ ہے سو یہ مضر نہیں۔ رہا قطعی کے بجائے ہمزۂ وصلی کو رمز بنانا سو یہ اسی ایک موقعہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ صورت اختلاف کے بہت سے اشعار میں واقع ہے پھر ان اصلاحی مصرعوں میں سے تینوں میں اشکال ہے چنانچہ اول میں یہ وہم ہوتا ہے کہ أُهْمِلَا سین کے لئے قید ہو اور رموز اس کی بھی وہی ہوں جو كَمَا دَارَ میں گزریں اور دوسرے میں احتمال ہے کہ کاتب خُوِّلَا کو حلا سے لکھدے اور لفظ کے تغیر سے معنی میں بھی تغیر آجائے گا اور تیسرے میں یہ احتمال ہے کہ كِلَا کا کاف ابن عامر کی رمز ہو یا دو کے معنی میں ہو جس سے مکی اور شامی مراد ہوں۔ احقر عرض کرتا ہے کہ یہاں قاریؒ نے غور نہیں فرمایا کیونکہ كِلَا کا کاف نافع کے اسم صریح کے ساتھ آرہا ہے اور اس صورت میں ناظم رمز استعمال نہیں کیا کرتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸ / ۵۱۵ (ج) وَغَرَفتانِ اضمُمْ ذاكِياً وَّ دَفعُ ذِي

مَعَ اَلجَحْ فَاكسِرْ خِرْ ذِلا امُدُ دَهُ اُجْلَا

فرماتے ہیں کہ اس صورت میں دونوں کلمہ ترتیب وار آجاتے اور فا سے تعقیب کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا۔

۲۲ / ۵۲۱ (ق) خِلَالٌ بِاِبْرَاهِيمَ مَعْ بَيْعَ قَبْلَهُ وَلَالَغْوَلَا تَاْثِيمَ فِي الطُّوْرِ وُصِّلَا

کیونکہ اصل شعر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس شعر کے چاروں کلمات ابراہیم میں بھی ہیں اور طور میں بھی یا یہ کہ پہلے دو ابراہیم میں ہیں اور باقی دو طور میں حالانکہ واقع میں امر بالعکس ہے۔

۲۲ / ۵۲۲ (ج) وَصِلْ يَتَسَنَّهْ دُوْنَ هَاءٍ شَمَرْدَلَا وَنُنْشِزُهَا اعْجِمْ رَآهُ ذَاكِياً وَّلَا

فرماتے ہیں کہ اس سے شعر مہذب بھی ہو جاتا اور قرآن کے دونوں کلمات ترتیب وار بھی آجاتے اور اعجام کی ضد اہمال ہے بس اس لئے اس سے دوسری قراءۃ بھی نکل آتی۔

۲۳ / ۵۲۳ (ق) پہلا مصرع وَاَعْلَمْ هَمْزُ الْوَصْلِ وَالْجَزْمُ شَاءِعٌ کیونکہ اصل مصرع سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہاں وصل وقف کے مقابلہ میں ہے اور حمزہ اور کسائی کے لئے قَالَ اعْلَمْ صرف وصل میں ہے حالانکہ حکم حالین کے لئے عام ہے اور چونکہ اس سے پہلے وَصِلْ يَتَسَنَّهْ ۲۲ میں وصل وقف ہی کے مقابلہ میں ہے اس لئے یہ وہم اور بھی پختہ ہو جاتا ہے اور گویا ناظم رح نے اس پر اعتماد کیا ہے کہ انھوں نے وَفِي الْوَصْلِ کے بجائے وَبِالْوَصْلِ فرمایا ہے یعنی اس سے ظاہر ہے کہ یہاں وصل ہمزۂ وصل ہی کے معنیٰ میں ہے وقف کا مقابل نہیں لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ یہ فرق واضح نہیں ہے۔

۲۳ / ۷۹ ، ۲۵ / ۸۱ ، ۲۴ / ۸۰ (ق) وَصِلْ هَمْزَ قَالَ اعْلَمْ مَعَ الْجَزْمِ وَابْنَهُ

بِكَسْرٍ شَفَا وَاكْسِرْ فَصُرْهُنَّ فَيْصَلَا

وَضَمِّ لِبَاقٍ وَّافْتَحُوا ضَمَّ رُبْوَةٍ

عَلَى الرَّاءِ هُنَا وَالْمُؤْمِنِينَ ذَوِي كُلَا

اس سے مذکورہ بالا وہم بھی رفع ہو جاتا اور یہ بھی نکل آتا کہ اس کلمہ سے اعادہ کرتے وقت ہمزہ کا کسرہ ہوگا اور فَصُرْهُنَّ اور رُبْوَةٍ کی دونوں قراءتیں بھی قدرے وضاحت کے ساتھ نکل آتیں اور اس صورت میں شعر ۸۰ جس میں جُزْءًا کا ذکر ہے مؤخر ہو کر شعر ۸۱ اور رُبْوَةٍ والا ۸۱ کے بجائے ۸۰ بن جائے گا لیکن چونکہ اُكُلَهَا ۔ رُبْوَةٍ کے بعد ہے اس لئے یہ تاخیر مضر نہیں۔

۸۲ / ۵۲۵ (ق) وَحَيْثُمَا اُكْلُهَا کے بجائے كَذَا اُكْلُهَا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُحصُلْهَا میں بھی اسکان اور ضمہ ہی کا اختلاف ہے اور یہ وہم نہ رہتا کہ اس میں مذکور کے لئے تو سکون ہے اور مسکوت کے لئے ضمہ ہے اور یہ مطلب واقعہ کے برعکس ہوتا رہا عموم سورہ فی الغیر سے نکل آتا۔

۵۲۶/۸۲ (ق) پہلا مصرع وَشَذَّ دِ بِسکْرِہٖ وَصِلَةُ لَاتَیَمَّمُوْا فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر تھا کیونکہ اس سے خوب واضح ہوجاتا کہ بقرہ ع ۳۶ والا مراد ہے نہ کہ فَتَیَمَّمُوْا نساء ع ۷ و مائدہ ع ۲ والا۔

۵۳۹/۹۵ (ش) پہلا مصرع وَمُدَّ وَحَرْفُهُ فَاْذَنُوْا الکسرُ فتی صَفَا فرماتے ہیں کہ اس سے مطلب واضح ہوجاتا اور اصل میں بِالْمَدِّ وَ الْکسرِ ہے جو قدرے مشکل ہے کیونکہ اس میں قراءۃ کے نہ جاننے والوں کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ کسرہ ہمزہ پر آئے گا تو اب مَدّ سے مراد یا ہوگی جس سے فَایْذَنُوْا بن جائے گا یا یہ کہ الف سے وہ الف مراد ہو جو ہمزہ ساکنہ سے بدلا ہوا ہے اور کسرہ ذال پر ہو جو واقع کے موافق ہے غرض ان دونوں مطلبوں میں تردد پیش آجاتا ہے۔

۵۴۰/۹۶ (ج) دوسرا مصرع بِفَتْحٍ وَکَسْرٍ جَاءَ عَنْ وَلِیِّ الْعُلَا۔ فرماتے ہیں کہ یہ بلند (اور عمدہ) ہوتا کیونکہ دونوں قراءتیں بہت آسانی سے نکل آتیں۔

۵۴۳/۹۹ (ج) ۱ ضَمٌّ کَسْرٍ وَ فَتْحَةٌ کے بجائے ضَمُّ رَاءٍ وَهَائِهٖ فرماتے ہیں کہ یہ اصلاح مذکور کیلئے تو را اور ہا دونوں میں صحیح ہے کیونکہ ان کے لئے دونوں ہی کا ضمہ ہے لیکن باقین کے لئے را اور ہا دونوں کا فتحہ نکلتا ہے جو ہا میں صحیح اور را میں غلط ہے ۲ ضَمٌّ کَسْرٍ وَهَائِهٖ یہ دونوں قراءتوں کے لئے صحیح ہے اور اس میں اصلاح صرف اس لئے کی ہے کہ ضمہ را کے ساتھ کسرہ کی قید تو دوسری قراءۃ کے لئے ہے لیکن فتحہ کی صرف وضاحت کے لئے ہے کیونکہ اس کے بغیر بھی تو ضمہ سے مسکوت کیلئے فتحہ ہی نکلتا۔

۵۴۵/۱۰۱ کے بعد بطور اضافہ جس میں بقرہ اور آل عمران کی پانچ یاآت زوائد بتائی ہیں۔

(ج) وَمَحْذُوْفُهَا الدَّاعِیْ دَعَانِ اتَّقُوْنِ یَا   مَنِ اتَّبَعَنِ عِمْرَانَ خَافُوْنِ نُفصِّلَا

الدَّاعِ اور اِذَا دَعَانِ بقرہ ع ۲۳ دونوں میں قنبل کے لئے ابن شنبوذ سے مالین میں اثبات ہے۔

۵۴۶/۱۰۲ (ش) بطور اضافہ فَتِلْكَ ثَمَانٍ وَالزَّوَائِدُ وَاتَّقُوْ

نِ مِنْ قَبْلِهَا الدَّاعِ دَعَانِ قَبْلُ اُنْجِلَا

اس میں سورۂ بقرہ کی تین یاآت زوائد کو نظم کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ مجھ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ اضافت کی یاآت کی طرح زوائد کو بھی منظوم کردوں اس لئے میں نے ان کے بارہ میں کچھ اوپر بیس اشعار لکھے ہیں جو انشاء اللہ سورتوں کے آخر میں جدا جدا آئیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُورَۃُ اٰلِ عِمْرٰن

اس کے اکتالیس[۴۱] شعروں میں سے چھ[۶] میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے۔

۵۴۶/۱ (ش) وَ اِضْجَاعُكَ التَّوْرٰىةَ کے بجائے اَصْلِ جُمْلَةَ التَّوْرٰىةِ اس سے عموم صراحۃً نکل آتا اور اس تاویل کی حاجت نہ ہوتی کہ عموم اس سے نکلتا ہے کہ امالہ کا خلاف اصول میں سے ہے جو کلی ہوتے ہیں۔ یا فِی جُزْئِہٖ سے نکلتا ہے کیونکہ امالہ کا تیز بارش کی طرح کثیر ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس کے افراد بہت سے ہوں پہلی تاویل اصفہانی نے کی ہے اور دوسری جعبری نے اور قاری رحمہ اللہ اس کو تعسف اور تکلف بتاتے ہیں کیونکہ ایسے دقیق اشارات سے جن کا سمجھنا بھی دشوار ہو عموم نہیں نکلتا ہاں اگر اَلتَّوْرٰىةَ سے جنس مراد لے لی جائے یا یہ کہیں کہ اس کو بلا قید لائے ہیں اور اس میں امالہ کا سبب بھی موجود ہے تو پھر بالاتفاق عموم نکل آئے گا اور یہاں اصلاح کی حاجت اس لئے پیش آئی کہ ناظم کی اصطلاح کی رو سے فرش کے مطلق الفاظ سے وہی خاص موقع مراد ہوتے ہیں جن میں وہ آرہے ہوں پس یہاں اَلتَّوْرٰىةَ سے یہ نکلتا ہے کہ اس لفظ میں امالہ اسی جگہ ہے حالانکہ حکم عام ہے۔

۵۴۹ (ج) وَضَمَّ وَحَرِّكْ مُدَّ كَاسِرَ ضَمِّ يَقْ

تُلُوْنَ الَّذِيْنَ فُزْ وَسَادَ مُقَتَّلَا

اس میں حمزہ کی قراءۃ قیود سے اور مسکوت کی ضد سے نکل آتی اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ دونوں قراءتیں تلفظ سے نکلی ہیں۔

۵۵۰/۵ (ج) دوسرا مصرعہ صِفَا نَفَرٌ اَيَا سِيْنَ بِالْخِفِّ خُوِّلَا

ایضاً صِفَا نَفَرٌ وَالْمَيْتَةُ الْاَرْضُ خُوِّلَا

کیونکہ لفظ المیتۃ بقرہ ع۲۱ - مائدہ ع۱ - نحل ع۱۵ - یٰسین ع۳ ان چار سورتوں میں آیا ہے اور قراء سبعہ کا اختلاف صرف یٰسین والے میں ہے لیکن اصل شعر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ چاروں ہی میں یا کی تشدید اور تخفیف کا اختلاف ہوگا اور اصلاح شدہ میں بھی کمی ہے۔ چنانچہ اوّل میں تو محل نہیں بتایا اور ثانی میں ترتیب بدل کر اَلْاَرْضُ الْمَيْتَةُ کے بجائے اَلْمَيْتَةُ الْاَرْضُ لائے ہیں۔

(ق) صِفَا نَفَرٌ اَلْمَيْتَةُ بِيٰسِيْنَ خُوِّلَا اس میں کوئی خلل نہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں تاکو یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں وصل کو وقف کا حکم دیا گیا ہے جس کو وصل بہ نیتِ وقف کہتے ہیں اور یہ قراءت میں تو منقول مواقع کے ساتھ خاص ہے اور غیر قراءت میں اور بالخصوص شعر میں ہر جگہ جائز ہے اور اس کی مزید توضیح سورۂ انعام کے ابی مزادہ میں آئے گی اور ناظمؒ نے اختلافی صورت کے بعد تبرعاً اور احساناً اجماعی کو بھی بیان کر دیا لیکن اس کی توضیح کے لئے مثال کی بھی ضرورت تھی۔ پس میں نے اس کی تکمیل کے لئے تتمہ کے طور پر یہ شعر کہا ہے ؎

بِمَيِّتٍ وَ اقْرَءْ ثُمَّ إِنَّكَ مَيِّتٌ ... كَذَا مَيِّتُونَ مَيِّتِينَ قَدِ انْجَلَا

یعنی ان چاروں میں سب کے لئے یا پر تشدید ہے۔

۱۵۵ (ش) بِيَسِينَ فِي الْأَنْعَامِ مَيْتًا خُذْ ذَا وَفَوْ
ىْ قَافٍ وَّ بَاقِي الْبَابِ خَفِّفْ وَ ثَقِّلَا

یعنی باقی الفاظ میں تشدید یا تخفیف پر اتفاق ہے اس طرح پر کہ جس کا مصداق جاندار ہو اور ابھی زندہ ہو اس کی یا مشدد ہے اور جو ایسا نہ ہو اس کی مخفف ہے جعبری فرماتے ہیں کہ ناظمؒ نے وَمَالَمْ اَقُلْ کے بجائے وَمَالَمْ يَمُتْ اس لئے کہا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ جس کا مصداق مر چکا ہو وہ سب کے لئے مخفف ہے اور بِيَسِينَ کے لفظ سے اَلْمَيْتَةُ کا حل بھی معلوم ہو گیا۔

۱۵۵ (ش) وَسَكِّنُوْا + وَضَعْتُ وَضُمُّوْا سَاكِنًا کے بجائے وَضَعْتُ سَا + كِنَ الْعَيْنِ وَاضْمُمْ سَاكِنًا فرماتے ہیں اس طرح کہنے سے یہ وہم رفع ہو جاتا کہ دونوں فعلوں کی ضمیریں کوفیین کے لئے ہیں حالانکہ واقع میں مطلق ناقلین کے لئے ہیں۔

(ج) وَضَعْتُ اسْكِنًا وَّاضْمُمْهُ صَحَّ كَفِيلُهُ ... وَكَفَّلَهَا الْكُوفِيُّ ثَقِّلْ وَاعْتَلَا

اس میں دونوں کلمہ ترتیب وار آ گئے اور ضمیر کے کوفی کے لئے ہونے کا وہم بھی رفع ہو گیا۔

(ق) ۱ وَسَكِنُوْا وَضُمُّوْا کاف کے زیر اور ضاد کے پیش سے تاکہ دونوں امر کے صیغہ ہو جائیں اور یہ احتمال بالکل ختم ہو جائے کہ ان دونوں کی ضمیریں کوفی کے لئے ہیں۔

۲ بِمَا وَضَعَتْ سَكِّنْ وَضُمَّ سُكُونَهُ ... كَمَا صَحَّ وَالْكُوفِي يُشَدِّدُ كَفَّلَا

فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قرآن کے دونوں کلمے ترتیب وار آ جاتے اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ کَفَّلَهَا کا پہلے لانا وزن کی بنا پر ہے۔ لیکن چونکہ ضرورت کے سبب ایسی تقدیم و تاخیر اکثر جگہ واقع ہے اس لئے احقر کے خیال میں اس اصلاح کی حاجت نہیں۔

~~۵۵~~ - دوسرا مصرع اس میں چار طرح اصلاح کی گئی ہے اور وجہ سب کی ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل مصرع میں اَنَّ اللّٰہَ یَکْسِرُ ہے اور اسم جلالت کے بعد یُکْسِرُ کے آنے سے دل میں ایک طرح کی نفرت سی پیدا ہوتی ہے کیونکہ یُکْسِرُ کَسْرٌ سے ہے جو لغۃً توڑنے کے معنیٰ میں ہے جس سے ذاتِ مقدسہ بالکل بری اور وراء الوراء ہے۔

(ج) اَنَّ اللّٰہَ کے بجائے اَنَّ الْھَمْزَ چونکہ اس اصلاح میں اسم جلالت نہیں ہے اس لئے وہم بالکل رفع ہوگیا۔

www.KitaboSunnat.com

(ق) وَمِنْ بَعْدُ اَنَّ اللّٰہَ یَکْسِرُ کے بجائے وَفِیْ ھَمْزِ اَنَّ اللّٰہَ یُکْسِرُ فرماتے ہیں کہ میں جعبری کی عبارت کا مطالعہ کرنے سے پہلے اس مصرع کو اس طرح کہتا تھا اور ترتیب میں نادٰت کے بعد آنے کو کافی سمجھ کر میں نے وَمِنْ بَعْدُ کا ذکر نہیں کیا تھا یعنی بعدیت ترتیب سے ظاہر تھی پھر جب میں نے ان کی عبارت دیکھی تو اس نعمت پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میری اصلاح بھی بعض الفاظ میں ان کی اصلاح سے ملتی جلتی رہی۔

(ش) وَیُکْسَرُ اَنَّ اللّٰہَ مِنْ بَعْدُ فِیْ کِلَا (بعض شارحین) وَاَنَّ لَدَی الْمِحْرَابِ یُکْسَرُ فِیْ کِلَا

۵۵۵/۱۶ (ق) مَعَ الْکَھْفِ کے بجائے وَفِی الْکَھْفِ فرماتے ہیں کہ اس سے وہم بالکل زائل ہوجاتا اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ واؤ فاصل کا ترک التباس نہ ہونے کی بناء پر ہے۔

۵۵۷/۱۲ (ج) دوسرا مصرع وَبِالْکَسْرِ عَنْہُ اَلِیْ اَخْلُقُ اَفْصَلَا فرماتے ہیں کہ اس سے مقصد بھی پورا ہوجاتا اور رمز کے تکرار سے بھی نجات ہوجاتی اور پہلے مصرع کی طرح دوسرا بھی ایک ہی جملہ ہوجاتا لیکن قاری رحمہ اللہ کی رائے پر اس میں تین طرح کی کمی ہے:۔

(۱) یہ وہم کہ عَنْہُ کی ھَا نَصَّ اَئِمَّۃٍ کے لئے ہے اور اس سے مطلب میں خلل آجاتا۔

(۲) اس ھا میں اشباع گو اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔

(۳) اَخْلُقُ کے ہمزہ میں نقل کے سبب اس سے پہلی یا کا فتحہ ہے حالانکہ وہم اس طرف جاتا ہے کہ یہ فتحہ اضافت کی یا ہونے کی بناء پر ہے اور ضرورت کے سبب ہمزۂ قطعی کو وصلی کی طرح حذف کردیا ہے اور اس صورت کے اختیار کرنے پر کوئی ضرورت داعی نہیں اور رمز کو مکرر لانے کا عذر دیباچہ ص۴۸ میں بیان کرچکے ہیں۔

۵۵۹/۱۴ (ج) پہلا مصرع وَحَیْثُ اَتٰی ھَا اَنْتُمْ اقْصُرْ (زَ) کَا (جَ) نِیٌّ + کیونکہ لفظ ھَا اَنْتُمْ آلِ عمران ع۷ وع۱۲ ونساء ع۱۶ وسورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ع۴ ان چار موقعوں میں آیا ہے اور جو حکم بیان ہو رہا ہے وہ چاروں جگہ یکساں ہے لیکن اصل شعر میں عموم کا لفظ نہیں لائے اس لئے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ حکم پہلے ہی مقام کے ساتھ خاص ہو کیونکہ ناظم کی اصطلاح بھی یہی ہے کہ باب الفرش میں جب کسی لفظ کو مطلق لاتے ہیں تو اس سے پہلا ہی موقع مراد لیا کرتے ہیں نیز جعبری یہ بھی فرماتے ہیں کہ اصل شعر میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو (ن) ھَا (جَ) ثَنّی ہے اس میں عموم کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ھَاَنتُمْ میں الف تو ایک ہی ہے پس اس کے میوے کا کثیر ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس سے ھَاَنتُمْ کے کلمات کا تعدد مراد لیا جائے لیکن علی قاری کے قول پر اس توجیہ میں تکلف ہے۔

(ش) وَ ھَاَنتُمْ اقصُرْ حَیْثُ جَآءَ (ن) ھَا (جَ) ثَنّی ان دونوں مصرعوں سے عموم تو ظاہر ہو گیا لیکن اتنی کمی ہے کہ ان میں قصر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید اس سے مد فرعی کا ترک مراد ہو اور مطلب یہ ہو کہ ورش و قنبل ھَاَنتُمْ میں الف تو پڑھتے ہیں لیکن اس الف میں مد نہیں کرتے حالانکہ یہاں قصر سے الف کا حذف مراد ہے اور یہ وہم اس لئے ہوتا ہے کہ قصر دو۲ معنی میں مستعمل ہے: ۱ مدہ کا حذف ۲ مد فرعی کا ترک اس لئے علی قاری فرماتے ہیں کہ میں نے وَلَا اَلِفْ الخ ۱۲ کو رقم ۵۶ ۱۵ میں اصلاح کی ہے۔

۵۶۱ / ۱۵ (ق) وَفِیْ ھَاءِ التَّنْبِیْہِ کے بجائے جَمِیْعًا وَّھَا التَّنْبِیْہِ اس صورت میں عموم بھی حاصل ہو گیا اور کوئی وہم بھی باقی نہیں رہا اور اصبہانی نے عجیب و غریب تاویل کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ھَاَنتُمْ ہمزۂ مفردہ کے باب سے ہے اور اصول خود ہی عام ہوا کرتے ہیں اس لئے قید کی حاجت نہیں تھی۔

۵۵۹ تا ۵۶۲ / ۱۴ تا ۱۷ (ج) فرماتے ہیں کہ اس مقام کے چار مصرعوں کے بجائے میں نے تین شعر نظم کئے ہیں جو مختصر بھی ہیں اور واضح ترتیبی اور وہ یہ ہیں:۔

۱ وَاَبْدِلْ ھَاَنتُمْ بِقَصْرٍ زَکَا جَنًی	وَسَھِّلْ حَلَا اِلْفًا وَّکَمْ اُبْدِلَتْ جَلَا
۲ وَعَنْ ھَمْزِہٖ ھَاحَاذِقٌ وَّمُنَبِّہٌ	لِّثُوْنٍ مَّنْ ھَدٰی وَاعْمِمْ لِبَاقٍ اَرْسِلَا
۳ وَمُنْفَصِلًا تَنْبِیْھِمَا لَا بِقَا صِرٍ	وَقُلْ اَلِفٌ فَرْدٌ لِمُثْبِتِ اَبْدِلَا

۵۶۲ / ۱۷ (ج) دوسرا مصرع وَمَدٌّ لِّذِیْ مَدٍّ وَّذَا الْحَذْفِ اَحْمِلَا اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ تنبیہ کی صورت میں ھَا کا مد منفصل کے باب سے ہوگا جس میں قصر والوں کے لئے قصر اور مد والوں کے لئے مد ہے اور الف کے حذف والوں (ورش و قنبل) کو یوں ہی چھوڑ دے یعنی چونکہ ان کی قراءۃ میں مدہ نہیں ہے اس بناء پر نہ ان کے لئے مد ہے نہ قصر کیونکہ یہ دونوں مدہ کے وجود پر موقوف ہیں پس اس تقدیر پر مقصد بالکل واضح ہو جاتا اور ذُو البدل میں جو شبہات ہیں کہ اس سے ھا کا ہمزہ سے بدلی ہوئی ہونا مراد ہے یا ہمزہ کے الف سے ابدال کی طرف اشارہ ہے وہ سب رفع ہو جاتے۔

۵۶۳ / ۱۹ (ق) پہلے مصرع میں وَرَفْعُ وَلَا یَأْمُرُکُمْ کے بجائے وَلَا یَأْمُرَ ارْفَعْ نَصْبَہٗ فرماتے ہیں کہ اس سے قراءات میں ترکیب لازم آنے سے نجات ہو جاتی۔ انتہی۔ اور لطف یہ ہے کہ اس اصلاح سے پہلے یہی کہتے ہیں کہ یہ صورت قصیدہ میں بہت جگہ ہے اس لئے ابوشامہ کا یہ اعتراض رفع ہو گیا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

را کو رفع یا نصب کی حرکت سے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ قرآن میں غیر متعدد کا تلفظ لازم نہ آئے اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ تلفظ نقل کے طریق پر ہے تلاوت کے قبیل سے نہیں اور صلہ ضرورت کی بناء پر ہے اور ضرورتیں ناجائز چیزوں کو بھی مباح کر دیتی ہیں اور نقلی چیزوں میں بہ نسبت عقل کے روایت کی پیروی اولیٰ ہے

۵۶۴/۱۹ (ج) علامہ جعبری فرماتے ہیں کہ روایت کی رو سے وَلَا یَأْمُرُکُمْ میں را کا سکون اور میم کا صلہ ہے اور یہ قراآت میں خلط اور ترکیب کے طور پر ہے اور بعض کے قول پر را کو رفع یا نصب سے اور بعض کے طور پر میم کو سکون سے پڑھنا ضروری ہے تاکہ ترکیب لازم نہ آئے نیز را کا سکون ضعیف بھی ہے لیکن چونکہ روایت سکون اور صلہ ہی سے ہے اس لئے اس کو حرکت دینا تحریف اور روایت کے خلاف ہے اور اوپر گزر چکا ہے کہ سکون کو ضعیف کہنے والے غلطی پر ہیں۔ رہی قراآت میں ترکیب سو وہ نظم میں بہت سے مقامات میں ہے۔

(ج) ۱۲ دوسرا مصرع وَبِالتَّاءِ اٰتَیْنٰکَ کے بجائے وَثَانُوْنٍ اٰتَیْنَا اس میں نون سے دوسری قراءۃ بھی نکل آتی اور قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نافع کی قراءۃ کا تلفظ اب بھی ضروری ہے ورنہ ناقص رہے گا اس لئے کہ الف کا وجود اس کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا۔

۵۶۴ و ۵۶۵ / ۱۹ و ۲۰ (ج) ۱۹ کا دوسرا مصرع وَکَسْرُ لِمَا فِیْہِ وَاٰتَیْتُ خُوِّلَا

۵۶۵/۲۰ (ج) وَنَافِعُ نَاتَیْنَا وَتَبْغُوْنَ تُرْجَعُوْ نَ غَیْبٌ عَلَا تَبْغُوْنَ عَنْ وَلَدِ الْعَلَا

فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یَأْمُرُکُمْ کے بعد کے چاروں کلمات قرآنی ترتیب کے موافق آجاتے اور کلام مہذب ہو جاتا۔

۵۶۸/۲۳ (ق) پہلا مصرع وَفِیْمَا ھُنَا مُنَزِّلِیْنَ وَمُنْزِلُوْا۔ نقل کے حذف اور مُنَزِّلِیْنَ میں نون کے فتحہ اور زا کی تشدید سے اور گو اس میں زحاف (قدرے سکتہ) واقع ہوتا ہے لیکن اس سے تشدید والے کیلئے نون کا فتحہ تلفظ ہی سے نکل آتا ہے اور یہ کہنے کی حاجت نہیں ہوتی کہ تشدید کے لئے نون کا فتحہ لازم ہونے کے سبب واضح تھا اس لئے اس کو بیان نہیں کیا۔

(ن) وَفِیْمَا ھُنَا قُلْ کے بجائے وَفِیْمَا ھُنَا اقْرَأْ اس میں اِقْرَأْ خود آگیا اور اصل شعر کی طرح یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ قُلْ بِاِقْرَأْ کے معنی میں ہے۔

۵۷۰/۲۵ ، ۵۷۱/۲۶ (ش) دوسرے مصرع میں وَمَعْ مَدٍّ کَائِنٌ کے بجائے وَکُلٌّ کَاَیِّنْ اور شعر ۲۶ کے پہلے مصرع میں وَلَا یَاءَ مَکْسُوْرًا کے بجائے وَمُدَّ وَلَا یَاءَ فرماتے ہیں کہ یہ بیان ابن کثیر کی قراءۃ کے لئے کافی ہو جاتا اور چونکہ اس میں باقین کی قراءۃ تلفظ سے نکل آتی ہے اس لئے مَکْسُوْرًا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لانیکی حاجت نہیں رہا عموم سو وہ کُلُّ کے لفظ سے نکل آتا۔

(ق) ب۲۵ کا پہلا مصرع وَمَدُّ کَائِنُ کَسْرُ هَمْزَتِهِ دَلَا اس میں مسکوت کے لئے تشدید تلفظ سے نکل آیا۔

(ق) ب۲۵ کا دوسرا مصرع وَکَائِنُ لِلْمَكِّ نِیْ کَائِنْ قُتِلَ اعْتَلَا۔

ب۲۶ کا پہلا مصرع بِحَیْثُ اٰتِیْ فَاعْلَمْ وَ مِنْ بَعْدِهٖ قُتِلَ فرماتے ہیں کہ یہ جعبری کی اس اصلاح سے اولیٰ ہے۔

(ج) ب۲۵ مَعَ الْقَرْحِ قَرْحٌ ضَمَّ صُحْبَةُ کَائِنِ الْ جَمِیْعُ بِمَدٍّ وَّ اکْسِرَنْ هَمْزَةً دَلَا

ب۲۶ کا پہلا مصرع وَلَا یَاءَ کَسْرٍ شُدَّ قُتِلَ بَعْدَهٗ نیز موصوف کی رائے پر عموم معطوف علیہ کے عموم سے بھی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہ اَلْقَرْحُ پر معطوف ہے اور دَلَا میں بھی قدرے عموم ہے اور اگر ایک ہی کلمہ مراد لیں گے تو اس میں تو کسرہ ایک ہی ہوگا جو عموم کے خلاف ہوگا اور دَلَا میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اس کلمہ میں تغیر زیادہ ہوا ہے لیکن قاریؒ اس کو اس بناء پر پسند نہیں کرتے کہ اہلِ علم کی رائے پر سابق کا عموم کافی نہیں ہے نیز باقین کے لئے یا کی تشدید بھی ظاہر نہیں ہوتی اور ابن القاصح کی رائے پر عموم اس سے نکلتا ہے کہ کَائِنْ کو واؤ اور فا کے بغیر لائے ہیں تاکہ سب کو شامل ہو جائے اور قاری رحمہ اللہ کی رائے پر یہ بھی واضح نہیں البتہ دَلَا سے اشارۃً عموم نکلتا ہے کیونکہ اس سے مجازاً غرض کا حاصل ہونا اور معاملہ کا مکمل ہو جانا مراد ہے۔

(ج) ب۲۶ کا دوسرا مصرع وَحَیْثُ کَائِنْ الْمَكِّ خُوِّلَا اس میں دونوں قراءتیں تلفظ سے نکل آئیں۔

$\frac{۵۷۲}{۲۷}$ و $\frac{۵۷۳}{۲۸}$ (ق) پہلے مصرع میں ضَمًّا کَمَا رَسَا کے بجائے بِالضَّمِّ کَمْ رَسَا تاکہ یہ کہنے کی حاجت نہ ہو کہ ضَمًّا کا الف حذف کے ذریعہ حُرِّكَ کا مفعول بن گیا ہے۔

(ق) ضَمًّا کَمَا رَسَا کے بجائے بِالضَّمِّ حَیْثُ حَبَا اور دوسرے مصرع کے بجائے وَ رُعْبًا کَمَا رَجِیْ وَّ یَغْشٰی اَمَنْتُوْا تَلَا اور ب۲۸ میں وَ قُلْ کے بجائے شَفَا تاکہ حَیْثُ جملے سے الرُّعْبَ میں عموم نکل آئے اور جعبری کی طرح یہ کہنے کی حاجت نہ رہے کہ اس میں عموم وَ رُعْبًا کے ملانے سے نکلا ہے کیونکہ جو نکرہ دوسری سورۃ میں واقع ہو اس کے ملانے سے زیرِ بحث سورۃ کے معرفہ کا عام ہونا لازم نہیں آتا۔ پس جعبری کی رائے انسب نہیں اور گو ب۲۷ میں وزن کے سبب اَمَنْتُوْا کے ہمزۂ قطعی کو وصلی قرار دے کر حذف کیا ہے لیکن یہ مضر نہیں اور تَلَا میں رمز کا تکرار بھی مقدم ہونے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب اسی قبیل سے ہے ۔

۵۴۷/۲۹ - (ش) وِرْدًا وَّحَفْصُ ہُنَا اِجْتُلَا کے بجائے مَعْھُمْ ھُنَا حَفْصٌ بِ اِجْتَلَا - اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آلِ عمران کے مُتُّمْ میں صَفَا نفر والوں کی طرح حفص کیلئے بھی میم کا ضمہ ہے اور اصل شعر کا اِجْتُلَا چونکہ مستانفہ ہے اس لئے اس میں حفص کے لئے میم کے ضمہ اور کسرہ دونوں کا احتمال ہے کیونکہ اس سے یہ تو پتہ چل گیا کہ حفص کی قراءۃ آل عمران میں اور ہے اور باقی موقعوں میں اِس کے خلاف ہے لیکن (الف) اس کی تعیین نہیں ہوئی کہ آیا یہاں ضمّہ ہے یا کسرہ اور گو وَحَفْصُ کو صَفَا نَفَرٌ پر معطوف قرار دینے سے ان کے لئے بھی ضمّہ متعین ہوجاتا ہے ۔ لیکن عطف ان دو وجوہ کی بناء پر درست نہیں ۔

۱ اس سے پہلے وِرْدًا میں واو فاصل آچکا ہے ۔ پس وَحَفْصُ الخ مستانفہ ہے ۲ اس عطف سے ایک حکم میں رمز اور اسم ظاہر کا اجتماع ہوجاتا ہے اور یہ صورت قصیدہ میں کسی جگہ بھی نہیں ہے اور اگر مان بھی لیں کہ عطف سے ضمہ کی تعیین ہوجاتی ہے ۔ تو اس سے ایک اور خرابی لازم آجاتی ہے یعنی (ب) یہ وہم ہوجاتا ہے کہ آل عمران کے مُتُّمْ میں حفص ہی کے لئے ضمہ ہے ۔ صَفَا نفر والوں کے لئے نہیں اور قاری رحمہ اللہ کی رائے پر یہ تعیین نہ ہونے کا شبہ بعید ہے کیونکہ اِجْتَلَا کا مفعول مقدر ہے اور وہ ضَمَّ الْکَسْر ہے یعنی یہاں حفص نے بھی کسرہ کے بجائے ضمہ کو ظاہر کردیا ہے ۔ پس تعیین ظاہر ہے ہاں یہ مانتے ہیں کہ اگر ابو شامہ کی اصلاح کے موافق لاتے تو واضح تر ہوتا ۔

(ق) وَمِتُّمْ وَمِتْنَا مِتُّ بِضَمِّ کَسْرِہَا نَفَرٌ صَافٍ وَّضَمُّ ہُنَا عَلَا

اس میں تصریح ہوجاتی کہ مِتُّمْ آل عمران ع کے دونوں میں حفص کے لئے بھی ضمہ ہے اور کسرہ کے مراد ہونے کا وہم رفع ہوجاتا اور اسی طرح ابو شامہ کے وہ سب شبہات بھی کافور ہوجاتے جو اوپر الف میں نمبر ایک و دو کے اور ب کے ذیل میں قریب ہی گذرے ہیں - اور جعبری نے موصوف پر یہ گرفت کی ہے کہ حفص کا حکم مبہم نہیں ہے کیونکہ اِجْتَلَا کا مفعول ضمہ کی ضمیر ہے ۔ چنانچہ ابو شامہ نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے اور یہ عطف جملوں کے عطف کے قبیل سے ہے اور رمز و صریح کا جمع ہونا ایک وجہ میں منع ہے نہ کہ ایک مسئلہ میں جیسا کہ ہم اس کی تقریر کرچکے ہیں اور یہاں دونوں ایک وجہ میں جمع نہیں ہیں کیونکہ پہلے جملہ میں مُتُّمْ کے پورے باب کا حکم ہے اس لئے وہ عام ہے اور وَحَفْصُ الخ میں اس کی دو جزئیوں کا حکم ہے جو خاص ہے اور خاص اور عام کا مغایر ہونا ظاہر ہے اور انفراد اور خصوصیت کا وہم صرف اسی صورت میں ہوا کرتا ہے جبکہ دوسرے حکم میں آنے والے قاری پہلے حکم میں آنے والوں میں کے افراد میں سے ہوں ۔ اسی لئے وَاِضْجَاعُ اَنْصَارِہِیْ تَمِیْمُہُمْ باب الامالہ ۳۲ میں اَنْصَارِیْ سے یُوَارِیْ اُوَارِیْ تک کے امالہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف کسائی کے دوری کے لئے ہیں کیونکہ وہ انھیں ابوعمرو اور کسائی میں سے ایک فرد ہیں جو اس شعر ۳۶ میں آرہے ہیں ورنہ اگر انفراد کے وہم کو عام کردیں گے تو وَاَظْهَرَ رَبَّا قَوْلُهُ ذِكْرُ ذَالِ اِذْ ۲ میں بھی یہ وہم ہوگا کہ جیم سے پہلے اِذْ کی ذال کا اظہار صرف خلاد اور کسائی کے لئے ہے حالانکہ واقع میں ابوعمرو وہشام کے سوا سب کے لئے اظہار ہے قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں شک نہیں کہ عقل کے معیار جدا جدا ہیں اور وہم کے درجات بھی متفاوت ہیں اس بنا پر اولی یہ ہے کہ یا تو شروع ہی میں کوئی قید لگا کر وہم کو رفع کردیا جائے یا آخر میں رفع کردیں۔

اور دوسری بحث یہ ہے کہ جعبری کے قول پر اصل شعر کے مِتُّ میں روایۃً تا کا ضمہ ہے اور فرماتے ہیں کہ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ مِتَّ تا کے فتحہ والا اس قاعدہ سے خارج ہے جیسے دَفِي جِئْتِ شَيْئًا باب الادغام الحرفین المتقاربین ۱۲ میں جِئْتِ کو تا کے کسرہ سے لائے ہیں اور اس سے جِئْتَ شَيْئًا نکل گیا ہے جو کہف (۴) میں دو جگہ ہے۔ حالانکہ مِتَّ بھی اختلافی کلمات میں شامل ہے لیکن اکثر مصنفین نے حتیٰ کہ تیسیر میں بھی اس پر تنبیہ نہیں کی اور اگر دانی اس بیان میں حَيْثُ کے بجائے كَهْفَ لے آتے تو کافی ہو جاتا اور یہ لفظ بھی قاعدہ میں شامل ہو جاتا قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جِئْتَ شَيْئًا صرف کسرہ سے خارج نہیں ہوا بلکہ ان سب قیود سے نکلا ہے جو مذکورہ بالا شعر وَفِي جِئْتِ شَيْئًا میں درج ہیں۔

اور دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ ناظم نے جس طرح وَيُسْكِتُ فِي شَيْءٍ وَشَيْئًا باب النقل ۳ میں اس صورت کو کافی سمجھ لیا ہے جو اعرابی ہیئت کے اختلاف پر مشتمل ہے اور اسی لئے وہاں رفع والے شَيْءٌ کو نہیں لائے حالانکہ سکتہ کا حکم اس میں بھی جاری ہے اسی طرح یہاں بھی مِتُّ کی بنائی ہیئت کے اختلاف پر شامل ہونے والی سورۃ کو کافی سمجھ لیا اور اسی لئے تا کے فتحہ والے کو لانے کی ضرورت نہیں سمجھی اور اس کی توضیح یہ ہے کہ شعر میں مُتُّ سے مراد اس باب کا وہ کلمہ ہے جس کے ساتھ ضمیر کی تا آرہی ہو پس تا کی حرکت کی خصوصیت پیش نظر نہیں ہے تاکہ فتحہ والا اس سے نکل جائے۔

$\frac{۵۷۶}{۱۳}$ (ق) وَفِي الْحِجِّ کے بجائے مَعَ الْحِجِّ یا وَبَعْدَهُ وَفِي الْحِجِّ لِلشَّامِ کے بجائے وَشَيْخُهُ + لَدَا الْحِجِّ وَالثَّانِي - کیونکہ اصل شعر میں یہ وہم ہوتا ہے کہ وَبَعْدَهُ کا تعلق ہشام سے ہے حالانکہ واقع میں پورے ابن عامر سے ہے۔

(ق) وَبِالزُّبُرِ اور وَبِالْكِتَابِ کے بجائے وَبَا الزُّبُرِ اور وَبَا الْكِتَابِ با کے فتحہ اور کتابت میں الف کی زیادتی سے اس بناء پر کہ با مابعد کی طرف مضاف ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ درایت کی رو سے واضح تر ہوتا کیونکہ اس سے با کی زیادتی کی تصریح ہو جاتی اور یہ کہنے کی حاجت پیش نہ آتی کہ تلفظ سے با کی زیادتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اصطلاح سے نکلی ہے کہ تلفظ پر اکتفا زیادت اور حذف ہی کے موقع میں کیا کرتے ہیں اور اکثر بحر میں ایسا حرف صرف بائے ہے جس کے اثبات و حذف سے خلل نہیں آتا۔

۵۸۳/۳۸ (ج) صَفَّا حَقٌّ غُیُبٍ کے بجائے وَصِفْ حَقٌّ غُیُبٍ واضح تر تھا کیونکہ واؤ فاصل آجانے کے سبب یہ وہم نہ رہتا کہ اَلرَّسْمَ مُجْمِلًا کا ہمزہ اور میم بھی رمز ہے اور صَفَّا حَقٌّ کے ساتھ شامل ہے گو اس کا یہ جواب دینا بھی ممکن ہے کہ وَ کَشْفِ الرَّسْمِ مُجْمِلًا پہلے مضمون کا تتمہ ہے اس لئے اس کا ہمزہ اور میم صاد کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا۔

۵۸۶/۴۱ (ق) کِلَاهُمَا کے بجائے مَعًا وَ قُلْ یہ واضح تر تھا کیونکہ اس صورت میں معًا سے اِنِّی کا دو جگہ ہونا ظاہر ہو جاتا اور کِلَاهُمَا کی تقدیر پر یہ کہنے کی حاجت پیش آتی ہے کہ اصل میں وَ اِنِّی اِنِّی تھا پھر اوں کی دلالت کے سبب ثانی کو حذف کر دیا اور کِلَاهُمَا مذکور اور مقدر دونوں کی تاکید ہے ۔ ۵۸۷/۴۲ (ش) بطور اضافہ: مُضَافًا تَقَاسِتٌ وَّجَـاءَ زِیَادَةٌ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مَنِ اتَّبَعَنْ وَّ لَا

اس سورۃ کی یا آت اضافت چھ ہیں۔

اور وَخَـافُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ اور وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ کا مجموعہ یا کی زیادتی والا ہو کر آیا ہے حالانکہ یہ دونوں لفظ متابعت والے ہیں کہ شعر میں یا سورۃ میں ایک کے بعد دوسرا آ رہا ہے ۔۵۸۷/۴۲ (ش) بطور اضافہ

فَیَا اُنْقَاسِتٌ وَّجَـاءَ زِیَادَةٌ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مَنِ اتَّبَعَنْ وَّ لَا

اس میں زوائد دو ہیں۔

سُوْرَةُ النِّسَآءِ

اس کے ستائیس ۲۷ شعروں میں سے گیارہ ۱۱ لئے گئے ہیں

۵۹۲/۶ (ق) وَیُدْخِلْهُ نُوْنٌ مَّعْ طَلَاقٍ کے بجائے وَیُدْخِلْ مَعًا نُوْنٌ طَلَاقٌ اس میں معًا سے واضح ہو گیا کہ یُدْخِلْهُ نساء میں دو جگہ ہے اور دونوں میں اختلاف ہے اور یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ عموم ظہور اور شہرت سے یا اس کے ساتھ دوسری سورتوں کے کلمات ملا کر لانے سے یا اطلاق سے نکلا ہے

۵۹۳/۷ (ص) اَلَّذَیْنِ قُلْ + یُشَدِّدُ لِلْمَکِّیْ کے بجائے اَلَّذَیْنِ نُوْ + نَهَا شَدِّدُ الْمَکِّیْ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان پانچوں کلمات میں مکی کے لئے تشدید نون پر ہے اور یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ تشدید کا نون پر ہونا شعر ۲۱۸ کے نُوْنٌ پر معطوف ہونے سے نکلا ہے یا اس سے کہ اَللَّذَانِ کی جمع اَلَّذِیْنَ میں اجماعی تخفیف نون ہی میں جاری ہے یا قاعدہ سے سمجھا گیا ہے نیز ان سب میں نون ہی ایسا حرف ہے جو تشدید

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو قبول کر سکتا ہے۔

$\frac{594}{8}$ (ش) ۱ پہلے مصرع کے بجائے وَكَرْهًا هُنَا وَفِي بَرَاءَةَ ضَمَّنَا ۲ وَعِنْدَ بَرَاءَةٍ کے بجائے وَمَا فِي بَرَاءَةٍ اس صورت میں یہ کہنے کی حاجت نہیں پیش آتی کہ عِنْدَ کو مجازاً فِي کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے۔

$\frac{596}{10}$ (ق) پہلا مصرع وَفِي مُحْصَنَتٍ اكْسِرْ جَمِيعًا رِوَايَةً پس جَمِيعًا سے معرفہ کی طرح نکرہ میں بھی عموم نکل آیا اور یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ عموم اطلاق سے نکلا ہے۔

$\frac{598}{12}$ (ق) فَسَلْ حَرِّكُوا کے بجائے فَسَلْ كُلًّا اس صورت میں عموم کی تصریح ہو جاتی اور قاعدہ ضمیر بارز والے وَسَلُوا فَسَلُوا کو بھی شامل ہو جاتا اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ عموم قرینہ سے نکلا ہے۔

$\frac{600}{14}$ (ج) وَضُمَّهُمْ + تَسَوَّى نَمَا حَقًّا کے بجائے وَحَقُّهُمْ نَمَا ضَمِّ تَسَوَّى فرماتے ہیں کہ یہ واضح ہوتا کیونکہ اس سے یہ نکل آتا کہ عَمَّ کے لئے تشدید سین پر ہے رہا واو سواس میں تو بلا خلاف تشدید ہے ورنہ ناظمؒ کی اصطلاح تو یہ ہے کہ جب فعل میں تشدید کو بلا قید لاتے ہیں تو اس سے مراد عین کلمہ کا تشدید ہوتا ہے اور جب اس کے خلاف ہوتا ہے تو قید لگا کر لاتے ہیں اور یہاں قید لگائی نہیں اس لئے اصطلاح سے تو یہ نکلتا ہے کہ تَسَوَّى میں تشدید واو پر ہے نہ کہ سین پر حالانکہ واقع میں عَمَّ کے لئے سین اور واو دونوں ہی پر ہے۔

$\frac{603}{17}$ (ق) وَارْتَاحَ اَشْمُلًا کے بجائے وَالدَّالُ اُسْجِلَا اس سے دال کی حرکات میں عموم نکل آیا اور مثال کے سبب صرف فتحہ کے ساتھ خاص ہونے کا شبہ نہیں رہا۔

$\frac{603 و 604}{17 و 18}$ (ش) ۱۷ میں وَارْتَاحَ اَشْمُلًا کے بجائے وَالثَّبْتُ شَمْلَلَا

۱۸ اِلَيْهَا وَتَحْتَ الْفَتْحِ فِي نَتَثَبَّتُوا وَغَيْرُهُمَا لَفْظُ الْبَيَانِ تَبَدَّلَا

یعنی: بیان کے بجائے ثبت اس سورت میں بھی جلدی سے آ گیا ہے انہ فتحنا کے نیچے والی جمرات میں بھی اور ان دونوں کے ماسوا باقی پانچ ثبت کے بدلہ میں لفظ بیان لے آئے ہیں یعنی ان کی قراءۃ میں فَتَبَيَّنُوا ہے جو بیان سے بنا ہے اس میں نَتَثَبَّتُوا کے لئے رمز علیحدہ آجانے کے سبب زیادہ وضاحت ہو گئی اور شبہ نہیں رہا۔

سوال: ناظم ایک ہی رمز کے ذریعہ کبھی دو اور کبھی تین مسئلے بھی بیان کر دیتے ہیں دیکھو بقرہ ۲۴۲ اور آل عمران ۲۶ تو کیا یہاں فَتَثَبَّتُوا والی قراءۃ کا تعلق شعر ۱۹ والی رموز سے نہیں ہو سکتا۔

جواب: نہیں کیونکہ ناظمؒ نے وَالْغَيْرُ سے دوسری قراءۃ کا بیان شروع کر دیا ہے۔ اس لئے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رموز سے تعلق کا احتمال ختم ہو گیا اور خوب واضح ہو گیا کہ پہلی قراءۃ کی قیود اور رموز سب ختم ہو چکی ہیں تب ہی تو دوسری قراءۃ کا بیان شروع کیا ہے اور اب فَتَثَبَّتُوا کی رمز وہی ہو سکتی ہے جو شعر ۱۷ کے شَاعَ میں آچکی ہے کیونکہ سابق میں اس کے متصل وہی رمز آ رہا ہے پس گویا وَاشْمَمَا وَقَرَا فَتَثَبَّتُوا مِنَ الثَّبْتِ فرمایا ہے۔

۶۰۴/۱۸ (ق) قُلْ فَتَثَبَّتُوا کے بجائے شَاعَ تَثَبَّتُوا چونکہ اس میں تَثَبَّتُوا کی رمز علیحدہ آگئی اس لئے اس سے خوب وضاحت ہو گئی۔

۶۰۵/۱۹ (ق) مُؤَخَّرًا کے بجائے هٰهُنَا اور اس صورت میں وزن قبض کے طریق پر درست ہو گا کیونکہ اصل شعر میں مُؤَخَّرًا سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ قید احترازی ہے جو نساء (ع۱۲) کے دونوں کلمات کے نکالنے کے لئے ہے اور اس کے اطلاق سے یہ وہم بھی ہوتا ہے کہ اس سے نحل (ع۱۲) والا مراد ہے حالانکہ یہ قید صرف توضیح کے لئے ہے اور پہلے دونوں کلمہ ترتیب ہی سے خارج ہو چکے ہیں۔

۶۰۹/۲۳ (ش) لَسْتَ فِيهِ کے بجائے فِيهِ لَسْتَ تاکہ فِيهِ کی ھا لَامَهُ کے لئے ہو جائے اور یہ کہنے کی حاجت پیش نہ آئے کہ سُکُونًا کے بعد ضمیر مقدر ہے جو لام کے لئے ہے ای سُکُونَهُ یا سُکُونًا فِيهِ اور اس تقدیر کی وجہ یہ ہے کہ زَيْدًا اضْرِبْ رَأْسَهُ تو صحیح ہے اور زَيْدًا اضْرِبْ رَأْسًا درست نہیں اور اصل شعر میں فَضُمَّ سُکُونًا اسی قبیل سے ہے اور فِيهِ لَسْتَ میں اس اشکال کا پیدا نہ ہونا ظاہر ہے۔

سوال: اس تقدیر پر تو فِيهِ میں قراءۃ کی قید ہونے کا وہم ہوتا ہے پھر اس کی ھا کا رمز بننا کیونکر صحیح ہو گا۔

جواب: یہ اسی طرح درست ہو گا جس طرح وَكُسْرُ لِمَا فِيهِ آل عمران ع۲ میں فا کو رمز بنایا ہے حالانکہ وہاں بھی فِيهِ میں قراءۃ کی قید ہونے کا وہم ہوتا ہے۔

سوال: یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ سُکُونًا مصدر ہے جو اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے اور لَامَهُ سے حال ہے ای فَضُمَّ لَامَهُ حَالَ كَوْنِهَا سَاكِنَةً اور اس صورت میں ضمیر کے مقدر ماننے کی حاجت نہ ہو گی

جواب: چونکہ حال فعل کے لئے قید اور شرط کے مرتبہ میں ہوا کرتا ہے اور صفت میں یہ بات نہیں ہوتی اس لئے جملہ کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ لام کو ساکن ہونے کی حالت میں ضمہ دے حالانکہ اس صورت میں ضمہ آ ہی نہیں سکتا۔ پس معنیٰ کے فساد کے سبب سُکُونًا کا حال قرار دینا درست نہیں اور اس کی توضیح یہ ہے کہ اگر اِضْرِبْ زَيْدًا رَاكِبًا کہا جائے تو مارنا سوار ہونے ہی کی صورت میں درست ہے نہ کہ دوسرے حالات میں بھی اور اگر اِضْرِبْ زَيْدًا نِ الرَّاكِبَ کہا جائے تو ضرب اس صورت میں بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست ہے جبکہ زید سواری سے اُتر گیا ہو۔ پس یہی صورت فَضُمَّ لَامَہٗ سَاکِنَۃٌ اور فَضُمَّ اللَّامَ السَّاکِنَۃَ میں سمجھ لو۔

٦١/٢٢ (ج) وَنُزِّلَ فَتْحُ الضَّمِّ وَالْکَسْرِ کے بجائے وَنُزِّلَ فَتْحُ الضَّمِّ وَالْفَتْحُ کیونکہ اصل شعر میں فتحہ کے ساتھ ضمہ کی قید مقصودًا اور کسرہ کی تبعًا ہے اور اصلاح میں وَالْفَتْحُ کے ساتھ قید نہیں ہے اس لئے یہ وہم رفع ہو گیا کہ ثانی میں کسرہ کی قید بلا ضرورت کس لئے لگائی ہے۔

سُوْرَۃُ الْمَائِدَۃِ

اس کے اٹھارہ (١٨) شعروں میں سے پانچ میں اصلاح کی گئی ہے اور ایک اضافہ کے طور پر ہے

٦١٤/١ (ق) وَسَکِّنْ کے بجائے وَاَسْکِنْ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن تھا (اور اس سے اکثری استعمال کے مطابق ہو جاتا)۔

www.KitaboSunnat.com

٦١٥/٢ (ج) ترتیب بدل کر دوسرے مصرع کو پہلا بنا دیا ہے اور دوسرے مصرع کو اس طرح لائے ہیں۔ وَقَسِیَّۃً فَاقْصُرْ وَسَدِّدْ شَغَا وَلَا فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے سے قرآن کے دونوں کلمات تلاوت کی ترتیب سے بھی آجاتے اور یہ احتمال بھی رفع ہو جاتا کہ بِالنَّصْبِ۔ اَرْجُلَکُمْ کی طرح قَسِیَّۃً کے لئے بھی قید ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ ناظم نے اس بارہ میں اس پر اعتماد کیا ہے کہ قیود میں اصل اتصال ہے (پس اگر بِالنَّصْبِ کو قَسِیَّۃً کے لئے بھی قید بنائیں گے تو اس میں اور اس کی قید میں جُدائی ہو جائے گی)۔

٦٢١/٨ (ج) وَرَافِعٌ + سِوَی ابْنِ کے بجائے وَنَصْبُہٗ + عَنِ ابْنِ الْعَلَا گو اس طرح کہنے سے مذکور کی قراءت تو بالکل صحیح نکل آتی لیکن مسکوت کی نہ نکلتی اس لئے کہ اصطلاحات میں یہ کسی جگہ بھی نہیں بتایا کہ مضارع میں نصب کی ضد رفع ہے۔

٦٢٧/١٤ (ش) علا رَتَا اُسْتُحِقَّ افْتَحْ لِحَفْصٍ وَّحَاءَہٗ۔ فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی کہہ سکتے تھے لیکن اس سے مذکور کی قراءۃ تو صحیح ہو جاتی رہی مسکوت کی سو وہ غلط ہو جاتی اس لئے کہ فتح کی ضد سے تا اور حا دونوں کا کسرہ نکلتا (جو تا میں غلط اور حا میں صحیح ہوتا اس لئے اصلی مصرع اولیٰ ہے۔

٢١ صرف وَکَسْرُہٗ کے بجائے وَحَاءَہٗ فرماتے ہیں کہ اس طرح کہنے سے دونوں ہی قراءتیں صحیح رہتیں لیکن اس کے اختیار نہ کرنے کی وجوہ دو (٢) ہیں: (١) وَکَسْرُہٗ جو اصل میں ہے اس میں حرکت کا مقابلہ حرکت سے ہے اور اس سے کلام میں حسن آگیا اور وَحَاءَہٗ کہتے تو حرکت کا مقابلہ حرف سے ہوتا (٢) وَکَسْرُہٗ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے سے سکوت کی قراءت کی وضاحت زیادہ ہوگئی کیونکہ اگر اس کو نہ لاتے تب بھی فتحہ کی ضد سے کسرہ ہی نکلتا پس تصریح سے مقصود خوب واضح ہوگیا۔

۶۲۸/۱۵ (ق) وَضَمَّ الْغُيُوْبَ يَكْسِرَانِ عُيُوْنًا + عُيُوْنِ کے بجائے وَضَمَّ الْغُيُوْبِ الْكُلُّ قَدْ كَسَّرَ اعْيُوْ + نَ نَ اَطْلِقْ فرماتے ہیں کہ اس سے اَلْغُيُوْبِ اور عُيُوْنًا دونوں کا عموم واضح ہوگیا یعنی اول کا اَلْكُلِّ سے اور ثانی کا اَطْلِقْ سے اور جعبری نے یہاں دو ۲ باتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱ اَلْغُيُوْبِ اور عُيُوْنِ میں عموم اس سے نکلا ہے کہ ان کے ساتھ دوسری سورتوں کے الفاظ بھی ملا کر لائے ہیں لیکن اول تو یہ لازم نہیں کہ دوسری سورتوں کے الفاظ ملانے سے ہر جگہ عموم نکل آئے دوسرے اَلْغُيُوْبِ اور عُيُوْنِ کے کسرہ کی رموز بھی متحد نہیں ہیں۔

۲ ناظم عُيُوْنِ کو دوبارہ اس لئے لائے ہیں کہ معرفہ اور نکرہ دونوں کو شامل ہوجائے اور نکرہ سے مراد مطلق ہے جس میں کسی اعراب کی خصوصیت ملحوظ نہیں ہے اور اب یہ غیر منصوب کو بھی شامل ہوجائے گا لیکن یہ ظاہر ہے کہ عُيُوْنِ سب نسخوں میں جر ہی سے آیا ہے اس لئے یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ اب یہ منصوب کو بھی شامل ہوجائے گا دوسرے شمول کا قائل ہونا بھی صحیح نہیں کیونکہ نصب والا لفظ اور کتابت دونوں ہی کی رو سے جر والے سے مختلف ہے بخلاف اس شَيْءٍ کے جو پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اس میں مرفوع اور مجرور کی کتابت یکساں ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک دوسرے کو شامل ہوسکتا ہے۔

۶۳۱/۱۸ (ج) وَلَوْمٌ بِرَفْعٍ خُذْ وَاِلَيَّ کے بجائے وَلَوْمَ بِنَصْبٍ اُمَّ اِلَيَّ فرماتے ہیں کہ اس میں اختصار بھی زیادہ ہے اور ظاہر تر بھی ہے اور قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصل شعر میں اکثر کا ذکر اس لئے ہے کہ اس میں اختصار زیادہ ہے۔

مائدہ ۱۸ کے بعد اضافہ کے طور پر (ج) وَمَحْذُوْفُهَا اخْشَوْنِيْ وَلَا قَدْ هَدٰنِ مِنْ قَبْلُ + بِالْاَنْعَامِ كِيْدُوْنِيْ فِي الْاَعْرَافِ نُبِّلَا - یعنی یاء زائدہ - مائدہ اور انعام اور اعراف تینوں میں ایک ایک ہے۔

(ش) فَيَا اٰتُهَا سِتٌّ وَّفِيْهَا زِيَادَةٌ ‏ وَعَبَّرَ عَنْهَا قَوْلُهُ اخْشَوْنِ مَعْ وَلَا

اس میں یاء زائدہ ایک ہے۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

اس کے انچاس ۴۹ شعروں میں سے تیئس میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦٣٤/٤ (ش) دوسرے مصرع میں وَفِي وَتَكُونُ النَّصْبُهُ کے بجائے وَفِي وَتَكُونُ النُّصْبُ یہ وزن کی رو سے تو ممکن تھا لیکن سکوت کے لئے نصب کی ضد سے جر نکلتا اس لئے اَلنِّصْبُهُ میں رفع کی ضمیر لاکر نصب کے ساتھ رفع کی قید لگادی تاکہ اس سے باقین کے لئے رفع نکل آئے۔

٦٣٥/٤ (ق) وُجِّلَا کے بجائے کُمِّلَا فرماتے ہیں کہ یہ لفظاً صریح تر اور معنیً کی رو سے واضح تر ہوتا۔

٦٣٦/٥ (ج) وَقُلْ فِي يُوسُفٍ کے بجائے وَخَتْمُ يُوسُفٍ فرماتے ہیں کہ اس سے اس کی تصریح ہوجاتی کہ یوسف میں آخر والا مراد ہے جو ع۱۲ میں ہے نہ کہ پہلا جو ع۲ میں ہے نیز عطف کے ذریعہ یٰسین والے میں بھی آخری ہی کے مراد ہونے کی تصریح ہوجاتی اور اَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ع۴ نکل جاتا اور وَيٰسِينَ کی تقدیر وَخَتْمُ يٰسِينَ ہوتی انتہیٰ لیکن اس تقدیر پر وزن قبض کے طور پر درست ہوتا۔

(ق) وَقُلْ فِي يُوسُفٍ کے بجائے وَاُخْرٰى يُوسُفٍ اس سے وزن بھی بلاتکلف درست رہتا لیکن احقر کے خیال میں یہ اصلاح بلاحاجت ہے اس لئے کہ ناظم رح نے لَا يَعْقِلُونَ فرمایا ہے اور یوسف ع۲ اور یٰسین ع۴ والے لَا سے خالی ہیں اس لئے ان کے داخل ہونے کا شبہ ہی نہیں ہوتا۔

٦٣٩/٨ (ق) دوسرے مصرع کو بعینہٖ رکھکر پہلا بنا دیا ہے اور پہلے کو دوسرا قرار دیدیا ہے لیکن اس میں وَهٰهُنَا کے بجائے وَكُمِّلَا لائے ہیں فرماتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے ناظم رح کی اس اکثری عادت پر عمل ہوجاتا کہ حتی الامکان نظائر کو اس طرح جمع کیا کرتے ہیں کہ جو سورۃ چل رہی ہو اس کے کلمہ کو پہلے لاتے ہیں۔

٦٤١/١٠ (ج) ذَكَّرُوا دِلَا کے بجائے نَقِّطُوا اَسْفَلَا یعنی صحبہ نے نقطوں کو نیچے کی جانب میں کردیا ہے جس سے تا یا ہوگئی ہے۔ اور ضد سے نکل آیا کہ باقی ساڑھے چار نقطوں کو اوپر ہی رکھتے ہیں خلاصہ یہ کہ مذکور کے لئے یا اور سکوت کے لئے تا ہے کیونکہ ذَكَّرُوا سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ صحبہ کے سوا سب کیلئے تانیث ہے حالانکہ ان میں سے نافع کے لئے تا خطاب کی ہے اور ناظم رح نے تنگی کے سبب تذکیر پر اکتفا کی ہے کیونکہ تلفظ میں نافع کی قراءۃ بھی باقین کی طرح ہے اس بنا پر کہ ان سب کیلئے تا ہے۔

٦٤٢/١١ (ق) سَبِيلَ بِرَفْعٍ خُذْ کے بجائے سَبِيلَ بِنَصْبٍ اَجْ فرماتے ہیں کہ یہ رمز کی رو سے بھی خوب مختصر ہے اور قراءۃ کے بیان کے لحاظ سے بھی اور معنیً بھی واضح تر ہے۔ نیز فن کی کتابیں اختلافی الفاظ کے بیان کے لئے ہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ خلاف کی نسبت قلیل ہی کی طرف کی جائے نہ کہ اکثر کی طرف کیونکہ وہ تو متفق ہیں اور جعبری اصل شعر کو برقرار رکھکر فرماتے ہیں کہ اکثر کا ذکر اس لئے ہے کہ وہ ترجمہ اور رمز دونوں ہی کی رو سے مختصر تر ہے۔

٦٤٢ و ٦٤٣/١١ و ١٢ (ج) سَبِيلَ خُذْ دُ اَ يَقْضِ يَقُصَّ (نَـ اِلِ (ا) ذُ (دَ) نَا + تَوَفَّتْهُ وَاسْتَهْوَتْهُ (فَـ) اَ ذَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ مَتِیْلَا ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نمبر گیارہ اور بارہ دو شعروں کے بجائے یہ ایک ہی شعر نظم کر دیا ہے اور اس میں سَبِیْلُ کا رفع اور تَوَفَّتْهُ اِسْتَهْوَتْهُ میں تذکیر یہ دونوں چیزیں اطلاق سے نکلی ہیں جس کو ناظم نے دیباچہ ۶۳ میں بیان کیا ہے اور میں نے شعر ۱۰ وا کے معطوفین ذَکَّرُوْا اور خُذُوْا میں بھی امتیاز کر دیا ہے (کہ اوّل کو ماضی کے اور ثانی کو امر کے صیغہ سے لایا ہوں) تاکہ یہ امتیاز دونوں وجہوں کو خوب واضح کر دے۔

۶۴۲/۱۱ (ش) وَیَقْضِ الخ کے بجائے وَیَقْضِ یَقُصُّ صَا + دُحِرْمِیٌّ نَصْرٍ اِذْبِلَا یَاءٍ اُنْزِلَا فرماتے ہیں کہ اس ایک ہی شعر میں یَقْضِ کی دونوں قراءتیں تلفظ سے نکل آتیں اور رموز بھی آجاتیں اور اس تکلف کی حاجت نہ ہوتی کہ ایک سوال مقدر مان کر اس کے جواب کے لئے شعر ۱۲ میں نَعَمْ دُوْنَ اِلْبَاسٍ لائے ہیں نیز اس سے یہ بھی نکل آتا کہ یَقْضِ کی رسم ضاد کے بعد والی یا کے بغیر ہے لیکن ناظمؒ کی موجودہ تعبیر عمدہ صنعت اور عجیب اسلوب کی حامل ہے۔

۶۴۴/۱۳ (ج) دوسرا مصرع وَ بِالْغَیْبِ لِلْکُوْفِیْ اَنْجَیْ تَحَوَّلَا مقصد یہ ہے کہ گو اس طرح بھی کہہ سکتے تھے لیکن فرق کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے دونوں قراءتوں کی تصریح کر دی۔

(ق) وَ اَنْجَیْتَنَا اَنْجَیْ لِکُوْفٍ تَحَوَّلَا گو اس طرح کہنا ممکن تھا لیکن ضمیر منصوب اس لئے نہیں لائے کہ اس میں اختلاف نہیں بلکہ وہ دونوں قراءتوں میں یکساں ہے۔

۶۴۷/۱۶ (ق) وَعَنْ عُثْمَانَ کے بجائے وَ قُلْ عَنْ قُرَیْشٍ بھی ممکن تھا یعنی اس سے واضح تر ہو جاتا۔

۶۵۱/۲۰ (ق) دوسرا مصرع وَ لَامَ الْیَسَعْ حَرِّكْ مَعًا ثُمَّ ثَقِّلَا اس سے واضح ہو گیا کہ حرکت وَالْیَسَعْ کے لام ہی کو دی جائے گی نہ کہ اس کے دو حرفوں لام اور یا کو جیسا کہ اصل شعر سے وہم ہوتا ہے حالانکہ حقیقت میں اَلْحَرْفَانِ سے اس کے دونوں موقع مراد ہیں جو یہاں اور صاد میں ہیں۔

(ش) اَلْحَرْفَانِ کے بجائے اَلْحَرْفَیْنِ نصب سے کیونکہ زَیْدًا اِضْرِبْ میں دال کے رفع سے نصب اولیٰ ہے اس لئے کہ اس صورت میں عائد کے مقدر ماننے کی حاجت نہیں ہوتی اور وَ اللَّیْسَعَ الْحَرْفَانِ حَرِّكْ بھی زَیْدٌ اِضْرِبْ کی طرح ہے۔

۶۵۳/۲۲ (ق) وَتُبْدُوْنَهَا تُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ تَجْعَلُوْ نَهٗ غَیْبُهٗ حَقٌّ لِیُنْذِرَ صَنْدَلَا

فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی کہہ سکتے تھے اور اس صورت میں قرآن کے تینوں کلمات تلاوت کی ترتیب کے موافق آجاتے اور لِیُنْذِرَ میں لام کے حذف کرنے کی بھی حاجت نہ ہوتی۔

۶۵۴/۲۴ (ج) وَفَتْحُ الْکَسْرِ وَالرَّفْعِ کے بجائے وَ فَتْحُ الْعَیْنِ وَاللَّامِ اس سے مذکور کی قراءت تو صحیح ہو جاتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن مسکوت کے لئے لام کے رفع کے بجائے کسرہ نکلتا۔

۶۵۶/۲۵ (ق) بِمُسْتَقَرٍّ + رُدِ الْقَافَ کے بجائے فَمُسْتَقَرٌّ + رَدِّ الْقَافَ اس تقدیر پر کلمۂ قرآنی پورا آجاتا اور فا کے حذف کرنے کی حاجت نہ ہوتی اور اس میں اَلْقَافَ کا نصب بدل البعض ہونے کی بناء پر ہوتا۔

(ج) ثِقْلُهُ انْجَلَا کے بجائے ثِقْلُهُ اِلیٰ یعنی اس کی تشدید نعمت والی ہے اس صورت میں ہمزۂ وصلی خفی کے بجائے ہمزۂ قطعی رمز بن جاتا جو واضح ہے۔

۶۵۷/۲۶ (ق) وَدَارَسْتَ حَقٌّ مَدُّهُ کے بجائے دَارَسْتَ بِمَدٍّ حَقُّهُ اس سے بیان کی ترتیب بالکل مکمل ہوجاتی کیونکہ اوّلاً جمہور کی قراءۃ تلفظ سے نکل آتی جو مجرد سے ہے اور اس صیغہ کی اصل ہے اور باقی دو قراءتیں اس پر متفرع ہوجاتیں اور ابن عامر کی قراءۃ میں یہ وہم بھی نہ رہتا کہ وہ بھی دال کے بعد الف مدہ سے ہے اور دَارَسْتَ ہے یعنی اس میں تحریک واسکان کی دونوں قیدیں الف مدہ کے ساتھ ہیں حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔

۶۶۱ تا ۶۶۳/۳۰ تا ۳۲ ان تین شعروں میں مُنَزَّلٌ۔ کَلِمٰتُ ۔ فُصِّلَ ۔ حُرِّمَ چاروں کلمات کو تلاوت کی ترتیب کے موافق لے آنے کی غرض سے ابو شامہ جعبری اصفہانی اور قاری رحمہم اللہ نے اصلاحیں کی ہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے: شعر نمبر ۳۰ اس کے پہلے مصرع کی جگہ سب حضرات شعر نمبر ۳۱ کا پہلا مصرع لائے ہیں اور دوسرے مصرع کی اصلاحات یہ ہیں:

(ج) وَتَوْحِيدُ كَلِمٰتٍ بِكُوفٍ تَجَمَّلَا لیکن اس سے وزن کے سبب یہ شبہ ہوتا ہے کہ توحید کی صورت میں یا تو کاف کا فتحہ اور لام کا سکون ہے یا کاف کا کسرہ اور لام کا سکون ہے اور ظاہر ہے کہ اوّل میں ایک اور ثانی میں دو غلطیاں ہیں۔

(ق) هُنَا كَلِمَتْ وَحِّدْ لِكُوفٍ تَجَمَّلَا ۔ (ش) وَفِي كَلِمٰتُ اقْصُرْ لِلْكُوفِ رَتِّلَا

(ص) وَفِي كَلِمٰتُ اقْصُرْ لِكُوفٍ تَجَمَّلَا ۔ شعر ۳۱ (ش)

وَفِي يُونُسٍ وَّالطَّوْلِ ظُلِّلَ حَامِيًا   وَفُصِّلَ فَتْحُ الضَّمِّ وَالْكَسْرِ ثِقْ اَلَا

(ص) وَفِي يُونُسٍ وَّالطَّوْلِ ظِلُّ حِمَايَتِهٖ ۔

(ج وق) پہلے مصرع کی جگہ بعینہٖ شعر ۳۰ کا دوسرا مصرع رہا شعر ۳۱ کا دوسرا سو اس میں تینوں ابوشامہ کی طرح ہیں۔ پس چاروں متفق ہیں شعر ۳۲ وَفُصِّلَ اِذْ ثَنٰى کے بجائے شین کے لئے وَحُرِّمَ اِذْ عَلٰى اور باقی تینوں کی جانب سے وَحُرِّمَ عَنْ اِلْفٍ۔

۶۶۴/۳۳ (ق) فَرْدٌ یا فَرْدًا کے بجائے وَحِّدْ فرماتے ہیں کہ یہ اولیٰ تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۶۸/۳۷ (ص) پہلے مصرع میں وَمَنْ تَكُوْ کے بجائے وَخَذُوْا اور دوسرے کے بجائے یہ مصرع لائے ہیں
مَكَانَتِ كُلًّا غَيْرَ شُعْبَةَ فَانْقُلَا اس صورت میں تلاوت کی ترتیب کے موافق مَكَانَتِ کا ذکر
مَنْ تَكُوْنُ سے پہلے ہوجاتا لیکن موصوف نے یہ نہیں بتایا کہ اس تقدیر پر شعر ۳۸ کا پہلا مصرع جس میں
مَنْ تَكُوْنُ کا ذکر ہونا چاہیئے کس طرح آئے گا۔ اس لئے اس کا بیان متروک ہوجائے گا۔ قاریؒ فرماتے ہیں
کہ اگر اصفہانی فَانْقُلَا کے بجائے اس طرح کہتے کہ مَنْ تَكُوْ + نُ فِيْهَا وَتَحْتَ النَّمْلِ ذَكِّرْهُ شُلْشُلَا
تو بہتر ہوتا۔ پھر شعر ۳۸ کا دوسرا مصرع بعینہ لائے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ اس صورت میں مَنْ تَكُوْنُ کا
ذکر بھی آجاتا جو اصفہانی کی اصلاح میں نہیں ہے لیکن موصوف نے یہ خیال نہیں کیا کہ اس تقدیر پر شعر ۳۷
لام الف پر ختم ہوجانے کے بجائے تَكُوْنُ کے واؤ پر ختم ہوتا ہے۔

۶۶۸ و ۶۶۹/۳۷ و ۳۸ (ج) وَخَاطَبَ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ابْنُ عَامِرٍ + وَجَمْعُ مَكَانَتِ لِشُعْبَةَ اسْجَلَا
۳۸ وَتَذْكِيْرُ مَنْ تَكُوْنُ مَعْ قَصَصٍ شَفَا + بِزَعْمِهِمُ كِلْتَاهُمَا الضَّمُّ رُتِّلَا
اس تقدیر پر مَكَانَتِ اور مَنْ تَكُوْنُ ترتیب وار بھی آجاتے اور کلام بھی مہذب ہوجاتا۔

۶۶۹/۳۸ (ق) مَكَانَاتِ کے بجائے مَكَانَتِ واحد کے صیغے سے تاکہ لفظ اور اس کی قید میں فرق ہوجائے
اور تحصیل حاصل نہ رہے اور دوسرے مصرع میں بِزَعْمِهِمُ الْحَرْفَانِ کے بجائے زَنِي الْمَوْضِعَيْنِ
الزَّعْمُ کیونکہ الْحَرْفَانِ سے زا اور عین کے مراد ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

ایضاً (ج) دوسرا مصرع الْحَرْفَانِ کے بجائے الْفِعْلَانِ لیکن چونکہ زَعْمٌ مصدر ہے اس لئے اس پر فعل
کا اطلاق مجاز کے طور پر ہوگا اس بناء پر یہ بھی واضح نہیں۔

۶۷۳/۴۲ (ق) فَلَا تَلُمْ مِنْ مُلِيْمِي النَّحْوِ کے بجائے فَلَا تَلُمْ مَنْ يَلُوْمُ الصِّنْفَ یعنی جو قراء کی نوع پر صرف
ملامت کرے اور ان کو جاہل نہ بتلائے تو اس پر ملامت نہ کر۔ فرماتے ہیں کہ اس طرح کہنا بہتر تھا۔

۶۷۵ و ۶۷۶/۴۴ و ۴۵ (ج) يَكُنْ اَنِّثُوْا (صِـ) لَاقٌ (كَـ) فَا مَيْتَةٌ ارْفَعُوْا + (دَ) نَا كَافِيًا وَحِصَادِهِ
افْتَحْ (كَـ) مَا نَدٍ (حَـ) لَا + (نَـ) مَى الْمُعْتَزِ سَكِّنْ حِصْنُهُ وَيَكُوْنَ اَنِّـ + ثُوْ (فِـ) يْهِ (كِـ) لَا (دِ) يْنِ
ارْفَعُوْا مَيْتَةً (كَـ) لَا اس صورت میں دونوں جگہ مَيْتَةٌ کے رفع کا ذکر صراحۃً آجانے سے
مفہوم کامل ہوجاتا اور یہ شبہ نہ رہتا کہ شاید مَيْتَةٌ يَكُنْ اور يَكُوْنَ پر معطوف ہو اور اس میں رفع اور نصب
کے بجائے تذکیر اور تانیث کا اختلاف ہو اور اصل شعر میں یہ شبہ اس لئے ہے کہ مَيْتَةٌ میں تا آرہی ہے۔

۶۸۰/۴۹ (ش) وَالْاِسْكَانُ صَحَّ تَحَمُّلًا کے بجائے زِيْدَتْ قُلْ هٰذَانِ لِمَنْ تَلَا تاکہ اضافت
کی یا آت کے ساتھ اس سورۃ کی یائے زائدہ بھی آجائے لیکن قاری رحمہ اللہ کی رائے پر اس جملہ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں لانا مناسب نہیں کیونکہ زوائد کا بیان ناظمؒ کی اصطلاح میں داخل نہیں نیز اس صورت میں وہ تنبیہ بھی فوت ہو جاتی ہے جو ناظم نے وَالْاِسْکَانُ الخ میں کی ہے اور اسی لئے قاری رحمہ اللہ نے اس یا کو ایک مستقل شعر میں بیان کیا ہے جو اضافہ کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے ؎

وَزَائِدَةٌ فِیْهَا مِنَ الْیَاءِ وَاحِدَهَا   وَهِیَ قَدْ هَدٰنِیْ بَصْرِیْ اَثْبَتَ مُوْصِلَا

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ

اس کے تینتیس شعروں میں سے سترہ میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک بطور اضافہ ہے

۶۸۲/۲ (ش) دوسرے مصرع میں وَضَمَّ کے بجائے فَضَمَّ چونکہ فا ترتیب کے لئے ہے اس لئے اس سے نکل آیا کہ پہلے حرف پر فتحہ ہے اور تیسرے پر ضمہ رہا واو سو چونکہ وہ حرف جمع کے لئے ہے نہ کہ ترتیب کے لئے بھی اس لئے اس میں دونوں احتمال ہیں: ۱ فتحہ اور ضمہ کا جو واقع کے موافق ہے ۲ ضمہ اور فتحہ کا جو واقع کے خلاف ہے کیونکہ یہ مرموز کی قراءۃ نہیں ہے۔

(ق) نَضَمَّ شین کی طرح فرماتے ہیں کہ یہ اولیٰ تھا کیونکہ اس صورت میں یہ کہنے کی ضرورت نہ رہتی کہ ضمہ کا جیم کے بجائے را کیلئے ہونا اجماع سے نکلا ہے کیونکہ جیم تو سب ہی کے لئے مضموم ہے اور فا چونکہ بلا مہلت تعقیب کے لئے ہے اس لئے اس سے متعین ہو گیا کہ ضمہ را پر ہے جو بہ نسبت جیم کے تا سے متصل رہے۔

۶۸۳/۳ (ق) بِخُلْفٍ مَّضٰی فِی الرُّوْمِ کے بجائے بِتَخْیِیْرِہٖ فِی الرُّوْمِ حالانکہ یہ عکس روم میں ابن ذکوان کے اختیار دینے کے ساتھ ہے یعنی اس میں ان کے لئے معروف و مجہول دونوں ہیں فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی کہہ سکتے تھے اور اس صورت میں ابن ذکوان کی رمز کے دوبارہ لانے کی حاجت نہ ہوتی۔

۶۸۲/۲ و ۶۸۳/۳ (ج) وَفِیْ تُخْرَجُوْنَ الضَّمَّ فَافْتَحْ وَضُمَّهُ

كَزُخْرُفِهَا شَافٍ مَّضٰی الرُّوْمِ اَوَّلَا

شعر ۳ ۔ شَذَا اُمِّ بِخُلْفٍ وَّالشَّرِیْعَةُ شَاهِدٌ

وَثَانِیْ لِبَاسَ الرَّفْعُ فِیْ حَقٍّ نَهْشَلَا

فرماتے ہیں کہ اس صورت میں دونوں مسئلے بالکل بے غبار طریق سے آجاتے کیونکہ اصل شعروں میں دو شبہ ہوتے ہیں: ۱ لَا یُخْرَجُوْنَ جاثیہ ع والے کے ساتھ حشر ع والا بھی شامل ہے حالانکہ وہ اجماعاً معروف کے صیغہ سے ہے۔ ۲ وَلِبَاسُ الرَّفْعُ میں لِبَاسًا یُّوَارِیْ بھی شامل ہے جو اس سے پہلے اسی آیت میں ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ اس میں نصب پر اجماع ہے اور اصلاح شدہ شعروں میں وَالشَّرِ لِعَقّتہ سے پہلا اور ثانی کے لفظ سے دوسرا شبہ رفع ہوگیا رہا یہ کہ پہلے لِبَاسًا میں تنوین ہے اور ثانی میں نہیں اور اس سے تعین ہو جاتی ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ تنوین کا فرق واضح نہیں ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ خوب تر یہ ہے کہ وَلِبَاسُ کے واو کو تلاوت کے لئے مان لیں اور عاطفہ نہ کہیں کیونکہ اس سے بھی فرق واضح ہو جائے گا۔

(ص) شعر ۲ کے دوسرے مصرع میں شَافٍ مَّضَى الرُّدْمُ کے بجائے مَنْ اَنْشَأَ الرَّدْمُ اور باقی میں لعینہٖ جعبری کی طرح۔

٦٨٣ (ق) پہلے مصرع میں لَا يُخْرِجُوْنَ فِي کے بجائے جَانِبَةٍ شَفَا اور دوسرے میں رَعَى وَّلِبَاسَ الرَّفْعُ کے بجائے وَرَفْعُ لِبَاسَ الثَّانِ فرماتے ہیں کہ اس تھوڑے ہی تغیر سے شعر ۳۰۲ دونوں کا تدارک ہو سکتا ہے۔

٦٨٤ (ش) وَلَا يَعْلَمُوْنَ قُلْ + بِشُعْبَةَ فِي الثَّانِي کے بجائے وَشُعْبَةُ يَعْلَمُوْ + نَ بَعْدَ وَلٰكِنْ لَّا اس صورت میں ثانی اور ثالث کی قید کی حاجت نہ ہوتی اور یہ شبہ بھی پیش نہ آتا کہ شعبہ کا خلاف تو اس سورۃ کے تیسرے لَا تَعْلَمُوْنَ میں ہے جو ع۴ کے آخر میں ہے پھر ناظمؒ نے ثانی کس لئے کہا ہے اور اس کے جواب کے لئے یہ کہنے کی حاجت ہوتی ہے کہ خَالِصَةً کے بعد تو یہ دوسرا ہی لَا تَعْلَمُوْنَ ہے۔

(ج) وَلَا يَعْلَمُوْنَ الخ کے بجائے وَلَا يَعْلَمُوْنَ بَعْدَ لٰكِنْ صَفَا يُفْتَحُ شِفَاءً وَّسَهِّلَا۔ اور سَهِّلَا خَفِّفًا کے معنی میں ہے۔

٦٨٤ و ٦٨٥ (ص) وَلَا يَعْلَمُوْنَ الخ کے بجائے وَلَا يَعْلَمُوْنَ ثَا + نِيًا صِفْ وَيُفْتَحُ شَاعَ وَالْخِفُّ حُلِّلَا شعر ۵ پہلا مصرع شِفَاءٌ وَّ مَا كُنَّا دَعِ الْوَاوَ كَافِيًا قاری رحمہ اللہ کی رائے پر یہ اصلاح جعبری والی اصلاح سے خوبتر ہے کیونکہ اس میں سَهِّلَا واضح نہیں ہے۔

٦٨٥ (ج) حَلَا شِمْ وَمَا كُنَّا احْذِفِ الْوَاوَ كَافِيًا الخ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں عبارت آراستہ ہو جاتی یعنی لٰكِنْ سے لَا تَعْلَمُوْنَ کی تعیین ہو جاتی اور ثانی کی قید کی حاجت نہ رہتی اور كُنَّا کی قید سے مَا فِي صُدُوْرِهِمْ کا مَا نکل جاتا چنانچہ تیسیر وغیرہ میں یہ قید اسی لئے درج ہے۔

(ق) وَمَا الْوَاوَ الخ کے بجائے وَمَا حَذْفُ وَاوِهٖ + كَفَىٰ وَنَعَمْ بِالْكَسْرِ فِي الْكُلِّ رُتِّلَا کیونکہ اصل شعر میں دَعْ کی دال ہے جس میں ابن کثیر کی رمز ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ حالانکہ واقعہ میں وہ قراءۃ کی قید ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ میں نے اس اصلاح کے ذریعہ واضح کر دیا۔

٦٨٧ و ٦٨٨ (ق) شعر ۷ کے دوسرے مصرع میں مَعْ عَطْفِ الثَّلَاثَةِ کے بجائے مَعْ رَفْعِ الثَّلَاثَةِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اصل شعر کی رفع پر دلالت خفی ہے اس لئے کہ وہ اطلاق سے نکلتا ہے اور رَفْعِ الثَّلَاثَةِ میں واضح ہے اور شعر ۸ کے پہلے مصرع میں مَعَهٗ کے بجائے ثُمَّتَهٗ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ شامی کے لئے تو دونوں سورتوں میں چاروں اسموں کا رفع ہے اور حفص صرف نحل کے آخری دو میں ان کے ساتھ شریک ہیں اور یہ نحل کی خصوصیت ثُمَّتَ سے متعلق ہے جو بعید کے اشارہ کیلئے ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ اصلاح ظاہر تر اور نہایت مختصر ہے اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ شعر ۸ کے پہلے مصرع میں تین احتمال ہیں:

۱ وَفِي النَّحْلِ کے بعد بِرَفْعِ الْأَرْبَعَةِ لِلشَّامِيْ مقدر ہے یعنی شامی کے لئے نحل میں بھی چاروں اسموں کا رفع ہے اور حفص اسی کے آخری دو میں ان کے موافق ہیں۔

۲ حفص صرف نحل کے آخری دو کے رفع میں ابن عامر کے ساتھ ہیں اس صورت میں شامی کے لئے پہلے دو کا رفع نہیں نکلتا۔

۳ شامی کے لئے نحل میں بھی چاروں کا رفع ہے اور حفص کے لئے دونوں سورتوں میں آخری دو کا رفع ہے اور ان میں سے صرف پہلا مطلب صحیح ہے۔

(ص) شعر ۷ کا دوسرا مصرع وَالشَّمْسُ وَالثَّانِيْ إِلَى التَّامِ كُمِّلَا اور إِلَى التَّامِ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے لئے وَالشَّمْسُ سے مُسَخَّرَاتٌ تک کے چاروں اسموں میں رفع ہے۔

شعر ۸ كَنَحْلٍ وَحَفْصٌ مَعَهٗ ثُمَّ فِي الْأَخِيْرَيْـ نِ نَشْرًا سُكُوْنُ الضَّمِّ فِي الْكُلِّ ذُلِّلَا

۸۸ (ش) مَعَهٗ فِي الْأَخِيْرَيْنِ حَفْصُهُمْ وَنَشْرًا کے بجائے وَحَفْصٌ مَعَهٗ ثُمَّ فِي الْأَخِيْرَيْـ + نِ نَشْرًا الخ اس صورت میں وَفِي النَّحْلِ جو اصل شعر کے شروع میں ہے اس کا تعلق شعر ۷ سے ہو جاتا ہے اور مطلب بالکل صاف اور بے غبار رہتا ہے یعنی ابن عامر کے لئے یہاں بھی چاروں اسموں کا رفع ہے اور نحل ع۲ میں بھی اور حفص ان کے ساتھ صرف نحل کے آخری دو کے رفع میں شریک ہیں

رہا اصلی شعر سو اس کی تقدیریں دو ہیں اوّل یہ کہ وَفِي النَّحْلِ الخ متانفہ ہو اور شعر ۷ کے متعلق نہ ہو اس صورت میں تو تقدیر یہ ہوگی: وَحَفْصٌ وَابْنُ عَامِرٍ عَلَى الرَّفْعِ فِي الْأَخِيْرَيْنِ فِي النَّحْلِ یعنی نحل کے آخری دو اسموں میں حفص و ابن عامر کے لئے رفع ہے یہ تو صحیح ہے لیکن اب یہ ظاہر نہیں ہوگا کہ ابن عامر کے لئے نحل کے پہلے دو میں بھی رفع ہے کیونکہ پہلے شعر میں کوئی ایسا لفظ نہیں لائے جس سے یہ نکل آئے کہ ان کے لئے دونوں سورتوں میں رفع ہے اور شعر ۸ میں صرف آخری دو میں رفع بتایا ہے۔ پس پہلے دو کا حکم غیر معلوم ہے۔ دوم یہ کہ وَفِي النَّحْلِ کا تعلق شعر ۷ سے ہو اور جملہ مَعَهٗ متانفہ ہو اس صورت میں یہ تو نکل آئے گا کہ ابن عامر کیلئے اعراف اور نحل دونوں میں چاروں کلمات کا رفع ہے لیکن یہ نہیں نکلتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ حفص کے لئے نقل ہی کے آخری دو میں رفع ہے بلکہ اطلاق سے یہ نکلتا ہے کہ دونوں ہی سورتوں کے آخری دو میں حفص شامی کے ساتھ شریک ہیں۔

(ج) کَمَا نَقْلِهَا وَ اٰخِرَاهَا لِحَفْصِهِمْ اس سے واضح طور پر صحیح مطلب نکل آیا جو ابھی پہلے احتمال میں درج ہوا ہے۔

٦٩١/١١ (ق) مَعَ احْقَافِهَا کے بجائے یَجِيْءُ اٰتٍ تاکہ اعراف کے دوسرے کلمہ کو بھی صراحۃً شامل ہو جائے اور یہ کہنے کی حاجت نہ رہے اعراف کے دونوں کلمات کا عموم احقاف والے کے شامل کرنے سے نکلا ہے۔

٦٩٣/١٣ (ج) عَلَی عَلَی خَصُّوْا کے بجائے عَلَی فِیْ عَلَیَ اخْصُصْ فرماتے ہیں کہ اصل شعر کے دونوں کلماتِ قرآنی استغناء کے باب سے ہیں جو ثانی یعنی سَاحِرٍ میں تو ظاہر ہے لیکن عَلَیَ میں خفی ہے کیونکہ اس کو تمام کے قبیل سے قرار دے کر تنوین کے ساتھ عَلِیٌّ بھی پڑھ سکتے ہیں حالانکہ یہ سبعہ میں سے کسی کی بھی قراءۃ نہیں ہے اور اصلاح شدہ میں تنوین سے پڑھنے کی گنجائش نہیں اس لئے استغناء کے قبیل سے قرار دینا صحیح ہو گیا۔ لیکن قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اشکال اب بھی باقی ہے کیونکہ تنوین شعری ضرورت سے حذف بھی ہو جایا کرتا ہے پس ممکن ہے کہ کوئی عَلَیَ کو اب بھی منون ہی سمجھ لے اور لِبَاسًا میں جعبری خود بیان کر چکے ہیں کہ تنوین کا فرق خفی اور احتمالی ہے حالانکہ وہاں لِبَاسًا اور وَلِبَاسُ میں رسمًا بھی فرق موجود ہے اور یہاں عَلَیَ اور عَلِیٌّ کی صورت متحد ہے پھر التباس کیونکر رفع ہو سکتا ہے ہاں یہ جواب دے سکتے ہیں کہ متواتر قراءتوں میں یہ عَلَیَ تنوین سے نہیں آیا پس اصفہانی کی یہ اصلاح ظاہر تر ہے۔

(ص) عَلَی فِیْ عَلَیَ الْکُلُّ لَا یَافِعُ بِکُلِّ لِ سِحْرٍ سِحْرٌ کَیُوْنُسَ شُکِّلَا

(ق) وَفِیْ سِحْرٍ بِهَا + وَیُوْنُسَ سِحْرٌ کے بجائے هُنَا کُلِّ سِحْرٍ + کَیُوْنُسَ سِحْرٌ اس میں کُلِّ کے لفظ سے واضح ہو گیا کہ اختلاف اس سِحْرٍ میں ہے جو اعراف اور یونس میں کُلِّ کے بعد آ رہا ہے پس لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ اعراف ع۱۲ نکل گیا اور اصل شعر میں چونکہ کُلِّ کے بغیر لائے ہیں اس لئے شبہ ہوتا ہے کہ اس سے یا تو لَسٰحِرٌ مراد ہے یا اس کو اور بِکُلِّ سِحْرٍ دونوں کو شامل ہے اور یونس میں بھی اسی طرح کا شبہ ہوتا ہے۔

(ج) وَفِیْ سِحْرٍ بِهَا + وَیُوْنُسَ کے بجائے وَفِیْ کُلِّ سِحْرٍ + کَیُوْنُسَ پس جعبری کا پورا شعر اس طرح ہو گیا: عَلَی فِیْ عَلَیَ اخْصُصْ وَفِیْ کُلِّ سِحْرٍ + کَیُوْنُسَ الخ اس میں دو احتمال ہیں یعنی اگر کُلِّ کے لفظ کو کلمۂ قرآنی قرار دیں تب تو اسی سِحْرٍ کے ساتھ خاص ہو جائے گا جو کُلِّ کے بعد ہے اور اگر اس کو جعبری کے کلام کا جزو مانیں تو یہ بھی عام ہو جائے گا اور اس میں بھی وہی اشکال ہو گا جو ناظم کے کلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے پس اگر جعبری موجود ہوتے تو اس کا فیصلہ ہو جاتا ہاں کیونکہ لس میں جو یونس والے سے تشبیہ دی ہے اس سے یہ شبہ رفع ہو گیا کیونکہ یونس میں لفظ سُحْتٍ ظُلِّ کے ساتھ ہی آیا ہے پس نکل آیا کہ اعراف میں بھی یہی مراد ہے جو بِظُلِّ کے بعد ہے۔

۶۹۶/۱۶ (ج) دوسرا مصرع وَاَنْجَا بِاَنْجَیْنَا کُمُ الشَّامِ کُفِّلَا کیونکہ اصل مصرع میں بِحَذْفِ الْیَاءِ ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شامی جیم کے بعد والی یا کو بالکل حذف کر دیتے ہیں حالانکہ واقع میں وہ یا کو الف سے بدلتے ہیں اور اس بارہ میں تیسیر کا قول درست ہے کہ ابن عامر اس کو یا اور نون کے بغیر الف سے پڑھتے ہیں رہا اصفہانی کا یہ قول کہ جعبری کا اعتراض ناظم پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ جب اَنْجَیْنَا میں سے یا اور نون کو حذف کر دیتے ہیں تو اَنْجَا ہی رہ جاتا ہے یعنی نون کے بعد والا الف جیم سے متصل ہو جاتا ہے سو یہ تحقیق کی رو سے درست نہیں کیونکہ اَنْجَا میں وہ الف نہیں ہے جو اَنْجَیْنَا میں نون کے بعد تھا اس بنا پر کہ اَنْجَا میں الف یا سے بدلا ہوا ہے اور اَنْجَیْنَا میں جمع متکلم کی ضمیر کا جزو تھا اور کسی سے بدلا ہوا نہیں تھا

۶۹۹/۱۹ (ق) وَفِی الْکَھْفِ حُسْنَاہُ کے بجائے وَعُلِّمْتَ رُشْدًا حُزْ کیونکہ رُشْدًا کہف میں تین جگہ ہے جو ع۱ اور ع۲ اور ع۹ میں ہیں اور اختلاف صرف تیسرے میں ہے لیکن شعر سے اس کی تعیین نہیں ہوتی اور گو حُسْنَاہُ میں اس کے مراد ہونے کی طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ معنی یہ ہیں کہ کہف میں اس لفظ رُشْدًا کا عمدہ اور پسندیدہ لفظ جو ہے اس میں صرف ابو عمرو کے لئے رَشَدًا ہے پس عمدہ لفظ سے کہف ع۹ ہی والا مراد ہے لیکن یہ اشارہ ظاہر نہیں ہے اور اصلاح شدہ میں عُلِّمْتَ کے لفظ سے صراحۃً تعیین ہو گئی۔

(ص) وَاٰخِرُ کَھْفٍ حُزْ اس میں بھی تعیین ظاہر ہے۔

(ج) وَعُلِّمْتَ رُشْدًا کَھْفِھَا حُزْ حُلِیِّھِمْ لِلِاتْبَاعِ ضَمُّ الْحَاءِ بِالْکَسْرِ شَمْلَلَا

لیکن چونکہ پہلی دونوں اصلاحوں میں تغیر بھی کم ہے اور ظاہر تر بھی ہیں اس لئے وہ جعبری کی اس اصلاح سے اولیٰ ہیں۔

(ش) وَفِیْ ثَالِثٍ فِی الْکَھْفِ حُزْ وَحُلِیِّھِمْ بِکَسْرٍ تَضَمُّ الْحَاءِ الِاتْبَاعُ شَمْلَلَا

فرماتے ہیں کہ اصل شعر کے ذُو حُلًا میں دوسری قراءۃ کی رمز ہونے کا وہم ہوتا ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں کیونکہ کسرہ کی رمز شَفَا میں آ چکی ہے اس لئے جاء وَالِاتْبَاعُ ذُو حُلًا کو حذف کر کے شعر کا اس طرح لانا اولیٰ تھا جس طرح شین کے ذیل میں لکھا گیا ہے کیونکہ اس سے کہف کے موقع کی تعیین ہو جاتی ہے

۷۰۱/۲۱ (ق) بِالْجَمْعِ وَالْمَدِّ کے بجائے بِالْمَدِّ وَالْجَمْعِ کیونکہ جمع کا حاصل ہونا مد کے آنے پر موقوف ہے نیز ناظم رح کے نظم میں بھی مد پہلے آ رہا ہے نیز فرماتے ہیں کہ اس کا جمع ہونا بِالْجَمْعِ سے اور اسی وزن کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصیت تلفظ سے سمجھی گئی ہے پس وَالْمَدِّ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اس کے واحد میں مدہ نہیں ہے اور واحد میں کسرہ اور سکون اِصْرًا بقرہ ع۴۰ سے نکلا ہے .... جو اجماعی ہے پس جس نے وَالْمَدِّ کو تاکید کے لئے قرار دے کر یہ کہا ہے کہ اگر بِالْجَمْعِ وَالْمَدِّ كُمِّلَا کے بجائے بِالْجَمْعِ یَا صَاحِ كُمِّلَا کہدیتے تو اس سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا اس قائل نے ناظم کی پسندیدہ غرض کو غور سے نہیں سمجھا۔

۲۲/۲۲ (ح) خَطِيئَتُكُمْ وَحِّدْهُ کے بجائے خَطِيئَتِ ذِي وَحِّدْهُ یعنی اس خَطِيئَتُكُمْ کو توحید سے پڑھو جو اعراف ع۲۰ میں ہے فرماتے ہیں کہ یہ صریح تر ہے کیونکہ اس سے یہ نکل آیا کہ توحید و جمع کا اختلاف اسی میں ہے نہ کہ نوح ع۱ والے میں بھی اس لئے کہ اس میں تو جمع سالم اور تکسیر کا اختلاف ہے۔

۲۳/۲۲ (ش) پہلا مصرع كَنُوحٍ خَطَايَا فِيهِمَا جَ وَحِّدَهُ فرماتے ہیں کہ اصل مصرع سے یہ وہم ہوتا ہے کہ مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ نوح ع۲ میں ابو عمرو کے لئے تو خَطَايَاهُمْ ہے رہے باقی چھ سو ان کے لئے یا تو توحید خَطِيئَتِهِمْ ہے یا ان میں سے بعض کے لئے توحید اور بعض کے لئے جمع سالم ہے۔ جس طرح یہاں اعراف والے میں ہے اور اصلاح شدہ سے یہ وہم بالکل رفع ہو گیا کیونکہ وَالْغَيْرُ بِالْكَسْرِ عَدِّلَا + كَنُوحٍ الخ کا مطلب یہ ہے کہ اعراف میں نافع اور ابن عامر کے سوا باقی پانچ کے لئے جمع اور تا کا کسرہ ہے اور سورہ نوح میں سب کے لئے اسی طرح ہے لیکن ابو عمرو کے لئے دونوں جگہ خَطَايَا ہے (پس یہ بات واضح ہو گئی کہ اعراف میں چار قراءتیں ہیں: ۱۔ ابو عمرو کیلئے خَطَايَاكُمْ ۲۔ شامی کے لئے خَطِيئَتُكُمْ توحید اور رفع سے ۳۔ نافع کے لئے جمع سالم اور رفع سے ۴۔ باقی پانچ کے لئے جمع سالم اور کسرہ سے اور نوح والے میں دو قراءتیں ہیں:- (۱) بصری کے لئے خَطَايَاهُمْ (۲) باقی چھ کے لئے خَطِيئَاتِهِمْ جمع سالم اور کسرہ سے لیکن قاری رحمہ اللہ کی رائے پر یہ شبہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا جو ابو شامہ نے بیان کیا ہے کیونکہ یہاں اعراف میں توحید کی ضد مطلق جمع ہے اور اس سے جمع سالم مراد ہوا کرتی ہے اور چونکہ یہاں بھی سب کے لئے وہی نکلتی تھی اس لئے لکنْ استدراکیہ سے اس وہم کو دور کر دیا کہ ابو عمرو کے لئے جمع تکسیر ہے اور نوح والے کو بھی اسی کے ساتھ شامل کر دیا کیونکہ اس میں بھی ان کی قراءۃ تکسیر ہی سے ہے پس اس سے نکل آیا کہ نوح میں باقی چھ کے لئے اسی طرح جمع سالم ہے جس طرح اعراف میں باقی پانچ کیلئے ہے نیز باقی چھ کے لئے نوح میں تا کا کسرہ ہے یا تو اس قرینہ سے کہ کسرہ ہی کا بیان خَطَايَا سے قریب تر ہے یا اس لئے کہ اس کو اس کے ہم شکلوں پر قیاس کیا ہے۔

(ق) وَمَعْذِرَةٌ نَصْبُ لِحَفْصٍ تُقُبِّلَا فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح کہتے تو واضح تر اور اس سے بھی زیادہ مختصر ہو جاتا کیونکہ اس میں حفص اور غیر حفص دونوں کی طرف ذہن کو منتقل کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔

(ج) اسی دوسرے مصرع کی بابت جعبری فرماتے ہیں کہ اس میں اقل یعنی حفص کے بجائے اکثر غیر حفص کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر اس لئے ہے کہ اس میں اختصار زیادہ ہے۔

۲۵/۲۵ (ش) وَبَیْتَیْنِ نَ اسْکِنْ بَیْنَ فَتْحَیْنِ کے بجائے وَ بَیْنَ یَا اَلْیَا بَیْنَ فَتْحَیْنِ فرماتے ہیں کہ یہ اولیٰ تھا کیونکہ اس سے واضح ہوجاتا کہ یائے ساکنہ با اور ہمزہ کے درمیان ہے اور یا کا سکون تلفظ سے عمل آتا اور اصل میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ وَبَا یَیْنَ ہَ اسْکِنْ پڑھ لیں اور اس کو فَعْیَلِ کے وزن پر سمجھ لیں حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔

۲۷/۲۶ (ج) وَیُکْسَرُ کے بجائے وَیُنْصَبُ گو اس سے بھی مطلب درست رہتا لیکن اول واضح تر ہے کیونکہ نصب سے بیان کرنے میں یہ اندیشہ تھا کہ جو نحو سے پوری طرح واقف نہیں وہ جمع مؤنث سالم کا نصب بھی فتحہ ہی سے سمجھ لیتے اس لئے کہ نصب کی علامت میں فتحہ مشہور تر ہے اس بناء پر خود نصب کے بجائے اس کی علامت کا نام لے آئے اور گو وَیُخْفَضُ کہنے سے بھی تاپر کسرہ ہی آتا لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا کہ اس سے یہ نکلتا کہ بصری کے لئے یہ کلمہ مجرور ہے حالانکہ واقع میں منصوب ہے۔

۳۱/۱۱ (ج) فِی الظُّلَّۃِ اخْتَلَّ وَاخْتَلَا کے بجائے فِی الظُّلَّۃِ الْمَدَنِی تَلَا کیونکہ اِخْتَلَّ میں ہمزۂ وصل کو رمز بنایا ہے جو واضح نہیں ہے۔

۳۳/۱۳ (ق) عَنْ اِلٰی ۲ یَاتِیْ کے بجائے عَنْ اِلٰی وَ اٰیَاتِیْ اس صورت میں سب یا آت ایک ہی طرح یعنی سکون سے آجائیں اور ابراز کی رو سے یہ بھی ایک نسخہ ہے۔

۳۴/ (ش) اضافے کے طور پر مُضَافَاتُھَا سَبْعٌ وَّفِیْھَا زِیَادَۃٌ + تَحَلَّتْ اَخِیْرًا ثُمَّ کِیْدُوْنِ مَعْ فَلَا اس میں یاء زائدہ ایک ہے۔

سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ

اس کے گیارہ شعروں میں سے دو لئے گئے ہیں

۵/۲ (ق) پہلے مصرع میں وَیُغْشِیْ سَمَا کے بجائے یُغْشِیْ سَمَا اس میں تحصیل حاصل لازم نہیں آتی (ق) دوسرے مصرع میں وَفِی الْکَسْرِ حَقًّا وَّ النُّعَاسَ ارْفَعُوْا کے بجائے وَفِیْ کَسْرِہٖ حَقًّا نُعَاسَ اذْ فَعُوْا اس صورت میں ضَمِیْرِہٖ اور کَسْرِہٖ دونوں کے ساتھ ضمیر آجانے کے سبب دونوں مشکل ہوجاتے۔

۲۳/۱ (ق) پہلا مصرع کَرُوْمٍ وَّفِیْھَا ضَمَّ حَفْصٍ لِنَفْسِہٖ اس میں اس پر تنبیہ ہوجاتی کہ روم کے تینوں کلمات میں بھی عاصم سے تو ضاد کا فتحہ ہی ہے۔ رہا ضمہ سو اس کو حفص نے خود دوسری قراءتوں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کیا ہے اور اصل شعر میں عَنْ خُلْفِ فُضِّلِ ہے پس خلف واو کے بغیر آرہا ہے اس لئے زہ آخری رمز یعنی عین کے ساتھ ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی راوی کے لئے دو۲ وجوہ بتائی جاتی ہیں تو وہ دونوں اس کے شیخ سے ہوتی ہیں اور یہاں روم کے کلمات میں ضمہ عاصم سے نہیں ہے پس اس میں دو۲ اشکال ہیں: ۱۔ حفص نے اس کو غیرِ عاصم سے نقل کیا ہے۔ ۲۔ یہ بجائے عبید کے عمرو سے ہے حالانکہ حفص کے لئے قصیدہ کا طریق عبید سے ہے اور اصلاح شدہ مصرع دونوں اشکالوں سے بری ہے لیکن یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اب شعر کا دوسرا مصرع کس طرح ہونا چاہیئے۔

سُورَةُ التَّوْبَةِ

اس کے تیو۳ شعروں میں سے سات لئے گئے ہیں

۲۵/۱ (ق) وَفِي فَتْحِ لَا أَيْمَانَ كَسْرُ ابْنِ عَامِرٍ سفرماتے ہیں کہ یہ اصلاح اصفہانی کی اصلاح سے واضح تر ہے۔

(ش) وَهَمْزَةُ لَا أَيْمَانَ كَسْرُ ابْنِ عَامِرٍ اس میں یہ اصلاحیں اس لئے کی گئیں ہیں کہ ابو شامہ کے ارشاد کے موافق ادب یہ ہے کہ أَيْمَانَ کے ہمزہ کو فتحہ سے پڑھا جائے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ کسو کی صورت میں لَا أَيْمَانَ کا تعلق ابن عامر سے ہے۔ جعبری فرماتے ہیں کہ وہم تو فتحہ کی صورت میں بھی مشترک اور موجود ہے قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فتحہ کی صورت میں جو وہم ہے وہ ہلکا ہے اور اگر جعبری کے ارشاد کے موافق شعر میں روایت فتحہ ہی سے ہے تو پھر عبارت کا ابہام التفات کے لائق نہیں چنانچہ اصفہانی نے بھی یہی بتایا ہے۔

۲۶/۲ (ج) عَشِيرَتُكُمْ بِالْجَمْعِ کے بجائے عَشِيرَاتُ مَدُّ التَّاءِ گو اس طرح کہنا بھی ممکن تھا لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا کہ اس سے یہ وہم ہو جاتا کہ شعبہ کے لئے عَشِيرَةٌ میں ہر جگہ الف ہے۔ اور اس میں شعراء۱ و مجادلہ۲ بھی شامل ہو جاتا حالانکہ ان میں صرف توحید ہے اور یہ عموم کا وہم ضمیر کے حذف کرنے سے ہوتا چنانچہ مَكَانَتِ مَدَّ النُّونَ انعام ۳۸ میں بھی ضمیر کا حذف عموم ہی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

۲۸/۱ (ق) دوسرا مصرع وَحَرِّكْهُ تَرًا بِالضَّمِّ فِي قُرُبَتُ جلا کیونکہ موصوف کی رائے پر اصل مصرع میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید ورش قُرُبَتٌ کے قاف کو ضمہ کی حرکت دیتے ہیں لیکن غور سے کام لیا جائے تو یہ وہم ہرگز نہیں ہوتا اس بنا پر کہ تحریک تو ساکن کو حرکت دینے کے معنی میں ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاف پہلے ہی سے متحرک ہے نیز ساکن سے ابتدا لازم آنے کے سبب مسکوت کے لئے اس کا ساکن کرنا بھی ممکن نہیں۔

۳۳/۹ (ق) وَمِنْ تَحْتِهَا الْمَكِّيْ يَجُرُّ کے بجائے وَفِيْ تَحْتِهَا الْمَكِّيُّ یا وَقُلْ تَحْتَهَا الْمَكِّيْ جَرَّ فرماتے ہیں کہ یہ اولیٰ تھا کیونکہ اس میں نسبت کی یا پر تشدید ہے جو مشہور لغت ہے نیز تَحْتَهَا کا تلفظ مسکوت کی قراءۃ کے موافق ہے۔

۳۴/۱۰ (ق) دوسرے مصرع میں صَفَا النَّفْرِ مَعْ مُرْجَئُوْنَ کے بجائے صَفَا نَفَرٍ مُرْجَوْنَ مَعْهُ فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر ہوتا کیونکہ مُرْجَئُوْنَ میں جو تحصیلِ حاصل ہے وہ بھی نہ رہتی اور مَعْهُ۔ مُرْجَوْنَ کی خبر (ثَابِتٌ) کا ظرف بن جاتا۔

۳۵/۱۱ (ج) وَ(عَمَّ) بِلَا وَاوِ الَّذِيْنَ وَاَسَّسَ اضْـ ـمُمْ اكْسِرْ مَعًا عَنْهُ وَبُنْيَانُهٗ وِلَا

اس سے اَسَّسَ کے دونوں موقعوں کے مراد ہونے کی تصریح ہوگئی اور اس کی بھی کہ یہ اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا کے متصل ہے لیکن اَلَّذِيْنَ اور اَسَّسَ دونوں کے بعد مَعًا کا لفظ لے آنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ہی کے لئے قید ہو جس کو تاکید کی غرض سے لے آئے ہوں اور اس سے اَسَّسَ کے دونوں کلمات کا مراد ہونا معلوم نہیں ہوتا نیز عَنْهُ میں ضمیر کا واحد لانا بھی مقام کے منافی ہے کیونکہ عَمَّ سے مراد دو قاری ہیں۔

(ق) وَعَمَّ بِلَا وَاوِ الَّذِيْنَ وَعَمَّ اَسْـ ـسَسَ اضْمُمْهُ وَاكْسِرْهُ وَبُنْيَانُهٗ وِلَا

اس سے دوسرے عَمَّ سے اَسَّسَ کے دونوں موقعوں کا عموم بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور جعبری کی اصلاح والے دونوں اشکال بھی لازم نہیں آتے۔

۳۶/۱۲ (ق) حُتِّلَا یا جُتِّلَا کے بجائے وُكِّلَا یا وُصِّلَا کیونکہ واو میں رمز ہونے کا وہم نہیں ہوتا اور حا اور جیم میں وہم موجود ہے جس کے جواب میں یہ کہنے کی حاجت پیش آتی ہے کہ ناظمؒ کی لزومی اور دائمی اصطلاح ہے کہ فُصِّلَتْ ۳ کے سوا سورتوں کے آخر میں اضافت کی یا آت کے لئے رموز کسی جگہ بھی استعمال نہیں کرتے رہا ان یا آت کا باب سو اس میں بلاشک استعمال کی ہیں۔

سُوْرَةُ يُوْنُسَ عليه السلام

اس کے ستّرہ شعروں میں سے نَو لئے گئے ہیں

۴۲/۵ (ق) دوسرا مصرع بِسِحْرٌ ضِيَاءً كُلَّا اَنَّ اَهْمِزْ لِقُنْبُلَا (ش) بِسِحْرٌ ضِيَاءٌ هَمْزُ يَاءِ الْكُلِّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ش) مثلاً اس میں منجمرٌ کی ضد والی قراءۃ صراحۃً آگئی اور یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ نظم میں قلم کی تنگی اور شہرت کی بنا پر دوسری قراءۃ کو بیان نہیں کیا جیسا کہ بعض نے کہا ہے۔ اور ان کو اس کا قائل ہونے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ یہاں منجمرٌ کی ضد میں دو احتمال ہیں: ۱ یہ کہ سَحرٌ ہو ۲ یہ کہ سِحرٌ ہو اور اس کے جواب میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کی یہ دونوں ضدیں اس سے پیشتر بیان ہوچکی ہیں یعنی ۱ اعراف میں اور ۲ مائدہ میں اور یہاں ۱ ایک ہو نہیں سکتی ورنہ اس کو بھی اعراف ہی میں بیان کر دیتے پس نکل آیا کہ یہاں سکوت کی قراءۃ سِحرٌ ہی ہے اور قاری فرماتے ہیں کہ یہاں وزن کے سبب نُفَصِّلُ کو سِحرٌ سے پہلے اور سِحرٌ کو لام کے بغیر لے آئے ہیں اور یہ تغیر بالکل معمولی ہے اس بنا پر اصلاح کی غرض سے جعبری اور اصفہانی کی طرح تکلف اختیار کرنے کی حاجت نہیں نیز فرماتے ہیں کہ ابوشامہ والی اصلاح اولی ہے کیونکہ اس سے دونوں مسئلے خوب واضح ہو جاتے ہیں۔ اور وضاحت کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس کلمہ کے آخر میں بھی ہمزہ ہے پس سننے والے کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ دوسرا ہمزہ مراد ہو اور اس صورت میں ضد والی قراءۃ پر کلمہ کی بنا ہی فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ ہمزہ کی ضد اس کا حذف ہے اور حذف سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمزہ کا یا سے ابدال کرلیا جائے پس جب ہمزہ بالکل نہیں رہے گا تو کلمہ کا مہمل ہو جانا ظاہر ہے۔

(ج) وَسِحرٌ سِحرٌ طُبْ ضِيَاءً الْيَا اهْمُزْ اطْلِقَا
زَهَا وَيُفَصِّلُ يَا قُرَّهُ حَقَّـهُ عَـلَا

فرماتے ہیں کہ یہ مرتب بھی ہوتا اور مہذب بھی کیونکہ تینوں کلمہ تلاوت کی ترتیب کے موافق آجاتے اور پہلے دونوں کلموں کی دونوں قراءتیں لفظاً ہی سے نکل آتیں اور سب شبہات ختم ہو جاتے۔

ملاحظہ (ش) پہلے مصرع میں ھُنَا کے یا دوسرے میں وَقُلْ کے بجائے قُضِىَ اس سے قُضِىَ میں ابن عامر کی قراءۃ بھی لفظاً ہی سے خوب واضح ہو جاتی اور مَعْ الِفٍ میں اس وہم کی گنجائش بھی نہ رہتی کہ شاید یہ الف یا کے بعد زائد ہوگا اور اس سے قَضَيَا ہو جاتا جو کسی کی بھی قراءۃ نہیں ہے۔ رہا ھُنَا سو وہ زمر ۴۲ والے قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ سے احتراز کے لئے ہے کیونکہ وہاں بھی اسی طرح معروف و مجہول کا اختلاف ہے جس طرح یہاں ہے لیکن وہاں اکثر کی قراءۃ ابن عامر کی طرح معروف کے صیغہ سے ہے اور چونکہ ناظم کی اصطلاح یہ ہے کہ کلمہ کو بلاقید لانے کی صورت میں اسی سورۃ والا کلمہ مراد ہوا کرتا ہے جس کے اختلافات کو منظوم کر رہے ہوں اس لئے یونس میں ھُنَا کی قید کی چنداں حاجت نہیں تھی اور قاری کی رائے پر اصلاح والے شعر میں قضی کا ھُنَا کے بجائے لانے سے وَقُلْ کی جگہ لانا اولی ہے تاکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُنَا کی قید بھی فوت نہ ہو گو یہ قید خود اس مقام سے بھی نکل آتی ہے جس کی تقریر ابھی درج ہو چکی ہے لیکن اس کے دو فائدے ہیں :-

۱۔ اسی سورۃ کے تقتضی کے مراد ہونے کی تصریح ہو جائے اور عموم کا وہم دور ہو جائے جو اس سے پیدا ہوتا ہے کہ اَجَلُ کو اس پر معطوف کیا ہے (جعبری) لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ اَجَلُ کو اس پر معطوف تو کیا ہے مگر یہ معطوف کوئی مستقل مسئلہ نہیں ہے بلکہ اسی تقتضی کا تتمہ ہے اور اس سے عموم کا پیدا نہ ہونا ظاہر ہے۔

۲۔ زمر ۵ کے قضٰی کی طرف اشارہ ہو جائے کیونکہ یونس والے کی قیود کا کچھ حصہ زمر والے میں بھی جاری ہے نہ یہ کہ هُنَا زمر والے کو اس حکم سے جدا کرنے کے لئے ہے (جعبری) قاریؒ فرماتے ہیں کہ هُنَا کا جدا کرنے کے لئے ہونا تو متعین ہے کیونکہ وہاں مجہول اور رفع سے پڑھنے والے صرف حمزہ اور کسائی ہیں اور یہاں شامی کے سوا باقی چھ ہیں پس معروف اور نصب یہاں صرف شامی کے لئے ہے اور وہاں سما۔ شامی ۔ عاصم کے لئے۔

۴۷۵/۸ (ق) هُنَا شَذًّا کے بجائے شَذًّا هُنَا فرماتے ہیں کہ اس صورت میں معطوفین بھی متصل ہو جاتے اور یہ وہم بھی رفع ہو جاتا کہ روم اور نحل کے کلمات میں خطاب ہمزہ والے نافع کے لئے ہے کیونکہ گو حُکْمُ صُحْبَتِهِ نَ اَوَّلَا باب الامالہ ۲۰ جیسی مثالوں میں اَوَّلَا کے ہمزہ کو رمز نہیں بنایا ہے اس لئے کہ وہ قراءۃ کی قید ہے لیکن یہاں اَوَّلَا کا لفظ قیود کے بعد ہے اور محض بیان کے لئے آرہا ہے اس لئے یہاں رمز ہونے کے شبہ کی گنجائش ہے لیکن حق یہ ہے کہ اس بارہ میں ناظمؒ نے اس پر اعتماد کیا ہے کہ اس کا رمز نہ ہونا واضح ہے اور وجہ یہ ہے کہ قصیدہ میں اَوَّلَا کے ہمزہ کو کسی جگہ بھی رمز نہیں بنایا ہے گو اُوِّلَا کے ہمزہ کو بقرہ ۶۲ میں رمز قرار دیا ہے اور اس شعر میں اَوَّلَا احتراز کے لئے نہیں ہے ورنہ شبہ بالکل ہلکا ہو جاتا پس ابن القاصح کا یہ ارشاد (کہ یہ نحل ہی کے دوسرے کلمات سے احتراز کے لئے ہے) برمحل نہیں۔

۴۷۶/۹ (ش) دوسرے مصرع میں بِرَفْعِ تَحَمَّلَا کے بجائے وَقطعًا رِبًا ضُيِّ (د) لَا

۴۷۴ (ق) بِالْإِسْكَانِ تَتْلُوْ كُلُّ نَفْسٍ شَفَا مِنَ التَّ ... تِلَاوَةِ وَالْبَاقُوْنَ تَبْلُوْا مِنَ الْبَلَا

اس میں غیر حفص کے لئے مَتَاعُ کا رفع تو اطلاق سے نکلتا ہے اور تَتْلُوْا کی دونوں قراءتیں التباس کے بغیر وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہیں اور اصل شعر میں یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ کتابت کی غلطی سے وَفِي تَاءِ تَتْلُوْا الْبَاءَ شَاعَ تَنَزَّلَا بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں مراد بالکل برعکس ہو جائے گی اور یہ اس لئے ہے کہ یہاں ناظمؒ نے تَبْلُوْا میں تائے فوقانیہ اور موحدہ کی قید نہیں لگائی اور تیسیر میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ایسا ہی کیا ہے اور اس بارہ میں دونوں حضرات نے اس موقعہ کے ظاہر ہونے پر اکتفا کی ہے پس ترتیب کی تکمیل کے لئے جعبری اور ابوشامہ کی طرح ڈیڑھ شعروں میں اور اصفہانی کی طرح چار شعروں میں تغیر کرنے کی حاجت نہیں (قاریؒ)

(ج) وَاِسْكَانُ يَطْعَادُونَ رَيْبٍ وَّقَبْلَ لَا ... مَ تَبْلُوْا فَشَفِّعْ وَارْفَعِ النَّقْطَ شُلْشُلَا

الیضاً وَقَطْعُ اسْكِنَا دُمْ مُرْضِیٌ وَتَتْلُوْا اتِلَاوَةٍ ... شَفَا وَعَنِ الْبَاقِیْنَ تَبْلُوْا مِنَ الْبَلَا

اس طرح کہنے سے تمام قیود کی تصریح ہوجاتی اور وَ تَبْلُوْا فَشَفِّعْ کے معنی ہیں اور تو تَبْلُوْا کی بار کے نقطہ کو ایک کے بجائے دو کر دے اور ان نقطوں کو بلند کر دے یعنی اوپر کی طرف لگا دے تاکہ با سے تا بن جائے اور دوسرے شعر میں تَبْلُوْا کی دونوں قراءتیں تلفظ سے نکلی ہیں۔

۴۸/۱۱ (ش) وَخُفِّفَ شُلْشُلَا کے بجائے وَيَهْدِىْ شَمَرْدَ لَا یعنی يَهْدِىْ خفیف اور ہلکا ہونے کی حالت میں پڑھا گیا ہے فرماتے ہیں کہ یہ واضح نہ ہوتا کیونکہ اس سے قراءۃ کے تلفظ کی تصریح ہوجاتی جس طرح وَيَا لَا يَهِدِّ اكْسِرْ میں دوسروں کی قراءۃ کی تصریح ہوگئی ہے اور یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ حمزہ اور کسائی کے لئے دال کی تخفیف کے ساتھ ہا کا سکون عربی قاعدہ سے سمجھا گیا ہے اور اعراف ۲۴/۱۳ اور انفال ۲/۲ میں اس کی نظیریں بھی گزر چکی ہیں لیکن ان میں تلفظ بھی تخفیف سے کیا تھا اور قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس اصلاح والے جملہ سے واضح طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ سکون کی قید کہاں سے نکلتی ہے نیز يَهْدِىْ کو بلا قید لانے سے یہ وہم بھی ہوتا ہے کہ یہ معروف ہے یا مجہول اور ہدایت سے ہے یا اِهْتِدَاءٌ سے۔

(ج) وَلَا يَهْدِ اكْسِرْ اَصِعْ وَهَائَهُ وَاَخْفِ حُلْوُ ... وُبِرٍّ وَسَكِّنْهُ وَخُفِّفَ شُلْشُلَا

فرماتے ہیں کہ اس طرح لاتے تو جن باتوں کی پابندی کا التزام کر رکھا ہے وہ سب کامل طور پر آجاتیں۔

۴۹/۱۲ (ق) فِيْهَا يَجْمَعُوْنَ کے بجائے مِمَّا يَجْمَعُوْنَ کیونکہ فِيْهَا تاکید کے لئے ہے اور اس کی ھا کا مرجع سورۂ یونس ہے لیکن اس میں یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی قرآن کا لفظ ہو۔

۵۰/۱۳ (ج) دوسرے مصرع میں وَاَصْغَرَ فَارْفَعْهُ کے بجائے وَاَصْغَرَ ذِىْ فَارْفَعْ یعنی اسی سورۃ کے اصغر و اکبر میں اختلاف ہے سبا والے میں نہیں کیونکہ اصل شعر میں يَعْزُبُ کے ساتھ مذکور ہونے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جس طرح يَعْزُبُ میں یونس اور سبا دونوں میں اختلاف ہے اسی طرح اَصْغَرَ اور اَكْبَرَ میں بھی دونوں سورتوں میں اختلاف ہوگا۔ پس ذِىْ کے لفظ سے یہ شبہ رفع ہوگیا۔

(ق) وَاَصْغَرَ هٰهُنَا فَارْفَعْ کیونکہ ذِىْ کی ذال میں بھی رمز ہونے کا شبہ موجود ہے۔

۵۱/۱۴ (ق) پہلا مصرع وَفِى النَّحْرِ لِاسْتِفْهَامٍ حُكْمُ تَبَرَّا اس میں استفہام کے لفظ سے اشارہ ہوگیا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب اس کلمہ میں استفہام کا ہمزہ ہمزۂ وصلی پر داخل ہوتا ہے تو اس قسم کے دونوں حکم بھی اس میں جاری ہوں گے جن میں سے ایک الف سے ابدال ہے مد لازم سمیت اور دوسرا حکم ہمزۂ وصلی کی تسہیل ہے قصر کے ساتھ اور اصل شعر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس میں صرف ایک وجہ یعنی ہمزۂ وصلی کا ابدال مع مد ہے گو اس کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ اس بارہ میں ناظمؒ نے اس مشہور تر وجہ کے بیان پر اکتفا کی ہے جو اکثر کا مذہب ہے اور دوسری وجہ کے بیان کو قیاس پر اعتماد کر لینے کے سبب ترک کر دیا یعنی اس کو اہل فن خود ہی نکال لیں گے رہا ابن القاصح کا یہ ارشاد کہ نظم کے ظاہر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ابو عمرو نے آلسِّحْرُ کے ہمزۂ وصلی کو قطعی بنا دیا ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بلکہ موصوف نے استفہام کا ہمزہ زیادہ کیا ہے سو ان کا یہ شبہ اس بنا پر ہے کہ انھوں نے مَعَ الْمَدِّ کی طرف التفات نہیں کیا جو قَطْعُ السِّحْرُ سے پہلے آ رہا ہے۔

سُورۂ ھُود علیہ السّلام

اس کے ستّرہ شعروں میں سے آٹھ میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۷۵۵/۱ (ش) دوسرا مصرع وَبَادِیَ ھَمْزِ الْیَاءِ عَنْ وَلَدِ الْعَلَا اس سے دونوں قراءتیں وضاحت کے ساتھ نکل آئیں اور اصل مصرع سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں ہمزہ کی ضد یا ہے لیکن قاریؒ کی رائے پر اس اصلاح کی حاجت نہیں کیونکہ بَادِیَ کی رسم اور ناظمؒ کے تلفظ دونوں چیزوں سے نکل آیا کہ ہمزہ کی ضد یا ہے۔

۷۵۷/۳ (ج) دوسرا مصرع نَصٌّ وَفِی الْکُلِّ عُوِّلَا کے بجائے صَفْوٌ وَفِی الْکُلِّ عُوِّلَا یا صَفْوٌ وَفِی الْبَاقِ عُوِّلَا تاکہ حفص کا ذکر دوبارہ نہ آئے لیکن یہ ظاہر ہے کہ صَفْوٌ کی صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ ہود والے میں تو صرف ابوبکر کے لئے فتحہ ہے اور اس کے علاوہ باقی سب میں صرف حفص کے لئے فتحہ ہے کیونکہ وَفِی الْکُلِّ سے وَفِی کُلِّ الْبَاقِی کے مراد ہونے کا بھی وہم ہو سکتا ہے حالانکہ واقع میں حفص کے لئے ہود والے میں بھی فتحہ ہے اور باقی تمام کلمات میں بھی۔

۷۵۸/۴ (ق) دوسرے مصرع وَسَکِّنْ زَکَا خِفًّا وَمَکِّیُّہٗ اوَّلَا یا وَسَکِّنْ زَکَا خَفِّفْ وَمَکِّیُّہٗ اوَّلَا اس میں خِفًّا اور خَفِّفْ سے واضح ہو گیا کہ سکون کے ساتھ یا کی تخفیف بھی ضروری ہے اور اصل شعر سے جو یہ وہم ہوتا تھا کہ شاید سکون کی صورت میں بھی یا پر تشدید رہے گی وہ وہم رفع ہو گیا۔

۷۵۹/۵ (ق) پہلا مصرع وَفِی عَمَلٌ فَتْحُ یُمَانِ ارْفَعْ مُنَوِّنًا کیونکہ اصل مصرع میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ فتحہ اور کسرہ کا اختلاف عین میں ہوگا اس بنا پر کہ ناظمؒ کی اصطلاح یہ ہے کہ جب فتحہ ضمہ کسرہ کو مطلق لاتے ہیں اور کسی حرف کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے کہ یہ حرکت فلاں حرف کو دو تو اس سے کلمہ کا پہلا حرف مراد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔

۶۶۳/۹،۱۰ شعر ۹ کا دوسرا مصرع اور شعر ۱۰ کا پورا (ج) وَكَالذَّارِيَاتِ سِلْمُهُ غَيْرُ الاَ وَلَا +

بِكَسْرٍ وَإِسْكَانٍ وَبِالْقَصْرِ شَائِعًا وَيَعْقُوبُ نَصْبُ الرَّفْعِ عَنْ فَاضِلٍ كَلَا

اس صورت میں قَالَ سِلْمٌ اور یَعْقُوبُ ترتیب وار آجاتے ہیں لیکن یہاں موصوف تین مصرع لائے ہیں آخری دو سے تو شعر ۱۰ مکمل ہو جائے گا رہا پہلا مصرع سو اس کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ اس کو کون سے شعر کا مصرع بنایا جائے۔

(ق) هُنَا قَالَ سِلْمٌ کے بجائے وَقَالَ سَلْمٌ کیونکہ هُنَا کی عا میں رمز ہونے کا وہم ہوتا ہے اور اس سے یہ مطلب نکل آتا ہے کہ یَعْقُوبُ کے نصب میں ابن عامر حفص حمزہ کے ساتھ بزی بھی شریک ہیں حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے اور گو اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ اس بارہ میں ناظم نے ظہور پر اعتماد کیا ہے کیونکہ وَفَوْقَ الطُّورِ سے واضح ہو گیا کہ هُنَا کا ذکر عطف کی تمہید کے لئے ہے اور یہ رمز ہونے میں کَلَا کے ساتھ شریک نہیں ہے لیکن وہم کی گنجائش ضرور ہے اس لئے اس کا قطع کر دینا بہتر تھا۔

۶۶۵/۱۱ (ق) وَلِّ فَاسْرِ اَنِ اسْرِ الْوَصْلُ کے بجائے فَاسْرِ اَنِ امْرِ الْوَصْلُ فرماتے ہیں کہ یہ اولی تھا اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تحصیل حاصل نہیں ہے اور اس اصلاح میں اَنَ اسْرِ میں نقل ہے ۲ وَفِي كُلِّ اَسْرِ الْوَصْلُ تاکہ اَسْرِ کا عموم صراحۃً نکل آئے اور یہ کہنے کی حاجت نہ رہے کہ فاسر میں عموم اَنَ اسْرِ کو اس کے ساتھ ملانے سے نکلا ہے ۳ وَاَبْدِلَا کے بجائے وَحَصِّلَا یا وَاَكْمِلَا کیونکہ اَبْدِلَا سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس سے ہمزہ کا ابدال مراد ہوگا حالانکہ اس سے قرآنی عبارت کی نحوی ترکیب کا بتانا مقصود ہے۔ یعنی اِمْرَاَتُكَ کو اَحَدٌ سے بدل بنا دو۔

۱۶ ۱۷ (ش) بطور اضافہ اَرَاكُمْ اَعُوذُ اُشْهِدُ الْوَعْظِ مَعْ اِذًا

اَخَافُ ثَلَاثًا بَعْدَ اِنِّيْ تَكَمَّلَا

اس میں اِنِّيْ کی آٹھوں یاآت کو مفصل لائے ہیں جو اصل شعر میں اجمالاً تھیں۔

۱۸ (ش) وَزِيدَتْ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا يَوْمَ يَاْتِ لَا

تَكَلَّمْ لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيَ الْعُلَا

اس میں یاآت زوائد تین ہیں۔

٭ ٭ ٭

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ یوسف علیہ السلام

اس کے پندرہ ۱۵ شعروں میں سے پانچ میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۲/۵ (ج) پہلے مصرع میں وَ یَا اَبَتِ افْتَحْ کے بجائے وَ تَا اَبَتِ افْتَحْ اس سے تعین ہوجاتی کہ فتحہ اور کسرہ کا اختلاف اس کی تا میں ہے۔ چنانچہ تیسیر میں بھی یہی ہے رہے ہمزہ اور یا سو ان میں تو سب ہی کے لئے فتحہ ہے اور یا میں بھی سب کے لئے فتحہ ہی ہے۔ گو یہ جواب بھی ممکن ہے کہ ناظم رحمہ نے شہرت پر اور اپنی اس اصطلاح پر اعتماد کر لینے کی وجہ سے قید نہیں لگائی کہ مطلق لانے کی صورت میں کلمہ کے ان حروف میں سے پہلا حرف مراد ہوا کرتا ہے جن پر اس حرکت کا آنا ممکن ہو لیکن چونکہ تا ۔ با ۔ یا تینوں کی شکل ملتی جلتی ہے اس لئے تا کہنے سے بھی با اور یا کے مراد ہونے کا شبہ باقی رہتا ہے اور اختلافی حرف بالکل واضح نہیں ہوتا۔

(ق) وَ فِیْ اَبَتِ افْتَحْ اٰخِرًا کُلَّہٗ کَلَا ۔ اس میں آخرًا سے اختلاف کا محل بالکل متعین ہوگیا اور شبہ کی گنجائش قطعاً نہیں رہی ۔ اور اصل شعر میں یائے ندائیہ کا ذکر قید کے طور پر نہیں ہے اس لئے اصلاح میں اس کا نہ آنا مضر نہیں اور جعبری نے اختلافی حرف کے معین نہ کرنے کا یہ جواب بھی دیا ہے کہ اس بارہ میں ناظم رحمہ نے اپنے اس بیان پر اعتماد کیا ہے جو اصول میں یعنی باب الوقف علی مرسوم الخط ۳۲ میں درج کر آئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ابن کثیر مکی اور شامی ھا سے وقف کرتے ہیں پس وہاں وقف کا حکم بیان کر دیا اور یہاں شامی کے لئے وصل کا مسئلہ بتا دیا یعنی اس سے نکل آیا کہ وصلاً اسی تا کا فتحہ پڑھتے ہیں جس کو وقفاً ھا سے بدلتے ہیں قاری رحمہ فرماتے ہیں کہ یہ شبہ تو پھر بھی باقی رہتا ہے کہ یہاں فتحہ کی ضد یا کا امالہ ہو چنانچہ ندا کی یا آت میں قتیبہ کی قراءت امالہ ہی سے ہے اور ابھی شعر ۵ میں فتحہ کا ذکر آئے گا اور وہاں اس کی ضد امالہ ہے (اس لئے شبہ پختہ ہو جاتا ہے) پس اولیٰ وہی اصلاح ہے جو ہم نے کی ہے۔ (اور وہ یہاں قاف کے ذیل میں مذکور ہے)

۷۷ تا ۸۱/۸ تا ۱۰ (ش) یہاں ان تینوں شعروں کے مضمون کو چار اشعار میں واضح کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس سے کم میں نہیں ہو سکا۔

وَ فِی الْوَصْلِ حَاشَا حَجَّ بِالْمَدِّ اٰخِرًا ۔۔۔ مَعًا دَ اَبَا حَرْفُ لِحَفْصٍ فَتُقُبِّلَا
وَ نَکْتَلْ بِیَاءٍ یَعْصِرُوْنَ الْخِطَابُ شَفَا ۔۔۔ وَ حَیْثُ یَشَاءُ النُّوْنُ دَارٍ بِہٖ اَقْبَلَا
وَ فِیْ حِفْظًا حِفْظًا صِحَابٌ حَقٌّ عَمَّہُمْ ۔۔۔ وَ فِتْیَتِہٖ فِتْیَانِہٖ عَنْہُمْ اَنْجَلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالِاخْبَارُ فِيْ قَالُوْا اَئِنَّكَ دَعْ فَلَا   وَيَسْتَفْهِمُ الْبَاقِيْ عَلٰى مَا تَاَصَّلَا

ان سے حاشؔ کی دونوں قراءتیں وصل و وقف دونوں حالتوں میں معلوم ہوگئیں اور اِنَّكَ میں اخبار کے ساتھ استفہام کا بھی ذکر ہے اور اس پر تنبیہ بھی ہے کہ استفہام والے سب دونوں ہمزوں میں اپنے ان اصول پر ہیں جو باب الہمزتین من کلمۃ میں بیان ہو چکے ہیں تاکہ اس کی طرف سے سہو نہ ہوجائے کیونکہ درمیان میں کئی سو اشعار کا فاصلہ آچکا ہے۔

۷۶ (ق) وَحَيْثُ يَشَاءُ کے بجائے بِحَيْثُ يَشَاءُ اس بنا پر کہ با ظرفیہ ہے یعنی حَيْثُ يَشَاءُ میں نون ہے پس اب حَيْثُ سے عموم کا شبہ نہیں ہوتا اور اصل شعر میں یہ وہم ہوتا ہے کہ حَيْثُ قرآنی کلمہ نہیں ہے بلکہ يَشَاءُ کے لئے ظرف ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ يَشَاءُ جس جگہ بھی ہو اس میں مکی کے لئے نون ہے اور جعبری فرماتے ہیں کہ حَيْثُ کی قید مَنْ نَّشَاءُ کے نکالنے کے لئے ہے جو حَيْثُ يَشَاءُ کے بعد اسی آیت میں آرہا ہے رہا دوسرا مَنْ نَّشَاءُ جو ع میں ہے سو وہ ترتیب سے نکل گیا یعنی چونکہ حَيْثُ يَشَاءُ کو لِفِتْيٰنِهٖ سے پہلے لائے ہیں اور مَنْ نَّشَاءُ ع فِتْيٰنِهٖ کے بعد ہے اس لئے نکل آیا کہ وہ مراد نہیں ہے اور قاری ؒ کے قول پر دوسرا نَشَاءُ بھی حَيْثُ ہی سے نکل گیا رہی ترتیب سو وہ اس لئے کافی نہیں کہ وہ صرف بعض الفاظ میں ہے نہ کہ مقام کے تمام کلمات میں البتہ حَيْثُ سے عموم کا شبہ ہوتا ہے جو اوپر درج ہو چکا ہے اور اسی لئے قاری ؒ واو کے بجائے با لے آئے ہیں۔

۸۱/۱ (ق) عَنْ شَذًا وَرُدٌ کے بجائے عَنْهُمْ وَرُدٌ کیونکہ فِتْيٰنِهٖ بھی انہی کے لئے ہے جن کے لئے حِفْظًا ہے اس لئے ضمیر کا لے آنا بھی مقصد کے لئے کافی تھا لیکن استقلالاً ذکر کردینے کی غرض سے رمز لے آئے ہیں۔

۸۳/۱۴ (ج) وَخِفُّ كَفُوْنِ كُذِّبُوْا نُنْجِیْ احْذِفَا

بِشَانٍ وَّشَدِّدْ حَرِّكًا نَّائِلًا كَلَا

فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح کہتے تو قرآن کے دونوں کلمے ترتیب وار آجاتے۔

(ش) وَثَانِیْ نُنْجِیْ احْذِفْ کے بجائے وَثَانِیْ فَنُنْجِیْ احْذِفْ بھی کہہ سکتے تھے اور اس صورت میں دوسرے حرف کے حذف سے پہلے نون کا حذف نکلتا جو واقع کے بھی موافق ہے کیونکہ فَنُنْجِیْ کا دوسرا حرف اس کا پہلا نون ہے لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا کہ اس صورت میں دوسرے نون کے ضمہ کی تصریح کی بھی حاجت پیش آتی اور اختصار فوت ہوجاتا اس لئے دوسرے ہی نون کو ثانی کہدیا جو صرف صورت کی رو سے ثانی ہے نہ کہ حقیقۃً بھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶/۱ بطور اضافہ (ش) زَوَائِدُهَا نَرْتَعْ وَلَوْ تُوْنِ مَوْثِقْلُو مَنْ يَتَّقِي اَيْضًا ثَلَاثٌ تَجَمَّلَا

اس میں یا آت زوائد تین ہیں۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ

اس کے دسؔ شعروں میں سے ساتؔ میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۸۷/۱ (ق) دوسرا مصرع لَدَى الْاَرَابِعِ ارْفَعْ خَفْضَهُ حَقًّا عَلَا کیونکہ اصل شعر کے غَيْرُ صِنْوَانٍ میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ غَيْرُ استثناء کے لئے ہو اور اس سے صِنْوَانٌ کو مستثنیٰ کرنا مقصود ہو اور اصلاح شدہ میں اَرَابِعِ کے لفظ سے معلوم ہو گیا کہ غَيْرُ بھی قرآنی کلمہ ہے اور صراحۃً نکل آیا کہ مذکورین کے لئے چار اسموں کا رفع ہے اور طُلَا میں جو معنوی تکرار تھا اس سے بھی نجات ہو گئی اور فرماتے ہیں کہ پھر میں نے نظم کی اصل تیسیر میں دیکھا تو اس میں بھی اَرَابِعِ کی قید موجود ہے اس لئے میں اکابر کے ساتھ موافقت کی نعمت پر شکر بجالایا۔

۸۹/۳ (ق) فَذُوا سْتِفْهَامٍ نِ الْكُلُّ اَوَّلَا کے بجائے فَذُوا سْتِفْهَامٍ نِ الْكُلُّ الْاَوَّلَا فرماتے ہیں کہ اگر اَلْاَوَّلَا کو الف لام سے لے آتے تو اس کا نصب استفہام کا مفعول بہ ہونے کی بنا پر ہو جاتا اور الؔ سے خالی ہونے کی صورت میں اَوَّلَا استفہام کا ظرف ہے۔

۹۰/۴ (ق) دوسرے مصرع میں سِوَى النَّازِعَاتِ کے بجائے سِوَى نَازِعَاتٍ فرماتے ہیں کہ اس طرح الؔ کے بغیر لے آتے تو اس میں تاسیس ہو جاتی۔ (ش) بطور اضافہ

بِوَاقِعَةٍ قَدْ اَفْلَحَ النَّازِعَاتِ سَبْحَ ... حَ تَا عَنْكَبُوتِ الرَّعْدِ وَالنَّمْلِ اَوَّلَا
وَسُبْحَانَ فِيهَا مَوْضِعَانِ وَفَوْقَ صَا ... دَ اَيْضًا فَاِحْدَى عَشْرَةَ الْكُلُّ مُجْتَلَا

ان میں استفہام مکرر کے گیارہؔ مقامات کو جمع کیا ہے۔

۸۹/۳ و ۹۰/۴ (ش) یہ استفہام مکرر کے پہلے دوؔ شعر ہیں جن میں صرف پہلے موقعے کے اخبار کا ذکر ہے اور ان کا حاصل یہ ہے کہ نازعات اور واقعہ کے پہلے موقعہ میں تو کسی کے لئے بھی اخبار نہیں سب کیلئے استفہام ہی ہے اور نمل کے پہلے موقعہ میں صرف نافع کے لئے اخبار ہے اور ان تین کے سوا باقی آٹھ میں ابن عامر کیلئے اخبار ہے اور ان میں سے عنکبوت کے پہلے میں حرمی اور حفص بھی ان کے ساتھ شریک ہیں لیکن ناظم کے شاگردوں کو اس مطلب کا نکالنا دشوار ہو گیا کیونکہ انھوں نے فَذُوا سْتِفْهَامٍ نِ الْكُلُّ اَوَّلَا۔ سِوَى نَافِعٍ فِي النَّمْلِ کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ صرف نمل کے پہلے موقعہ میں نافع کے سوا سب کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفہام ہے اور اس مطلب پر یہ لازم آتا ہے کہ ناظم نے پہلے صرف ایک موقعہ میں خلاف بیان کیا اور وہ بھی اس سورۂ رعد میں نہیں جس کے اختلافات بیان ہو رہے ہیں پھر باقی مواقع کا بیان شروع کیا حالانکہ اولیٰ یہ تھا کہ اس کا عکس کرتے اس لئے ناظمؒ نے سِوٰی نَافِعٍ والے شعر کو اس طرح بدل دیا۔

سِوَی الشَّامِ غَیْرَ النَّازِعَاتِ وَوَاقِعَہْ لَہٗ نَافِعٌ فِی النَّمْلِ اَخْبَرَ فَاعْتَلَا

یعنی اوّل موقعہ میں ہر جگہ تمام قراء کے لئے استفہام ہے لیکن شامی کے لئے۔ نمل واقعہ نازعات کے سوا باقی آٹھ میں اخبار ہے اور نمل کے پہلے موقعہ میں صرف نافع کے لئے اخبار ہے ابن عامر کے لئے نہیں ورنہ اُن کو بھی دوبارہ لاتے جیساکہ باب الفتح والا امالہ کے وَشُعْبَۃٌ فِی الْاِسْرَاءِ وَھُمْ اور یونسؑ کے وَیَبْصُرُ وَھُمْ اَدْرٰی میں ان قراء کو بھی دوبارہ لائے ہیں جو پہلے مذکور ہو چکے تھے اور سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اصل اور اصلاح شدہ شعروں کا مآل ایک ہی ہے اور اصل شعر عمدہ تر ہے اور میں اسی پر اعتماد کرتا ہوں۔ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ اصلاح شدہ میں واقعہ کو نکرہ لائے ہیں اور ہا کو ساکن کیا ہے اور گو ایسا کرنا ضرورۃً جائز ہے لیکن حتی الامکان اس کا ترک اولیٰ ہے نیز اس میں لَہٗ زائد ہے جس کی ضرورت نہیں پھر سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح کہتے تو اشکال رفع ہو جاتا اور مراد بالکل واضح ہو جاتی۔ شعر ۲ ءَ اِنَّا فَالِاسْتِفْھَامُ فِی النَّمْلِ اَوَّلَا ۔

شعر ۲۔ خُصُوْصٌ وَبِالْاِخْبَارِ شَامٍ لِغَیْرِھَا سِوَی النَّازِعٰتِ مَعْ اِذَا وَقَعَتْ وِلَا

اب مطلب نہایت واضح و آسان ہو گیا یعنی نافع کے سوا باقی چھے کے لئے نمل کے پہلے موقعہ میں استفہام ہے۔ پس نافع کے لئے اخبار نکل آیا اور شامی کے لئے نمل نازعات واقعہ کے سوا باقی آٹھ میں اخبار ہے فَلِلّٰہِ دَرُّ الشَّیْخِ السَّخَاوِیِّ از ابراز)

(ق) پہلا مصرع وَفِی النَّمْلِ خُذْ وَالشَّامِ فِی الْغَیْرِ مُخْبِرٌ اس سے صراحۃً نکل آیا کہ استفہام مکرر میں سے اوّل میں ہر جگہ سب کے لئے استفہام ہے لیکن نمل کے پہلے موقعہ میں صرف نافع کے لئے اخبار ہے اور شامی کے لئے نمل و نازعات و واقعہ کے سوا باقی آٹھ میں اخبار ہے اور اصل شعر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ان کے لئے نازعات اور واقعہ کے سوا باقی نو میں اخبار ہے پس اس سے نمل کے پہلے موقعہ کا مستثنیٰ ہونا پوری صراحت کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا پھر فرماتے ہیں کہ پہلے مصرع کی اصلاح میں نے سخاویؒ کی اصلاح کے دیکھنے سے پہلے کی تھی پھر جب میں نے ان کی اصلاح کو بھی اپنی والی کے موافق پایا تو میں حق تعالیٰ کی اس عنایت پر تعریف بجالایا کہ ہم دونوں کے ذہن میں ایک ہی قسم کا مضمون القا فرما دیا نیز فرماتے ہیں کہ پھر میرے ذہن میں یہ آیا کہ پہلے مصرع کے بجائے دوسرے میں اصلاح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جائے اور وہ یہ ہے دوسرا موضع سورۃ نازعات النمل مع وقعت ولا اس میں تینوں سورتوں کا مستثنیٰ ہونا صراحۃً آگیا اور مراد خوب واضح ہوگئی پھر فرماتے ہیں کہ جعبری نے ناظم کے پانچ شعروں کے بجائے چار شعر لکھے ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ یہ اشعار نہایت واضح ہیں حالانکہ ان سے مطلب بہت دشواری سے سمجھ میں آتا ہے۔ پس ناظم کے اشعار میں جو خوبی ہے وہ حق تعالیٰ کی خاص الخاص عنایت کا نتیجہ ہے کہ عبارت بھی نفیس اور اشارہ بھی خوب دقیق ہے اور ان کے اشعار میں جو اختصار ہے وہ اعجاز کے قریب ہے جس نے بڑے بڑے شعراء اور مصنفین کو اس سے عاجز کر دیا ہے کہ وہ ان کے قصیدہ جیسی کوئی نظم لکھ سکیں اور اجمال کے موقعوں میں بھی یہی حال ہے اور تفصیل کے مقامات میں بھی یہی کیفیت ہے۔

(ج) موصوف نے استفہام مکرر کے پانچ اشعار کے بجائے چار شعر لکھے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان چار ہی شعروں سے ناظم کے پانچ شعروں کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ چاروں معنیٰ کی رو سے فصیح تر اور الفاظ کی رو سے واضح تر ہیں اور وہ یہ ہیں:

وَتَكْرِيرُ الِاسْتِفْهَامِ فِي الرَّعْدِ وَالْفَلَا ‏ ‏ ‏ ج وَالسَّجْدَةِ الْإِسْرٰى وَذِبْحٍ مُعًا كِلَا

بِالْاَوَّلِ اَخْبِرْ (كَ) هُنْ وَثَانٍ (ا) تَى (رِ) ضًى ‏ ‏ ‏ وَاَوَّلُ نَمْلٍ (ا) مَّ وَالثَّانِ (رُ) مْ كِلَا

بِنُوْنَيْهِمَا وَالْعَنْكَبُوْتُ بِاَوَّلٍ ‏ ‏ ‏ (كَ) فِى (ع) لْمُ حِرْمِيٍّ وَوَاقِعَةٍ اِلٰى

رَحِيبٍ بِثَانِيْهِ وَفِي النّٰزِعٰتِ ثَانِيًا ‏ ‏ ‏ (رِ) ضًى (ع) مَّ ءَاِذَا ءَاِنَّا الْطَّلِيْقِ افْصِلَا

ما یعنی استفہام مکرر رعد ع ا اور سورۂ فلاح (مؤمنون) ع اور الم سجدہ ع اور اسریٰ ع د ع ا اور سورۂ ذبح صٰفٰت ع ا و ع ۲ میں ہے حالانکہ یہ ان دونوں سورتوں میں دو دو جگہ ہیں ۲؎ ان ساتوں میں شامی کے لئے پہلے موقعہ میں اخبار ایک ہمزہ سے پڑھ اور ان ساتوں کا دوسرا موقع جو ہے اس میں نافع اور کسائی ہی کے لئے اخبار پسندیدہ ہو کر آیا ہے۔ اور نمل کا پہلا موقع جو ہے اس میں صرف نافع کے لئے اخبار کا ارادہ کیا گیا ہے اور اس نمل کا دوسرا موقعہ جو ہے اس میں کسائی اور شامی کے لئے اخبار کا ارادہ کر اس کے قاری نے اس اخبار کو شامی اور کسائی کے لئے ان کے دونوں کے ساتھ محفوظ یاد کیا ہے ۳؎ اور عنکبوت ع ۳ جو ہے اس کے پہلے موقعہ میں حرمی شامی حفص کے لئے اس اخبار کے بارے میں حرمی کا علم کافی ہو گیا ہے اور سورۂ واقعہ ع ۲ جو ہے اس کے دوسرے موقعہ میں نافع اور کسائی کے لئے یہی اخبار ۴؎ کشادہ دلیل کی طرف منسوب ہے اور سورۂ والنّٰزعات ع ۱ کے دوسرے موقعہ میں یہی اخبار کسائی مدنی شامی کے لئے پسندیدہ ہو کر عام ہو گیا ہے۔ اور اس استفہام کے الفاظ معلوم کرنے کے لئے ءَاِذَا اور ءَاِنَّا کو ترتیب کی اور اس کے ساتھ آنے والے الفاظ کی قید سے آزاد کر دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی عام ہے کہ ان دونوں میں آئِذَا پہلے ہو یا آئِنَّا نیز ان کے بعد کُنَّا اور نفی ہو یا کوئی اور لفظ ہو نیز ان میں دو ہمزوں کے درمیان ادخال کا الف بھی اسی طرح خلاف کے ساتھ یا بلاخلاف لاجس طرح باب الہمزتین من کلمۃ ۱۲ میں بیان ہو چکا ہے **شرح**: دو استفہام رعد ۱ واسراء ۵ و ۱۰ و مومنون ۵ و نمل ۶ و عنکبوت ۳ و الٓمّٓ السجدہ ۱ و صفّٰت ۱ و ۲ و واقعہ و نٰزعٰت ۱ ان نو سورتوں کے گیارہ موقعوں میں جمع ہو رہے ہیں اور چونکہ ہر موقع میں دو دو ہیں اس لئے کل استفہام بائیس ۲۲ ہو گئے ان میں سے عنکبوت ۳ میں ءَ اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ اور نٰزعٰت ۱ میں ءَ اِنَّا ءَ اِذَا اور باقی میں ءَ اِذَا ءَ اِنَّا ہے اور ان میں سے عنکبوت کے دوسرے اور واقعہ اور نٰزعٰت کے پہلے موقعہ میں سبعہ کا بلکہ عشرہ کا استفہام پر اجماع ہے رہے باقی سوان میں قراء کے تین طریق ہیں:

۱۔ اوّل میں اخبار اور ثانی میں استفہام اِذَا ءَ اِنَّا اور اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ پڑھنے والے اور وہ شامی ہیں۔

۲۔ اس کے برعکس اوّل میں استفہام اور ثانی میں اخبار سے ءَ اِذَا اِنَّا پڑھنے والے اور یہ مدنی اور کسائی ہیں۔

۳۔ دونوں میں استفہام سے ءَ اِذَا ءَ اِنَّا پڑھنے والے اور یہ حق و عاصم و حمزہ ہیں اور اس کا عکس دونوں میں ایک دم اخبار کسی کے لئے بھی نہیں ہے۔ پھر ان موقعوں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مطرد یعنی کلیہ اور عام قاعدہ کے موافق اور یہ سات ۷ موقع ہیں جن میں چودہ ۱۴ استفہام آرہے ہیں اور یہ رعد ۱ اسراء ۵ و ۱۰ و مومنون ۵ و الٓمّٓ السجدہ ۱ اور صفّٰت ۱ و ۲ میں ہیں پس ان میں شامی کے لئے اوّل میں اخبار اور ثانی میں استفہام اِذَا ءَ اِنَّا ہے اور مدنی اور کسائی کے لئے اس کا عکس اوّل میں استفہام اور ثانی میں اخبار ءَ اِذَا اِنَّا ہے اور حق و عاصم و حمزہ کے لئے ساتوں میں دونوں موقعوں میں استفہام ہے۔

۲۔ عام کلیہ کے خلاف یہ چار ۴ مواقع ہیں جن میں آٹھ استفہام آرہے ہیں: (۱) نمل ۶ اس میں مدنی کے لئے اوّل میں اخبار اور ثانی میں استفہام ہے اور شامی اور کسائی کے لئے اوّل میں استفہام اور ثانی میں اخبار ہے نیز دونوں کے لئے ثانی میں اِنَّا کے بجائے اِنَّنَا ہے دونوں سے اور حق و عاصم و حمزہ کے لئے دونوں میں استفہام ہے۔ (۲) عنکبوت ۳ اس میں حرمی شامی حفص کے لئے اوّل میں اخبار اور ثانی میں استفہام ہے اور بصری اور صحبہ کے لئے دونوں میں استفہام ہے۔ (۳) واقعہ ۲ اس میں مدنی اور کسائی کے لئے آئِنَّا اِنَّا اوّل میں استفہام اور ثانی میں اخبار سے اور نفر و عاصم و حمزہ کے لئے آئِذَا ءَ اِنَّا ہے دونوں میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفہام سے (۴) نزعت ع اس میں عمؔ اور کسائی کے لئے ءَ اِنَّا اِذا ہے اول میں استفہام اور ثانی میں اخبار سے اور حق و عاصم وحمزہ کے لئے دونوں میں استفہام ہے اور ان سب موقعوں کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ بصری شعبہ حمزہ کے لئے گیارہ کے گیارہ موقعوں میں دونوں میں استفہام اور مکی اور حفص کے لئے عنکبوت میں اوّل میں اخبار اور ثانی میں استفہام اور باقی دنش میں دونوں میں استفہام اور شامی کے لئے اوّل میں اخبار اور ثانی میں استفہام لیکن نمل و نزعت میں اس کا عکس اور واقعہ میں دونوں میں استفہام اور مدنی کے لئے اول میں استفہام اور ثانی میں اخبار لیکن نمل وعنکبوت میں اس کا عکس اور کسائی کیلئے عنکبوت میں دونوں میں استفہام اور باقی دنش میں اول میں استفہام اور ثانی میں اخبار ہے۔ پس جعبری کا یہ ارشاد قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے کہ عنکبوت میں نافع اور کسائی دونوں کے لئے عکس یعنی اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ ہے کیونکہ یہ نافع کے لئے تو صحیح ہے رہے کسائی سو ان کے لئے ءَ اِنَّکُمْ اَئِنَّکُمْ ہے دونوں میں استفہام ہے۔

۷۹۲/۶ (ق) سِوَی الْعَنْکَبُوْتِ کے بجائے سِوٰی عَنْکَبُوْتٍ فرماتے ہیں کہ عنکبوت کو نکرہ کی صورت میں بھی لا سکتے تھے اور غالباً مقصود یہ ہے کہ اس صورت میں تا کے کسرہ کے اشباع کی حاجت نہ ہوتی اور یہ ضرورت تنوین سے پوری ہو جاتی۔

۷۹۴/۸ (ق) بِیَائِہٖ کے بجائے بِیَائِھَا کہنا بھی ممکن تھا اس صورت میں مؤنث کی ضمیر چاروں کلمات کے لئے ہو جاتی اور کُلٌّ وَاحِدٍ کی تاویل کی حاجت نہ ہوتی۔

۷۹۵/۹ (ق) وَضُمُّھُمْ + وَصَدُّوْا کے بجائے وَضَمٌّ کُوْ + فِیْ صَدُّوْا کیونکہ وَضُمُّھُمْ سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جمع کی ضمیر صحاب کے لئے ہے۔ جو اس سے پہلے مذکور ہیں اور اس کے جواب میں یہ کہنے کی حاجت پیش آتی ہے کہ اس کے بعد جو سَوٰی ہے اس سے نکل آیا کہ یہ ضمیر کوفیین کے لئے ہے یا یہ کہ ضمیر اسم صریح کے حکم میں ہے۔ اور صریح اور رمز کو جمع نہیں کیا کرتے۔

۷۹۶/۱۰ (ق) وَیُثْبِتُ کے بجائے یُثْبِتُ تا کہ قراءۃ کے تلفظ اور قیود میں تغایر ہو جائے اور تحصیل حاصل لازم نہ آئے اور مسکوت عنہ کی قراءۃ تلفظ اور ضد دونوں سے اور مذکور کی قیود سے نکل آئے۔

۱۱ بطور اضافہ (ش) وَلَا یَاءَ فِیْھَا لِلْاِضَافَۃِ وَ اَیُّ دٌ

وَفِی الْمُتَعَالِیْ زَائِدٌ قَدْ تَحَصَّلَا

اس میں یائے زائدہ ایک ہے۔

❖ ❖ ❖

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُورَةُ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اس کے پانچ شعروں میں سے تین میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۷۹ ؍ ۱ (ق) وَارْفَعِ الْقَافَ کے بجائے ۱ وَاضْمُمِ الْقَافَ یا ۲ وَارْفَعِ الْفَتْحَ فرماتے ہیں کہ اول دو ۲ وجوہ سے اولی تھا کیونکہ اس سے ضمہ کا محل بھی نکل آتا اور ضمہ کی ضد سے دوسروں کے لئے فتحہ بھی صراحۃً معلوم ہوجاتا اور ثانی ایک وجہ سے اولی تھا کہ اس سے صرف دوسری بات نکلتی اور اصل شعر میں وَارْفَعِ الْقَافَ ہے۔ اور اصطلاح کی رو سے رفع کی ضد نصب ہے اور یہاں باقین کی قراءۃ پر قاف کا فتحہ ہے نہ کہ نصب کیونکہ خَلَقَ مبنی ہے لیکن چونکہ فتحہ نصب کی مشہور ترین اور اکثری علامت ہے اس لئے نصب بھی فتحہ ہی کی شکل میں آئے گا اس بنا پر وَارْفَعِ الْقَافَ سے دوسری قراءۃ کا نکالنا آسان اور دشواری سے خالی ہے۔

۸۰ ؍ ۴ (ق) وَاَفْئِدَةً بِالْیَا کے بجائے وَاَفْئِدَةٌ زِیْدَتْ یا وَاَفْئِدَةٌ اَشْبِعْ کیونکہ اصل میں بِالْیَا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہشام کی قراءۃ پر ہمزہ کا یا سے ابدال ہے۔

۸۰ ؍ ۵ (ق) وَفِیْ لِتَزُوْلَ الْفَتْحُ کے بجائے وَلَامُ تَزُوْلُ الْفَتْحُ اس سے واضح ہوگیا کہ فتحہ پہلے لام پر ہے اور وَارْفَعْہُ کی ضمیر لفظ لِتَزُوْلَ کے لئے ہے اور چونکہ رفع آخر میں آیا کرتا ہے اس لئے وہ خود ہی معلوم ہے اور جعبری کا اس ضمیر کو لام کے لئے کہنا مجاز کی بنا پر ہے پس اس اصلاح کے بعد اس تاویل کی حاجت نہیں رہی کہ فتحہ کا پہلے لام پر ہونا اطلاق سے اور رفع کا دوسرے لام میں ہونا اس کے اعرابی حرکت ہونے سے معلوم ہے حالانکہ اطلاق کے وقت کلمہ کا پہلا حرف مراد ہوا کرتا ہے اور وہ تزول کی تا ہے گو قراء کی رائے پر لِتَزُوْلَ کا مجموعہ لام سمیت ایک کلمہ ہے۔

۶ بطور اضافہ (ش) دُعَائِیْ بِمَا اَشْرَكْتُمُوْنِیْ وَقَوْلُہُ
وَخَافَ وَعِیْدِیْ لِلْزُّوَائِدِ اُجْمِلَا

اس میں یاءات زوائد تین ہیں۔

سُورَةُ الْحِجْرِ

اس کے چھ شعروں میں سے تین لئے گئے ہیں

۸۰ ؍ ۲ ؍ ۳ (ق) وَبِالنُّوْنِ نَبِّهَا کے بجائے وَبِالنُّوْنِ ضُمَّا یا وَبِالنُّوْنِ فَاضْمُمْ اس سورت میں نون کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرکت کی تو تصریح ہو جاتی اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ اس کا ضمہ پہلے شعر کے ضَمُّ التَّا سے نکلا ہے۔ اس بنا پر کہ وَ بِالنُّوْنِ فِيْهَا کی تقدیر وَ بِالنُّوْنِ فِي التَّاءِ الْمَضْمُوْمَةِ ہے لیکن اس سے یہ شبہ ہو جاتا کہ شاید اس میں نون ایک ہی ہوگا اور یہ وَ نُزِّلَ الْمَلٰئِكَةُ فرقان (ع۱) کے قبیل سے ہوگا اس لئے ایسا نہیں کیا۔

۸۰۵/۴ (ش و ق) وَ هُنَّ کے بجائے جَمِيْعًا فرماتے ہیں کہ یہ عمدہ تر ہوتا اس بنا پر کہ بہ نسبت وَ هُنَّ کے اس کا عموم ظاہر تر ہے۔

۸۰۶/۵ (ق) وَ مُنْجُوْهُمْ خِفٌّ کے بجائے مُنَجُّوْهُمْ خِفٌّ فرماتے ہیں کہ یہ اولیٰ تھا کیونکہ اس سے قراءۃ اور اس کے ترجمہ میں مغایرت ہو جاتی اور تحصیلِ حاصل نہ رہتی۔

(ج) لَمُنْجُوْهُمْ خِفٌّ فرماتے ہیں کہ یہاں واو فاصل کی تو حاجت نہیں ہے چنانچہ مُنْجُوْكَ میں بھی یہی صورت ہے پس اگر واو فاصل کے بجائے لام لے آتے تو اس میں لفظ کی حکایت اس ترتیب کے موافق ہو جاتی جس پر وہ قرآن میں واقع ہے اور مراد یہ ہے کہ ترتیب کی رعایت بقدر امکان ہو جاتی ورنہ پوری رعایت تو اس میں بھی نہیں ہے کیونکہ نُنْجِيَنَّ میں بھی تو جانبین کے حروف نہیں آرہے ہیں۔

سُوْرَةُ النَّحْلِ

اس کے آٹھ شعروں میں سے ایک لیا گیا ہے

۸۱۱/۴ (ج) وَ فِيْ يَتَفَيَّؤُ الْمُؤَنَّثُ حَازِمُ ۔۔۔ وَ فِيْ مُفْرِطُوْنَ الرَّاءُ بِالْكَسْرِ اُصِّلَا

وزن کی رو سے يَتَفَيَّؤُ میں قبض ہے۔ اس صورت میں دونوں کلمہ قرآنی ترتیب کے موافق آجاتے لیکن قاریؒ فرماتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر کا معاملہ آسان ہے خصوصاً جبکہ اس پر تنبیہ بھی موجود ہو جیسے یہاں قَبْلُ میں ہے۔

سُوْرَةُ الْاِسْرَاءِ

اس کے چودہ شعروں میں سے چار لئے گئے ہیں

۸۱۷/۲ (ق) سَمَا وَ يُلَقَّاهُ کے بجائے سَمَاهُ وَ يَلْقَاهُ کیونکہ اصل شعر میں خلط القراءات ہے چنانچہ ضمہ اور تشدید شامی کی اور ھا کا صلہ مکی کی قراءۃ سے لیا گیا ہے اور اصلاح شدہ میں پورا کلمہ مکی کی قراءۃ کے موافق ہے اس لئے خلط سے نجات ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۲۵/۱۰ (ج) دوسرا مصرع فَيَغْفِرَ قَدْ كُمْ نُوْنٌ وَنُرْسِلُ نُرْسِلَا فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی کہہ سکتے تھے لیکن اس صورت میں یہ شبہ ہوتا کہ شاید دوسرے نُرْسِلَ کا ذکر قافیہ کی تاکید کے لئے ہے نہ کہ مقصود کے طور پر اور اس سے یہ وہم ہوتا کہ نُرْسِلَ میں اختلاف ایک ہی جگہ ہے پس وَاثْنَانِ لانے سے یہ شبہ کافور ہوگیا اور دونوں کا مقصود ہونا واضح ہوگیا۔

۸۲۷/۱۲ (ج) پہلا مصرع تُفْجِرَ لِلْكُوْفِي تَفْجُرَ وَارِدٌ اس صورت میں دونوں قراءتیں صریح تلفظ سے نکل آتیں اور پہلے موقع کے مراد ہونے کی تعیین اجماع سے ہوجاتی رہی فِي الْأُوْلٰى کی قید سو اس کی چنداں حاجت نہیں اس بنا پر کہ پہلے موقعہ کا مراد ہونا ناظمؒ کی اس اصطلاح سے نکل آتا کہ جو لفظ ایک سے زیادہ جگہ واقع ہو اور اس کو بلا قید لائیں تو اس سے صرف پہلا مراد ہوا کرتا ہے۔ پس فِي الْأُوْلٰى کی قید محض توضیح کے لئے ہے جس سے یہ واضح ہوگیا کہ اس سے مراد وہ ہے جو حَتّٰی کے بعد ہے۔ قاریؒ فرماتے ہیں کہ ناظمؒ کا مصرع طبیعتوں سے قریب تر ہے۔ اور جعبری کے مصرع میں فِي الْأُوْلٰى کی ضروری قید بھی فوت ہوگئی ہے گو انھوں نے اس کے بارہ میں یہ عذر بیان کردیا ہے کہ اس کی تعیین تو اصطلاح ہی سے ہوجاتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ اصطلاح عوام کے لئے واضح نہیں ہے نیز ناظمؒ کے مصرع میں ایک قراءۃ موزون بہ کے اور دوسری قراءۃ موزون کے تلفظ کے ذریعہ ظاہر ہوگئی ہے۔

۸۲۹/۱۴ (ق) مصرع وَقُلْ قَالَ لِلشَّامِيْ وَمَكِّيْ دَ ضُمَّ تَا فرماتے ہیں کہ یہ کافی تھا اور اس صورت میں یہ انبیاء کی طرح ہوجاتا کیونکہ یہاں اولی کی قید محض توضیح کے لئے ہے اس بنا پر کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ کا مراد ہونا تو اصطلاح ہی سے نکل آتا ہے۔ پس جعبری کے ارشاد کے موافق اُوْلٰی کی قید قُلْ لَّوْ اور قُلْ كَفٰى کے نکالنے کے لئے نہیں ہے۔

سُوْرَةُ الْكَهْفِ

اس کے تیس ۳۰ شعروں میں سے دس ۱۰ میں اصلاح کی گئی ہے اور دو ۲ اضافہ کے طور پر ہیں

۸۳۶/۷ (ج) پہلا مصرع بِوَرْقِكُمْ اَسْكِنْ كَسْرَهٗ فِيْ صَفَا حُلَا اس ایک ہی مصرع سے دونوں قراءتیں نکل آتی ہیں لیکن موصوف نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا دوسرا مصرع کس طرح ہوگا کیا یہ شعر ایک ہی مصرع کا ہے۔

(ق) پہلا مصرع وَكَسْرُ وَرِقْ اِسْكَانُهٗ فِيْ صَفِيْ حَلَا فرماتے ہیں کہ یہ عمدہ تر ہے لیکن دوسرے مصرع کا اس میں بھی پتہ نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ایضاً ج) بِوَرْقٍ سُکُوْنُ الْکَسْرِ فِیْ صَفْوِ حُلْوِہٖ اس سے بھی دونوں قراءتیں نکل آئیں۔ مذکور کی اصل سے اور سکوت کی قید سے لیکن دوسرا مصرع اس میں بھی غائب ہے۔

۸۳۸/۹ (ق) دوسرا مصرع مَعًا وَّبِہٖ الْاِسْکَانُ فِی الْمِیْمِ حُوِّلَا فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر ہے اس لئے کہ مَعًا سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اختلاف مذکور ثَمَرٌ کے دونوں کلموں میں ہے نیز چونکہ بِہٖ کی ھا ضمّ کے لئے ہے اس لئے اس سے نکل آیا کہ بصری کے لئے ثا کا توضمہ ہی ہے اور میم میں سکون ہے لیکن اصل شعر میں بِحَرْفَیْہِ ہے اور یہ مجازاً اسمیہ کے معنی میں ہے اور اس تعبیر کا فائدہ شمول اور عموم ہے۔

۸۴۰/۱۱ (ج) حَبْرٌ سَعِیْدٌ کے بجائے حَبْرٌ نَّجِیْبٌ اس صورت میں ایک ہی رمز دونوں راویوں کے لئے کافی ہو جاتی اور الگ الگ لانے کی حاجت نہ ہوتی رہی تَا وَّ لَا کی تا جو دوسری رمز ہے سو وہ معنوی تکرار کے قبیل سے ہے اس لئے مضر نہیں۔

۸۴۵/۱۶ (ق) غَیْبَۃً کے بجائے غَائِبًا بھی ممکن تھا اور اس میں تاویل کی حاجت نہ ہوتی۔

(ص) لِرِوِیِّہٖ فَصَّلَا کے بجائے شَافِیْہٖ وَّصَّلَا فرماتے ہیں کہ کلام میں دونوں رمزوں کی گنجائش ہونے کے سبب شین کو ترک کر دیا انتہٰی شاید موصوف کو یہ خیال نہیں رہا کہ وَّصَّلَا اس سے پہلے شعر میں بھی آچکا ہے۔

(ج) زَاوِیْہٖ فَصَّلَا کے بجائے شَافِیْہٖ وَّصَّلَا فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی کہہ سکتے تھے۔ لیکن چونکہ کلام میں گنجائش تھی اور دونوں اماموں کی رمزیں جدا جدا دو کلموں میں لا سکتے تھے اس لئے ایسا نہیں کیا نیز اس لئے بھی کہ اس صورت میں دو واو فاصل جمع ہو جاتے ایک ۱۶ کے اخیر میں۔ دوسرا ۱۷ کے شروع میں اور تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ وَّصَّلَا ۱۵ میں بھی آچکا ہے پس اگر ۱۶ میں بھی لاتے تو ایطاء لازم آتا۔

۸۴۶/۱۷ (ق) پہلا مصرع زَکِیَّۃً نِ امْدُدْ وَخَفِّفْ سَمَا فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی کہہ سکتے تھے اور اس صورت میں مفعول کے مقدر ماننے کی حاجت نہ ہوتی اور اصل شعر میں یہ ماننا پڑتا ہے کہ وَّمُدَّ کا مفعول زاء زَاکِیَۃً مقدر ہے۔

۸۴۸/۱۹ (ق) پہلا مصرع یُبْدِلَ بِالتَّخْفِیْفِ فِی الدَّالِ ھٰھُنَا فرماتے ہیں کہ یہ اولیٰ تھا کیونکہ اس سے تلفظ اور قیود میں مغایرت ہو جاتی۔ رہی وَّمِنْ بَعْدُ کی قید سو اس کی حاجت نہیں کیونکہ اس سورت میں یُبْدِلَ تَخِذْتَ سے پہلے کسی جگہ بھی نہیں ہے۔

۸۴۹/۲۰ (ش) پہلا مصرع وَّاتْبَعَ کُلًّا اقْطَعْ ھُنَا خَفَّ ذَاکِرًا کیونکہ اصل شعر میں فَاتْبَعَ ہے جو تینوں کو شامل نہیں نیز ہمزہ قطعی اور وصلی کا بھی ذکر نہیں اور اصلاحی مصرع میں کُلًّا کی تنوین ضرورت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا پر حذف ہو گئی اور وَاتَّبِعْ کا واو عاطفہ ہے۔ اس لئے یہ تینوں کو شامل ہے نیز واو فصل کی علامت بھی ہے
(ق) صرف فَاَتْبَعَ کے بجائے وَاَتْبَعَ تاکہ تینوں کو شامل ہو جائے کیونکہ قرآن میں تینوں جگہ فَا
نہیں ہے بلکہ ایک جگہ فَا ہے اور دو جگہ ثُمَّ ہے اور شعلہ کی یہ بات عجیب و غریب ہے کہ فَاَتْبَعَ کی
فَا تعقیب کیلئے ہے قرآنی کلمہ کی نہیں ہے کیونکہ ایک جگہ فَاَتْبَعَ ہے اور دو جگہ ثُمَّ اَتْبَعَ۔

۸۵۲/۲۴ (ج) وَفِي يَفْقَهُونَ الضَّمُّ وَالْكَسْرُ شُكِّلَا
وَيَاْجُوجَ مَاْجُوجَ اهْمِزِ الْكُلَّ نَوِّلَا

اس صورت میں دونوں کلمات قرآنی ترتیب کے موافق آجاتے۔

۸۵۴/۲۵ (ق) عَنْ شُعْبَةِ الْمَلَا کے بجائے عَنْ شُعْبَةٍ وِّلَا کیونکہ الْمَلَا کے ہمزہ میں رمز ہونے کا شبہ ہوتا ہے جو اس کے مضاف الیہ ہونے کی صورت میں ضعیف اور اَلْمَلَا کے سَكَنُوا کی ضمیر سے بدل ہونے کی صورت میں قوی ہے کیونکہ اضافت کی تقدیر پر یہ صریح کے جزو کے مرتبہ میں ہو جاتا ہے۔ جس کے ساتھ رمز نہیں آیا کرتی۔

۸۵۹/۳۰ (ص) وَاَرْبَعُ رَبِّي يَاؤُهَا وَثَلَاثَةٌ مَعِي ثُمَّ ذُو الثُّنْيَا وَدُونِي تَحَصَّلَا

اس صورت میں نو کی نو یاءات ترتیب وار آجاتی ہیں۔

بطور اضافہ ۳۱ و ۳۲ (ش) زَوَائِدُهَا سَبْعٌ فَلَا تَسْئَلَنِّ اَنْ
تُعَلِّمَنِي نَبْغِ وَاِنْ تَرَنِي فَلَا
وَيَهْدِيَنِي رَبِّي كَذَا الْمُهْتَدِي وَمَنْ وَيُؤْتِيَنِي خَيْرًا فَصَادَفْتَ مَنْهَلَا

اس میں یاءات زوائد سات ہیں۔

سُوْرَةُ مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ

اس کے گیارہ شعروں میں سے چار لئے گئے ہیں

۸۶۰/۱ (ق) وَحَرْفَا يَرِثْ کے بجائے وَفِعْلَا يَرِثْ تاکہ اس کا قائل ہونے کی حاجت پیش نہ آئے کہ یہاں حرف مجازاً فعل کے معنی میں ہے۔

۸۶۱/۲ (ق و ج) وَقُلْ عِتِيًّا صِلِيًّا مَعْ جِثِيًّا کے بجائے مَعًا عِتِيًّا جِثِيًّا مَعْ صِلِيًّا تاکہ عِتِيًّا کے دونوں کلموں کو صراحتاً شامل ہو جائے اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہو کہ عموم اس کے بلا قید لانے سے نکلا ہے یا اس سے کہ دوسرے کلمات کو اس کے ساتھ ملا کر لائے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۶۳/۱۴ (ج) پہلے مصرع میں وَاخْفِضِ الدَّهْرَ عَنْ شَذًا کے بجائے وَاخْفِضَا إِذْ عَلَى شَذًا کیونکہ اصل شعر میں اَلدَّهْرَ کے ہمزۂ وصل کو رمز قرار دیا ہے جو خفی ہے اور قاری رحؒ کے قول پر یہ کمی معمولی ہے جو اصلاح کی محتاج نہیں۔

۸۶۴/۱۱ (ق) دوسرے مصرع میں وَسَابِيَ وَاتْلُنِيْ کے بجائے وَاتَانِ مَعْ سَابِيْ اس صورت میں سب یاءات مرتب ہو جاتیں۔

سُوْرَةُ طٰهٰ علیہ السلام

اس کے سولہ شعروں میں سے چھ میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۸۶۳/۱۴ (ج) وَضُمَّ فِي ابْ + بِتَدْ اکے بجائے وَفَتْحَهُ۔ فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی تعبیر کر سکتے تھے اور اس سے مذکور یعنی شامی کی قراءۃ صراحۃً نکل آتی اور مسکوت کی قراءۃ ضد سے نکالنے کی حاجت نہ ہوتی لیکن اس سے مسکوت کے لئے ہمزہ کے ضمہ کے بجائے کسرہ نکلتا جو فتحہ کی ضد ہوتا۔

۸۶۴/۱۴ (ج) مَعَ الزُّخْرُفِ اقْصُرْ کے بجائے وَكَالزُّخْرُفِ اقْصُرْ چونکہ اس میں واؤ فاصل ہے اس لئے یہ جدائی کے ظاہر کرنے میں واضح تر ہے۔

۸۶۷/۷ (ج) وَهٰذَيْنِ فِي هٰذَانِ حَجَّ کے بجائے وَيَاءُ الْفَ هٰذَانِ حَجَّ کیونکہ اصل شعر میں دونوں قراءتیں استغناء کے باب سے ہیں حالانکہ وزن عکس سے بھی درست رہتا ہے پھر استغناء سے کہنا کیونکر صحیح ہوگا اور اصلاح شدہ میں دونوں قراءتیں قید سے نکلتی ہیں اور یاد رہے کہ باب اطلاق میں تو وزن دونوں ہی قراءتوں پر درست رہتا ہے اور باب استغنا میں ناظم کی عبارت میں تبدیلی کئے بغیر صرف ایک ہی طرح پڑھنے سے وزن درست رہتا ہے۔ پس اگر عبارت کی ترتیب بدلنے کے بعد دوسری طرح پڑھنے سے بھی وزن درست رہے تو وہ مضر نہیں اور اس پر بھی وہ مقام بابِ استغناء ہی سے رہے گا۔

۸۷۸/۸ (ق) يُخَيَّلُ أَنَّثَهُ تَلَقَّفُ رَفْعُ جَزْ مِهٖ مُقْبِلُ سِحْرٍ بِالسِّحْرِ شَمْلَلَا

اس صورت میں تینوں کلمات ترتیب وار آجاتے۔

۸۷۹/۹ (ج) تَخَفْ قَصْرُ جَزْمٍ فَازَ أَنْجَيْتُكُمْ هُنَا وَذُ عَدْ تُكُمْ رَزَقْتُكُمْ شَاعَ وَاعْتَلَا

اس میں چاروں کلمات تلاوت کی ترتیب کے موافق آگئے اور الف کا محل اور وَذُ عَدْ تُكُمْ کا الف سے ہونا بھی متعین ہوگیا کیونکہ اس میں الف فعولن کے واو کے مقابل میں ہے اور وَاعْتَلَا سے یہ بھی نکل آیا کہ ان کے نظائر م تیت اتینا ۔ خلقت خلقنا وغیرہ میں گزر چکے ہیں جن سے یہ نکلتا ہے کہ ناظم کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں متکلم کی تا کی ضد اسی کا نون ہے اور اس سے مسکوت کی قراءۃ بھی نکل آتی ہے اور اصل شعر میں تین طرح کی کمی ہے: ۱؎ لَا تَخَفْ ان تینوں کلمات کے بعد آرہا ہے ۲؎ وَ عَلَىٰ تَتَّكِئُ میں الف کا ہونا بھی ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اس کو قبض کے طریق پر الف کے بغیر بھی پڑھ سکتے ہیں ۳؎ نظائر پر تنبیہ بھی نہیں ہے جس سے مسکوت کی قراءۃ نکل آتی۔

۸۸۴/۱۴ (ج) دوسرا مصرع وَ إِنَّكَ لَا بِالْكَسْرِ صَافِيهِ أُصِّلَا فرماتے ہیں کہ یہ واضح تر ہوتا کیونکہ اس میں وصلی کے بجائے ہمزۂ قطعی رمز بن جاتا ہے ۱۶؎ کے بعد لبطور اضافہ (ج) وَ تَتَّبِعَنْ مَحْذُوفَهَا وَ بِحَجْهَا+ أَتَاكَ مَعَ الْبَادِي نَكِيرِيَ مُسْجَلًا۔ یعنی زائدہ طٰہٰ میں ایک اور رج میں دو ہیں۔

(ش) فَتِلْكَ ثَلَاثٌ بَعْدَ عَشْرٍ وَ زَائِدٌ بِتَتَّبِعَنِي الْآلَاتِ مِنْ بَعْدِ لَفْظِ لَا

یعنی طٰہٰ میں یائے زائدہ ایک ہے۔

سُوْرَةُ الْأَنْبِيَاءِ عليهم السلام

اس کے چھ شعروں میں سے چار لئے گئے ہیں

۸۸۸/۲ (ق) پہلے مصرع میں غَيْبَتَهُ کے بجائے غَائِبًا اور اس تقدیر پر ذا کے مقدر ماننے کی حاجت نہ ہوتی

(ج) وَ يَسْمَعُ ضُمَّ اكْسِرْ خِطَابَ ابْنِ عَامِرٍ وَ يَنْصِبُ رَفْعَ الصُّمِّ وَ الضِّدُّ حُوِّلَا

۸۸۹/۳ (ج) صرف پہلا مصرع لَدَى النَّمْلِ ثُمَّ الرُّومِ لِابْنِ كَثِيرِهِمْ فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی بیان کر سکتے تھے اور یہ صورت قصیدہ کے اکثری اسلوب کے موافق اقل کی قراءۃ مذکور ہونے کے سبب اختصار کے مناسب ہوتی۔

۸۹۱/۵ (ق) ۱؎ وَ ثَانِي نُنَجِّي احْذِفْ وَ ثَقِّلْ كَمَا صَفَا
وَ حِرْمٌ بِكَسْرٍ وَ اسْكِنِ اقْصُرْ شَفَا صَلَا

اس صورت میں دونوں کلمے ترتیب وار آجاتے۔

(ق) ۲؎ دوسرا مصرع حَرَامٌ وَ نُنْجِي احْذِفْ وَ شَدِّدْ كَذِي حَلَا فرماتے ہیں کہ یہ آسان رہتا کیونکہ اس میں وَ حِرْمٌ میں واو نہیں ہے تاکہ اس میں یہ شبہ ہو سکے کہ یہ تلاوت کے لئے ہے یا عاطفہ ہے

۸۹۲/۶ (ق) وَ لِلْكُتُبِ اجْمَعْ عَنْ شَفَا يَاؤُهَا مَعِي
وَ إِنِّي عِبَادِيَ مَسَّنِيَ قَبْلَهَا انْجَلَى

اس صورت میں پہلی تین یاآت پرانی ترتیب کے موافق آجاتیں۔

16904

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْحَجِّ

اس کے دس شعروں میں سے دو میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۸۹۸/۶ (ش) وَيَدْفَعُ (حَقٌّ) فِي يُدَ فِعُ وَارِدٌ وَفِي أُذِنَ اضْمُمْ (نَا مِرُوا) (لِ) تَنَهُ (حَ) لا

اس میں یُدٰفِعُ کی دونوں قراءتیں واضح طور پر آگئیں اور اُذِنَ کی تینوں رمزیں بھی اسی شعر میں آگئیں۔

۸۹۹/۷ (ش) نَعَمْ حَفِظُوا وَالْفَتْحُ کے بجائے وَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا الْفَتْحُ۔

(ق) وَالْفَتْحُ فِي تَا يُقْتَلُوْا کے بجائے وَالْفَتْحُ عَيْنَ يُقْتَلُوْا کیونکہ تصحیف کی بنا پر تا کے بجائے یا بھی پڑھ سکتے ہیں اور عین بالکل واضح ہے۔ لیکن یہاں تصحیف کا احتمال ضعیف ہے کیونکہ فِي تَا میں حرف کی تصریح کردی ہے اس سے نکل آیا کہ تائے فوقانیہ مراد ہے نہ کہ یائے تحتیہ کیونکہ وہ تو کلمہ کے شروع میں ہے جس کے بارہ میں اکثر جگہ اطلاق سے کام لیا کرتے ہیں یعنی جب یہ بتانا منظور ہوتا ہے کہ یہ حرکت کلمہ کے پہلے حرف پر آئے گی تو اس کو بلاقید لے آیا کرتے ہیں اور حرف کا ذکر نہیں کیا کرتے پس اگر یہاں یائے تحتیہ کا فتحہ مراد ہوتا تو حرف کا نام لینے کی حاجت پیش نہ آتی۔ ۹ کے بعد اضافہ کے طور پر۔

(ش) زَوَائِدُ هَا يَاآنِ وَالْبَادِ لَعْدَهُ نَكِيرِ وَمَا شَيْءٌ إِلَى النَّمْلِ أُنْزِلَا

اس میں یاآت زوائد دو ہیں۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

اس کے نو شعروں میں سے چار لئے گئے ہیں

۹۰۴/۲ (ق) مَعَ الْعَزْمِ وَالْمَفْتُوحُ سِينَاءَ ذَائِعٌ وَتَنْبُتُ فَاضْمُمْ وَاكْسِرِ الْغَمَّ دُمْ حَلَا

اس صورت میں دونوں کلمہ ترتیب وار آجاتے۔

۹۰۵/۳ (ج) وَمُنْزَلًا افْتَحْ ضَمَّهُ اكْسِرْ صَفَا وَرَا وَتَتْرًا افْتَحُنْ حَقًّا وَاكْسِرِ الْوِلَا

فرماتے ہیں کہ یہ کافی ہوجاتا یعنی اس سے دوسری قراءۃ بھی نکل آتی جو اصل سے نہیں نکلتی اور قاریؒ فرماتے ہیں کہ دونوں عبارتوں میں صرف یہی فرق ہے کہ جعبری ماضی کے بجائے امر لے آئے ہیں جو فَنَوِّنْ میں ہے اور مطلب بعینہٖ وہی ہے جو اصل کا تھا لیں جواب میں یہ کہنا اولیٰ ہے کہ جب ناظمؒ نے ضد کے ظاہر کرنے کے لئے تَتْرًا کا تلفظ الف سے کیا اور وہ الف کتابت میں بھی ہے تو اس کی قید ضد کے بیان کے لئے کافی ہو گئی اور اسی لئے وقفًا الف ہی پر اجماع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۰۶/۲ (ج) وَاِنَّ ثُوَىٰ وَالنُّوْنَ خَفِّفْهُ سَاكِنًا كَفَىٰ تَعْبُرُوْنَ اِضْمُمْهُ وَالْكَسْرَةُ اَجْمَلَا
فرماتے ہیں کہ یہ کامل ہوتا کیونکہ اس صورت میں وَاِنَّ کے نون کا سکون بھی شعر ہی سے نکل آتا اور اس
میں وَالْكَسْرَةُ کی ضمیر اس ضمہ کے لئے ہے جو اُضْمُمْهُ سے نکلا ہے۔ اور قاریؒ فرماتے ہیں کہ نون کا
ساکن ہونا تو عربی قاعدہ کے سبب خود ہی سمجھ میں آجاتا ہے اور قصیدہ میں ایسے موقع بہت سے ہیں
دیکھو انعام ۲۶/۷ وہود ۱۲/۲ ونور ۳/۳ اور اسی لئے ناظمؒ نے کَفَیٰ فرمایا ہے۔
۹۰۸/۶ (ق) وَامْدُدْ وَحَرِّكْهُ کے بجائے حَرِّكْهُ وَامْدُدْهُ کیونکہ الف مدہ تاف کو حرکت
دینے کے بعد زیادہ کیا جاتا ہے۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ

اس کے آٹھ شعروں میں سے تین لئے گئے ہیں

۹۱۲/۱ (ق) پہلا مصرع فَرَضْنَا ثَقِيْلًا حَقُّهُ رُ اُفَتَّهُ هُنَا اس میں هُنَا کی قید سے واضح ہوگیا کہ رَاُفَتَّهُ
سے صرف نور کا والا مراد ہے نہ کہ حدید کا والا بھی اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہی کہ رَاُفَتَّهُ کی تخصیص
اس کو بلا قید لانے سے بھی سمجھی گئی ہے چنانچہ فَعُمِّيَتْ ہود ۲/۲ بھی اسی کی نظیر ہے کہ اس میں بھی ہود
والے کی تخصیص اطلاق سے نکلی ہے۔
۹۱۳/۲ (ش) وَغَيْرُ الْحَفْصِ کے بجائے وَحَفْصٌ نُصْبُ الخ اصل شعر سراس میں حفص معرفہ ہے
اور اس کے باوجود بھی اس پر اَلْ لے آئے ہیں اور گویا یہ اَلْ مضاف الیہ کے عوض میں ہے کیونکہ اصل
غَيْرُ حَفْصِ الْقُرَّاءِ تھی اور اس کی نظیر حدیث میں بھی ہے جو ابن ابی شیبہ وغیرہ کے مصنف میں ہے اور وہ
یہ ہے: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ ابْنُ عَلِيِّ نِ الْجُعْفِيُّ عَنْ شَيْخٍ يُقَالُ لَهُ الْحَفْصُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ
قَالَ اَذَّنَ بِلَالٌ حَيَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
حافظ ابوالقاسم کہتے ہیں کہ یہ حفص بن عمر بن سعد القرظ ہیں اور چونکہ غَيْرُ الْحَفْصِ والی عبارت قصیدہ
میں نئی اور اجنبی سی ہے اس لئے اس میں اکثر کو وہم ہو جاتا ہے اور پڑھنے والے کی زبان پر جلدی سے
اَلْحَفْصِ کے بجائے اَلْخَفْضِ آجاتا ہے جو جر کے معنی میں ہے کیونکہ خفض مشہور بھی ہے اور اس قصیدہ میں بھی
کثرت سے آیا ہے دیکھو شعر ۸۰ و ۱۰۵۲ اور حَفْصٌ نُصْبُ میں یہ وہم تو نہیں ہوتا لیکن نصب کی ضد
سے غیر حفص کے لئے تا کا جر نکلتا ہے اس لئے اس کو اختیار نہیں کیا اور اس سے نظم کی عبارت کا مستحسن ہونا
واضح ہوگیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۱۶/۵ (ج) وَيُوقَدُ اَنِّثْ صِفْهُ شَرْعًا وَحَقَّهٗ   تُوَقَّدَ وَاَنْثٰى بَا يُسَبِّحُ صِفْ كَلَا

اس صورت میں یُوقَدُ اور یُسَبِّحُ تلاوت کی ترتیب کے موافق آجاتے اور بَا یُسَبِّحُ میں تصحیف کی گنجائش نہ ہونے کی تقریر ح عٹ میں درج ہوچکی ہے۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ

اس کے سات شعروں میں سے تین لئے گئے ہیں

۹۲۱/۲ (ق) فَيَقُولُ نُوْ + ن شَامٍ کے بجائے فَيَقُولُ غَيْ + ر شَامٍ فرماتے ہیں کہ یہی درست ہوتا یعنی غیر شامی کے لئے یا ہے اور ضد سے نکل آتا کہ شامی کے لئے نون ہے لیکن چونکہ اطلاقی یا کی ضد خطاب کی تا ہے نہ کہ نون اس لئے واضح ہے کہ اس صورت میں مسکوت کے لئے نون کے بجائے خطاب کی تا نکلتی۔

۹۲۲ و ۹۲۳/۲ و ۴ (ج) شعر۲ بِتَشَقَّقُ خِفَّ الشِّيْنِ مَعْ قَافَ غَالِبٌ
وَنُنْزِلُ رِدْهُ النُّوْنَ وَارْفَعْ وَسَهِّلَا

اس میں وَسَهِّلَا وَخَفِّفًا کے معنی میں ہے اور اس کے اختیار کرنے کا سبب قافیہ کی رعایت ہے اور معنی یہ ہیں کہ وَنُنْزِلُ کی زا کو بھی ضرور تخفیف سے پڑھ شعر۴:

بِمَا نَقِيْ وَارْفَعَا نِي الْمَلٰئِكَةُ انْصِبُوْا   وَيَأْمُرُ شَافٍ وَاجْمَعُوْا سُرُجًا وَلَا

اس صورت میں تَشَقَّقُ اور نُنْزِلُ کا ذکر تلاوت کی ترتیب کے موافق آجاتا۔

(ق) ۱ـ صرف پہلا مصرع وَخَفِّفْ مَعًا تَشَقَّقُ الشِّيْنَ غَالِبٌ کیونکہ اصل شعر میں مَعْ قَافَ سے کم فہم لوگوں کو یہ وہم ہوتا ہے کہ تخفیف اس کلمہ کے قاف میں بھی ہوگی حالانکہ وہ بالاجماع مشدد ہے اور گو ناظم رح نے قاف کی فا کو یہ بتانے کے لئے فتح بھی دیدیا ہے مگر اس سے مقطعات کا قاف مراد ہے یعنی سورۂ قاف کیونکہ اگر ہجا کا قاف مراد ہوتا تو مضاف الیہ ہونے کے سبب اس پر کسرہ آتا لیکن کم ذہن لوگوں کی قوتِ فکریہ اس فرق کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ قاری رح فرماتے ہیں کہ بعض کم فہم قراء کی بابت مجھے یہ خبر ملی ہے کہ انہوں نے اس کا یہی غلط مطلب سمجھ لیا حالانکہ ناظم رح نے قاف کو اس کی رسم کے خلاف الفی حروف سے لکھ بھی دیا ہے جس سے وہ سورۂ قٓ میں پڑھا جاتا ہے پس بہتر یہ تھا کہ اس کو قرآنی رسم کے موافق حرف کی شکل میں لکھتے اور اصلاحی مصرع میں شین کے لفظ سے تخفیف کا محل واضح ہوگیا اور قاف کے مراد ہونے کا وہم نہیں رہا۔

(ق) ۲ـ دوسرے مصرع میں وَاجْمَعُوْا کے بجائے وَاجْمَعَا تثنیہ کے صیغہ سے تاکہ یہ امر خوب واضح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوجائے کہ یہ قراءۃ بھی انھیں حمزہ اور کسائی کے لئے ہے جن کے لئے یأمرنا میں غیبت کی یا ہے۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ

اس کے پانچ شعروں میں سے ایک لیا گیا ہے

۹۳۱/۵ (ق) وَرَبِّي وَاجْرِي الْخَمْسُ اِنِّيْ مَعًا مَّعِيْ
مَعًا وَّ اَبِيْ لِيْ مَعْ عِبَادِيْ تُجُمِّلَا

اس میں سورۃ کے آخر کی جانب سے شروع ہوکر اول کی جانب تک تیرہ کی تیرہ یا آت ترتیب وار آگئیں۔

سُوْرَةُ النَّمْلِ

اس کے تیرہ[۱۳] شعروں میں سے چار شعروں میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۹۳۲/۱ (ق) ۱ پہلے مصرع میں شِهَابٍ بِنُوْنٍ ثِقْ کے بجائے شِهَابٍ يَنُوْنُ ثِقْ فرماتے ہیں کہ یہ واضح تر ہوتا کیونکہ اصل شعر میں تنوین کو مجاز کی بنا پر نون سے تعبیر کیا ہے اور غالباً یہ اس لئے ہے کہ اس پر معطوف ہونے کے سبب یَأْتِیَنَّنِیْ میں بھی نون نکل آئے پس فاسی کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ یَأْتِیَنَّنِیْ کی دوسری قراءۃ کے بارہ میں شہرت پر اعتماد کیا ہے۔

(ق) ۲ وَقُلْ يَأْتِيَنَّنِيْ کے بجائے وَزِدْ يَأْتِيَنَّنِيْ اس سے ایک نون کا زیادہ ہونا خوب واضح ہوجاتا

(ج) شِهَابٍ بِنُوْنٍ تنوین سے اس سے فعولن کا جزو کامل ہوجاتا اور قبض کا قائل ہونے کی حاجت نہ ہوتی گو روایۃً اور حکایۃً تنوین کا ترک ہی ہے۔

۹۳۸/۷ (ج) وَهَمْزَةُ سَاقَيْهَا وَبِالسُّوْقِ سُؤْقِهِ   زَكَتْ وَلِبَكَّارٍ السُّؤْقِ مُطَوَّلَا

فرماتے ہیں کہ اس طرح کہتے تو عبارت بھی عمدہ ہوجاتی اور تینوں کلمہ ترتیب وار بھی آجاتے اور اس کی تفصیل بھی ہوجاتی کہ سُؤْقِ والی وجہ صرف ص والے میں ہے کیونکہ آل تو اسی پر آرہا ہے اور یہ اشکال نہ رہتا کہ نقل کی رو سے تو سُؤُوْقِ والی وجہ صرف ص میں ہے اور شعر سے یہ نکلتا ہے کہ ص اور رفع دونوں میں ہے۔

۹۴۱/۱۰ (ق) پہلا مصرع بَلِ ادَّارَكَ صِلْنَا ثُمَّ شَدِّدْ وَمُدَّ اِذْ اس میں کلمہ کا تلفظ بھی قیود والی قراءۃ کے علاوہ دوسری قراءۃ سے ہوگیا اور ترتیب کے موافق صِلْ کی قید شَدِّدْ سے پہلے بھی آگئی۔

(ش) وَبَلْ ادْرَكَ اقْرَاْهُ بَلِ ادَّارَكَ الَّذِيْ اس میں دونوں قراءتیں تلفظ سے نکل آتیں اور مطلب کا نکالنا آسان ہوجاتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج) وَيَذْكُرُوْنَ حَزْنًا لَوَآءً وَّ وَصْلُهُمْ

بَلْ اِدْرَاكَ حَزْنٍ فَصِلْ وَشُدَّ ذَكَا اِلٰى

فرماتے ہیں کہ یہ عمدہ تر ہوتا کیونکہ اس سے قرآن کے دونوں کلمے اور قیود دونوں چیزیں ترتیب وار آجاتیں۔

$\frac{۹۴۴}{۱۳}$ (ق) وَيَاۤ اَيُّهَا خَمْسٌ وَّلِىْ كِلَاهُمَا وَاَوْزِعْنِىْ مَالِىْ مَعْ لِيَبْلُوَنِىْ حَلَا

اس میں پانچوں یا آت ترتیب وار آگئیں۔ $\frac{۹۴۴}{۱۳}$ بطور اضافہ۔

(ش) وَفِيْهَا فَمَا ٓ اٰتَانِیَ اللّٰهُ قَبْلَهٗ تُمِدُّوْنَنِیْ نَزِيْدُ اَفَلَا تَكُ مُغْفَلَا

اس میں یاءات زوائد دو ہیں۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

اس کے سات شعروں میں سے چار میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

$\frac{۹۴۷}{۳}$ (ق) وَاَسْكِنْهُ کے بجائے اَسْكِنْهُ اس صورت میں ہمزہ قطعی کو وصلی قرار دیکر حذف کرنے کی حاجت پیش نہ آتی۔

$\frac{۹۴۸}{۴}$ (ق) دوسرا مصرع وَرَبِّیْ قُلْ مُوْسٰی وَاحْذِفْ اَلْوَاوَ دُخْلُلَا کیونکہ اصل شعر میں وَقُلْ قُلْ مُوْسٰی ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ قُلْ کیلئے قُلْ کے بجائے قُلْ یا قُلْ کے بجائے قُلْ ہے جیسا کہ انبیاء ۲ میں اس کی نظیر گزر چکی ہے۔

$\frac{۹۴۸}{۴}$ (ش) دُخْلُلَا کے بجائے دُمْ وِلَا ای ذَا وِلَاءٍ لیں یہ واؤ فاصل ہو جاتا اور اس سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی کہ نَمَا نَفَرٌ شعر ۵ کے یُرْجَعُوْنَ کی رمز ہے نہ کہ شعر ۴ کے قَالَ مُوْسٰی کی اور اصل شعر میں واؤ نہ ہونے کے سبب یہ وہم ہوتا ہے کہ نَمَا نَفَرٌ قَالَ مُوْسٰی کی رمز ہے اور آئندہ شعر کے دونوں کلمے ثِقْ کی ثا والے کوفیین کے لئے ہیں حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔

$\frac{۹۵۱}{۷}$ (ق) وَرَبِّیْ ثَلَاثٌ ثُمَّ اِنِّیْ اَرْبَعٌ

مَعِیْ وَلَعَلِّیْ اثْنَانِ عِنْدِیْ فَاقْبَلَا

اس میں گیارہ کی گیارہ یا آت ترتیب وار آگئیں۔

(ش) اضافہ کے طور پر وَوَاحِدَةٌ فِيْهَا تُزَادُ يُكَذِّبُوْ

نِ قَالَ وَمَا شَيْءٌ اِلٰى سَبَاٍ تَلَا

اس میں یاء زائدہ ایک ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُورَۃُ الْعَنْكَبُوتِ

اس کے چھ شعروں میں سے صرف ایک میں اصلاح کی گئی ہے

$\frac{955}{4}$ (ج) رِحِصْنٌ) وَيُرْجَعُوْ کے بجائے (حِصْنٌ) لَكَ يُرْجَعُوْ + کیونکہ اس میں يُرْجَعُوْنَ سے پہلے واو عاطفہ نہیں ہے اس لئے یہ بات واضح ہے کہ جملہ يُرْجَعُوْنَ (ص) غُوْ مستانفہ اور پہلے جملہ سے بالکل جدا ہے پس يُرْجَعُوْنَ میں مذکور کے لئے غیبت کی یا ہے جو اطلاق سے نکلی ہے اور مسکوت کے لئے خطاب کی تا ہے جو غیبت کی ضد سے نکلی ہے اور اصل شعر میں واو ہے پس اگر اس کو استینافیہ مان لیں یا يُرْجَعُوْنَ کے عطف کو عطف الجمل کے قبیل سے قرار دیں یعنی یہ کہیں کہ يُرْجَعُوْنَ صَغُوْ پورا جملہ پہلے جملہ پر معطوف ہے تب تو اس سے بھی وہی صحیح مطلب نکلتا ہے جو ابھی درج ہوا اور اگر اس کے عطف کو عطف المفرد کے باب سے قرار دیں اور یہ کہیں کہ يُرْجَعُوْنَ يَقُوْلُ پر معطوف ہے اور یا کی ضد سے مسکوت کے لئے نون نکلے گا جو يَقُوْلُ میں، تو صحیح ہے لیکن يُرْجَعُوْنَ میں اس کا درست نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ نُرْجَعُوْنَ تو کوئی بھی صیغہ نہیں ہے۔

سُورَۃُ رُوْم تا سَبَا

اس کے سترہ شعروں میں سے آٹھ لئے گئے ہیں

$\frac{958 \text{ و } 959}{1 \text{ و } 2}$ (ج) وَعَاقِبَةُ الثَّانِي (سَمَا) لَعٰلِمِيْنَ كَسْـ

رُ لَامٍ (عـ) لَا لِيَرْبُوْا الضَّمُّ (أَ) صِـلَا

خِطَابًا وَسَكِّنْ دَاوَهُ لِيُذِيْقَهُـمْ

بِنُوْنٍ (زَ) كَا آثَرِ (كَـ) ـمْ (شَـ) ـرَفًا (عَـ) ـلَا

ان دونوں شعروں میں قرآن کے چاروں کلمے تلاوت کی ترتیب کے موافق آ گئے اور الْعٰلَمِيْنَ کے ساتھ لام جارہ نہ لانے سے یہ احتمال بھی رفع ہو گیا کہ شاید کسرہ اور فتحہ کا اختلاف پہلے لام میں ہو اور اسی طرح لِيُذِيْقَهُمْ کے ساتھ جانبین کے حروف دے آنے سے اوّل کا مراد ہونا اور ثانی یعنی وَلِيُذِيْقَكُمْ کا مراد نہ ہونا بھی واضح ہو گیا ہاں یہ ضرور ہے کہ "آثَرِ" کا جمع کے صیغہ سے ہونا تلفظ سے نکالنا ہو گا اور اس لفظی جمع کی ضد سے توحید نکلے گی یا یہ کہا جائے کہ جمع تکسیر کا مراد ہونا تلفظ سے متعیّن ہوا ہے اور توحید أَثَرِ السُّجُوْدِ (فَتْحًا) سے نکلی ہے جو اجماعاً واحد کے صیغہ سے ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ق) دوسرا مصرع یُذِیْقُہُم زِدْ عَلَیْہِنَّ اَکْسِرُوْا عُمُلاً اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ خلاف صرف اس لِیُذِیْقَ میں ہے جس کے بعد ھُمْ ہے جو پانچویں رکوع کی پہلی آیت میں ہے نہ کہ وَلِیُذِیْقَکُمْ میں بھی جو اسی رکوع کی پانچویں آیت میں ہے اور اصل شعر میں چونکہ ضمیر کے بغیر لائے ہیں اس لئے دونوں کو شامل ہونے کا شبہ ہوتا ہے اور اس کو نکالنے کے لئے یہ کہنے کی حاجت پیش آتی ہے کہ اصطلاح یہ ہے کہ جب کسی لفظ کو مطلق لاتے ہیں تو اس سے اس کا پہلا ہی موقعہ مراد ہوا کرتا ہے لیکن یہ وہم ضرور ہوتا ہے کہ اس سے کامل ترین اطلاق مراد ہو جو دونوں کو شامل ہو نیز اس سے یہ بھی متعین ہوگیا کہ لِلْعٰلَمِیْنَ کے دوسرے لام میں اختلاف ہے کیونکہ اس کو آلْ کے بغیر لائے ہیں پس پہلا نکل گیا جو جارہ ہے اور اصل شعر میں اس کے مراد ہونے کا بھی وہم ہوتا ہے۔

۹۶۱/۴ (ق) پہلا مصرع وَیَتَّخِذُ انْصِبْ رَفْعَہٗ (لِ) صِحَابِہِمْ) فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی کہہ سکتے تھے اور اس صورت میں ناظم کی مشہور اصطلاح کے موافق بیان کردہ ترجمہ مذکور کے لئے ہو جاتا اور قید سے غیر مذکور کی قراءۃ بھی نکل آتی اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ یہاں اختصار کے سبب عکس کو اختیار کیا ہے یعنی مسکوت کی قراءت کو بیان سے اور مذکور کی قراءۃ کو ضد کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔

۹۶۳/۶ (ج) وَیَنْصِبُ رَفْعَ الْبَحْرُ حَبْرٌ وَّخَلْفَہٗ یُحَرِّکُہٗ حِصْنٌ وَّ اُخْفِیْ فَتًی وَّ لَا اس میں تینوں کلمات قرآنی ترتیب کے موافق آگئے اور درمیان میں واو فاصل بھی موجود ہے اور اس میں اُخْفِیْ استغناء سے ہے یعنی یا کا سکون تلفظ سے نکلا ہے۔

۹۶۶/۹ ۱ (ق و ج) وَکَالْیَاءِ کے بجائے وَکَالْھَمْزِ فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر تھا کیونکہ زیر والے ہمزہ کی تسہیل ہمزہ اور یاء مدہ کے درمیان ہوتی ہے۔

(ق) ۲ دوسرے مصرع میں وَقِفْ مُسْکِنًا کے بجائے وَبِالْیَاءِ قِفْ کیونکہ مُسْکِنًا سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ وقف ہمزہ ساکنہ سے ہوگا حالانکہ واقع میں یاء ساکنہ سے ہے۔

۹۶۹/۱۲ (ق) وَالرَّسُوْلَ السَّبِیْلَ کے بجائے وَالرَّسُوْلَ السَّبِیْلَا لام کے بعد الف سے فرماتے ہیں کہ اس صورت میں تیسرے مفاعیلن کو کامل بھی کر دیتے اور اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا کہ مد سے مراد الف مدہ کا زیادہ کرنا ہے نہ کہ واؤ اور یا کا اور وزن بھی قبض کے بغیر کامل ہو جاتا اور اصفہانی کی تصریح کے موافق بعض نسخوں میں الف سے آیا بھی ہے اور الف کے بغیر لانے کی صورت میں قبض کے قبیل سے ہے اور روایت بھی قبض ہی سے ہے نیز وَھْوَ فِی الْوَقْفِ کے بجائے وَھْوَ بِالْوَقْفِ اس صورت میں فِیْ کے تکرار سے نجات مل جاتی اور اس سے کلام میں زیادہ حسن آ جاتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۷۱/۱۴ (ج) دوسرا مصرع یُضْعَفْ لِعَصْرٍ شَذَّ کَا وَلِ الْعَلَا یعنی یُضْعَفُ جو ہے اس کو علاء کے صاحبزادے ابوعمرو نے بھی قصر و تشدید سے پڑھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ کافی ہو جاتا (اور ابان کے اعادہ کی حاجت اس لئے نہ ہوتی کہ یُضْعَفْ کے باب کے بارے میں ان کا کلیہ بقرہ ۲۷۳ و ۲۴۷ میں بیان ہو چکا ہے) اور اس اصلاحی مصرع میں تشدید کے ابوعمرو کے ساتھ خاص ہونے کا بھی وہم نہیں ہوتا کیونکہ یہاں موصوف ہی نے اپنی اصل کو بدلا ہے (یعنی تخفیف اور الف کے بجائے تشدید اور قصر کو اختیار کر لیا ہے پس کل آیا کہ اس میں نفر کے لئے قصر و تشدید اور حصن کے لئے الف مد اور فتحہ اور تخفیف ہے)

۹۷۳/۱۶ (ق و ج) وُ قُتِّلَا کے بجائے نُزِّلَا کیونکہ واؤ کے فاصل ہونے کا شبہ ہوتا ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں کیونکہ یہ قراءۃ کے کامل ہونے سے پہلے آ رہا ہے اور یہ اصلاح قاری رحمہ نے قِيْلَ کے ذریعہ کسی اور شارح سے نقل کی ہے پھر اپنی رائے یہ ظاہر فرمائی ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ رمز کلمۂ قرآنی اور اس کی قراءۃ دونوں کے بعد آئے۔

سُورَۃُ سَبَا وَ فَاطِر

اس کے گیارہ شعروں میں سے چھ میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک بطور اضافہ ہے

۹۷۶/۲ (ق و ج) یَشَأْ مَعْ نَخْسِفْ نُسْقِطِ الْیَاءُ شَمْلَلَا اس میں تینوں کلمے ترتیب وار آجاتے۔

۹۷۹/۵ (ج) ۱؎ نَجْزِی بِنُوْنٍ وَّ اکْسِرِ الزَّای وَالْکَفُوْرُ

وَلَا رَفْعَ صِحَابٍ نَ اکُلِ اَضِفْ حُلَا

۲؎ نُجْزِی بِنُوْنٍ وَّ اکْسِرِ الزَّای وَالْکَفُوْرُ

وَ فِی الرَّفْعِ نَصْبٌ عَنْهُمُ اُکُلِ اَضِفْ حُلَا

ان دونوں میں اکثر کے بجائے اقل کا ذکر آجاتا اور اصل کے مساوی بھی رہتے۔ لیکن ان میں سے اوّل میں کچھ کلمات زیادہ ہیں جن کے سبب وزن درست نہیں رہتا۔

۳؎ وَ اُکُلِ اَضِفْ حُلْوًا نُجْزِی بِیَا وَفَتْ

۴؎ زَایِ الْکَفُوْرَ ارْفَعْ سَمَا صَابَہٗ کَمَلَا

اس صورت میں قرآن کے دونوں کلمات ترتیب کے موافق آجاتے۔

۹۸۱/۷ (ق و ج) وَمَنْ اَذِنَ الْمَضْمُوْمُ حُلْوُ شَرِيْعَتِہٖ

وَنُزِّعَ فَتْحُ الضَّمِّ وَالْکَسْرِ کُمِّلَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں دونوں کلمے ترتیب وار آگئے۔

۹۸۲/۸ (ج) وَفِي غُرُفٰتِ الضَّمُّ وَحِّدْ حَمْزَةٌ اَلَا تَنَاوُشُ هَمْزُ الْوَاوِ صُحْبَتُهُ حَلَا

فرماتے ہیں کہ یہ درست تر ہوتا کیونکہ اس سے جمع والوں کے لئے ضمہ کی بھی تصریح ہو جاتی اور تناوش کی دونوں قراءتیں بھی بیان ہی سے نکل آتیں یعنی ایک اصل سے اور دوسری قید سے۔

۹۸۳/۹ (ق) ۱۰ وَاَجْرِيْ عِبَادِيْ کے بجائے عِبَادِيْ وَاَجْرِيْ تاکہ تینوں یا آت ترتیب وار آ جائیں

(ق) ۱۱ (ج) وَقُلْ رَفْعُ غَيْرُ اللّٰهِ کے بجائے وَرَا رَفْعُ غَيْرِ اللّٰهِ فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر تھا کیونکہ اس سے تصریح ہو جاتی ہے کہ رفع اور جر کا اختلاف غیر کی را میں ہے نہ کہ اللہ کی ھا میں۔

۹۸۵/۱۱ (ق ج) وَفِي بَيِّنَتٍ قَصْرُ حَقٍّ فَتًى عَلَا وَفِي السَّيِّ ءِ اسْكِنْ جَزْءُهُ نَشْهِلَا

اس میں دونوں کلمات ترتیب وار آ جاتے۔

۱۲ اضافہ (ش) وَزَادَ نَكِيْرِيْ وَالْجَوَابِيْ لَدٰى سَبَا

وَفِيْ فَاطِرٍ اَيْضًا نَكِيْرِيْ تَقَبَّلَا

سورۂ سبا میں دو اور فاطر میں ایک یاء زائدہ ہے۔

سُوْرَۃُ یٰسٓ

اس کے سات شعروں میں کوئی اصلاح نہیں ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۷ کے بعد اضافہ کے طور پر (ش)

وَيٰسِيْنَ زِدْ فِيْهَا وَلَا يُنْقِذُوْنِ مَعْ لَتُرْدِيْنِ فِيْمَا نُوْقَ صَادٍ تَنَزَّلَا

یٰسٓ اور صٓفّٰت دونوں میں یاء زائدہ ایک ایک ہے۔

سُوْرَۃُ وَالصّٰٓفّٰت

اس کے آٹھ شعروں میں سے تین لئے گئے ہیں

۹۹۸/۶ (ق ج) دوسرے مصرع میں وَاِلْيَاسَ حَذْفُ الْهَمْزِ کے بجائے وَاِلْيَاسَ وَصْلُ الْهَمْزِ اس سے واضح ہو گیا کہ اِلْيَاسَ کے ہمزہ میں جو خلاف ہے وہ وصلیہ میں ہے اور وجہ یہ ہے کہ وصلی ہونے کی تقدیر پر حذف ہو جاتا ہے اور قطعی ہونے کی صورت میں باقی رہتا ہے۔ رہی ابتدا یعنی اعادہ کی صورت سو اس میں دونوں تقدیروں پر ثابت رہتا ہے اور اصل شعر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ابتدا کی صورت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی حذف و اثبات دونوں درست ہیں اور یہ واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔

۹۹۹ (ق) ۱ وَغَيْرُ صِحَابٍ تَرْفَعُهُ اللهُ کے بجائے وَغَيْرُ صِحَابٍ يَرْفَعُ اللهُ فرماتے ہیں کہ یہ لائق تھا اور وجہ نحوی ترکیب کی سہولت ہے۔

(ق) ۲ وَغَيْرُ صِحَابٍ کے بجائے وَنَصْبُ صِحَابٍ اس صورت میں ناظمؒ کی عادت کے موافق قراءۃ کی قید مذکور رمز کے لئے ہوجاتی اور اب غیر مذکور رمز کے لئے ہے۔

۱۰۰۰ (ق) دوسرا مصرع وَإِنِّي وَأَنِّي مَعْ تَجِدُونِي أَجْمِلَا اس میں تینوں یا آت ترتیب وار آگئیں۔

سُوْرَةُ صٓ

اس کے چار شعروں میں سے دو میں اصلاح کی گئی ہے

۱۰۰۱ (ق) پہلے مصرع میں شَاعَ خَالِصَةٍ أَضِفْ کے بجائے شَذَّ بِخَالِصَةٍ أَضِفْ اس میں خَالِصَةٍ اپنی باسمیت آجاتا اور یہ کہنے کی حاجت نہ رہتی کہ با کا حذف ضرورت کی بنا پر ہے۔

۱۰۰۲ (ق) پہلا مصرع وَرِیْ لِیْ وَعَدُوْنَ الْغَیْبُ حَقٌّ وَّقَاتَ دُمْ۔ کیونکہ اصل مصرع مقبوض ہے اور اصلاح شدہ تام و کامل ہے۔

سُوْرَةُ الزُّمَرِ

اس کے پانچ شعروں میں سے دو میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۱۰۰۶ (ق) ۱ دوسرا مصرع وَرَحْمَتِهٖ وَضُرِّهِ النَّصْبُ حُمِّلَا۔ ترکیب کے اعتبار سے سہل ہے اگرچہ مقبوض ہے۔

(ق) ۲ وَفِیْ ضُرِّهٖ مَعْ رَحْمَتِهٖ نَصْبُهُ حَلَا اس صورت میں دونوں لفظ ترتیب وار آجاتے ہیں۔

۱۰۰۹ (ق) لِلْكُوْفِ وَيَا إِنِّيْ مَعًا وَ أَرَادَنِيْ وَمَعْ يَا عِبَادِيْ تَأْمُرُوْنِيْ تَجَمَّلَا

اس میں پانچوں یا آت ترتیب وار آگئیں۔

۱ اضافہ (ش) فَبَشِّرْ عِبَادِيْ زَائِدٌ فِيْ نَظْمِ مِنَّا

مُضَافٌ لِلَّذِي التَّيْسِيْرِ وَالْكُلَّ قَدْ جَلَا

اس میں یاء زائدہ صرف ایک ہے اور وہ فَبَشِّرْ عِبَادِيْ میں ہے جو ناظمؒ کی رائے پر زائدہ اور تیسیر کی رو سے اضافت کی ہے اور ان میں سے ہر ایک نون کی وجہ ظاہر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ طول

اس کے پانچ شعروں میں سے دوؔ میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۱۰۱۲ (ق) وَتَنْوِيْنُ قَلْبٍ مِّنْ حَمِيْدٍ فَاَطْلِعْ ‌ ‌ ‌ بِرَفْعٍ سِوَى حَفْصٍ اَدْخِلُوْا الْغَزُّ صِلَا

اس میں قَلْبٍ اور فَاَطَّلِعَ ترتیب وار آگئے۔

۱۰۱۴ (ق) ذَرُوْنِيْ وَاِنِّيْ فِي الثَّلَاثِ وَبَعْدَهَا ‌ ‌ ‌ لَعَلِّيْ وَمَالِيْ اَمْرِيَ ادْعُوْنِيْ الْحُلَا

اس میں آٹھوں یاءات ترتیب وار آگئیں۔

۱۰۱ اضافہ (ش) وَيَا اتَّبِعُوْنِيْ اَحَدِكُمْ وَالتَّلَاقِ وَالتَّ

تَنَادِ ثَلَاثٌ فِي الزَّوَائِدِ تُجْتَلَا

اس میں یاءات زوائد تین ہیں۔

سورہ فُصِّلَت

اس کے تین شعروں میں سے صرف ایک لیا گیا ہے

۱۰۱۷ (ق) دوسرا مصرع مُضَافٌ وَرَبِّيْ الْخُلْفُ فِي الْفَتْحِ يُجْتَلَا اس سے واضح ہو گیا کہ رَبِّیْ کی یا میں جو قالون کے لئے خلاف ہے وہ فتحہ اور سکون میں ہے نہ کہ اثبات و حذف میں جیسا کہ نظم کے ظاہر سے وہم ہوتا ہے۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى وَالزُّخْرُفِ وَالدُّخَانِ

اس کے تیرہؔ شعروں میں سے چھؔ میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک بطور اضافہ ہے

۱۰۱۸ (ج) وَيُوْحِيْ بِهَا وَيَّاهُ دَانَ وَيَفْعَلُوْ ‌ ‌ ‌ نَ خَاطِبْ صِحَابًا يَّعْلَمَ ارْفَعْ كَلَا اِلٰى

اوروں کا يُوْحِيْ جو ہے مکی کے لئے اس کی یا صاوی (یعنی الف ہوائی) سے (بدلی ہوئی) ہے اور الف چونکہ ماقبل کے فتحہ کو مستلزم ہے اس لئے اس میں حا کے فتحہ کا ذکر بھی آگیا اور یا کی اضافت لفظ يُوْحِيْ کی طرف کرنے سے ضد متعین ہو گئی کہ وہ الف کے بجائے یا سے ہے نیز يَفْعَلُوْنَ کی قراءۃ غیر مذکور کے بجائے مذکور کے لئے ہو گئی اور يَعْلَمْ کی رمز بھی وصلی کے بجائے قطعی سے آ گئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۲۱/۴ (ج) وَيَنْشُؤُ ضَمُّ حَرِّكْ اشْدُدْ صِحَابُہٗ

عِبَادُ اُخْذُرًا النَّقْطَ امْدُدِ ارْفَعْہُ غَلْغَلَا

کیونکہ اصل شعر میں دو اشکال ہیں: ۱۔ يُنْشَؤُ میں تشدید والوں کے لئے نون کا فتحہ يُنَزِّلُ وغیرہ سے اور تخفیف والوں کے لئے سکون تلفظ سے نکلا ہے نہ یہ کہ دونوں اس سے نکلے ہیں کہ تخفیف کے لئے سکون اور تشدید کے لئے فتحہ لازم ہے کیونکہ یہ لزوم کلی اور مسلّم نہیں چنانچہ مفاعلہ اور تفاعل کے مضارع میں شین کی تخفیف کے باوجود بھی نون کا فتحہ ہے۔

۲۔ فِيْ عِنْدَ میں نون کے بجائے با سے عَبْدٌ پڑھ لینے سے بھی وزن درست رہتا ہے اور غَلْغَلَا جس کے معنی ہیں متّحد ہوگیا ہے اس سے یہ اشکال اور بھی پختہ ہوجاتا ہے کیونکہ معنیٰ کی رو سے عِبَادُ اور عَبْدٌ کا متّحد ہونا ظاہر ہے اگر فرق ہے تو صرف جمع اور توحید کا ہے اور اصلاح شدہ میں دونوں ہی اشکال متوجہ نہیں ہوتے کیونکہ تخفیف والوں کیلئے نون کا سکون تلفظ سے اور تشدید والوں کے لئے فتحہ لفظی اسکان کی ضد سے نکلا ہے اور دوسرے اشکال کے وارد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آخری مصرع کے معنی یہ ہیں کہ عِبَادُ جو ہے اس میں مذکور کے لئے نقطہ نیچے لگا دو پس نیچے کہنے سے مذکور کے لئے با اور مسکوت کے لئے نون نکل آیا کیونکہ نیچے کی ضد اوپر ہے اور نون کا نقطہ اوپر ہی کی جانب میں ہوتا ہے۔

۱۱۲۳/۴ (ج) وَقُلْ اَوَلَوْ مَاضٍ كَمَا عَادَ سَقْفَانِ اضْـ

ـمُمْ وَبِہٖ حَرِّكْہُ ذَكَرًا اَنْبَلَا

اس سے واضح ہوگیا کہ امر اور ماضی کا اختلاف اس قَالَ میں ہے جس کے بعد اَوَلَوْ ہے پس قَالَ مُتْرَفُوْهَا نکل گیا لیکن قاری رحؒ کے ارشاد پر اس اصلاح کی حاجت نہیں کیونکہ مُتْرَفُوْهَا والے میں اس اختلاف کی صلاحیت نہیں ہے پس اس کا مراد نہ ہونا واضح ہے۔

۱۱۲۶/۴ (ق) ءَ اٰلِهَتُنَا كُوْفٍ کے بجائے ءَ اٰلِهَةُ الْكُوْفِيْ اس صورت میں تا کا ضم حکائی ہوجاتا اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ اس کو ضرورت کے سبب تنوین سے لائے ہیں۔

۱۱۲۸/۱۱ (ج وش) وَفِيْ قِيْلِہٖ اكْسِرْ کے بجائے وَفِيْ قِيْلِہٖ اخْفِضْ اس میں اِكْسِرْ کے مکرر لانے سے بھی نجات ہوجاتی اور یہ بھی واضح ہوجاتا کہ جر لام پر آئے گا کیونکہ یہ اعرابی حرکت کا نام ہے جو آخری حرف پر آیا کرتی ہے اور کسرہ بنائی حرکات کے ناموں میں سے ہے جو بلا قید ہونے کے وقت کلمہ کے پہلے حرف کے ساتھ خاص ہوا کرتی ہے لیکن قاری رحؒ کے قول پر لام پر آنے کی تعیین بَعْدُ کے لفظ سے ہوگئی پس ابو شامہ کا یہ ارشاد برمحل نہیں کہ صحیح یہ تھا کہ اِخْفِضْ کہتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۲۹/۱۲ (ج) تحیّی عبادی یا اُولٰھا ربّ رفعہٗ علیٰ جرہٖ تامّل ولیعلٰی دنا عُلا

اس سے یہ واضح ہوگیا کہ جر ربّ کی با میں ہے نہ کہ السمٰوٰت کی تا میں کیونکہ اس میں تو اجماعاً جر ہے اور یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ اصل یہ ہے کہ حکم مضاف کے لئے ہوا کرتا ہے نہ کہ مضاف الیہ کے لئے اور نہ یہ کہنے کی ضرورت رہی کہ جر کے بجائے خفض کا استعمال کوفیین کے مذہب کی رو سے کیا ہے لیکن قاری کی رائے پر اس اصلاح میں ربّ کی تعیین نہیں ہوئی کہ آیا وہ پہلا ہے یا دوسرا یا تیسرا گو مطلق سے پہلا ہی مراد ہوا کرتا ہے۔

۱۰۳۲ اضافہ (ش) و واتّبعونی والجوار و ترجمو

ن فاعتزلون زائدات لذی العُلا

سورۂ شوریٰ اور زخرف میں ایک ایک اور دخان میں دو یائات زوائد ہیں۔

سُوْرَۃُ الشَّرِیْعَۃِ وَالْاَحْقَافِ

اس کے سات شعروں میں سے تین لئے گئے ہیں

۱۰۳۳/۳ (ش) پہلے مصرع میں وحُسنانِ الــ محسّن احسانا کے بجائے وحسنانِ الـ + لذی بعد احسانًا فرماتے ہیں کہ اصل شعر میں دو شبہ ہوتے ہیں: ۱ المحسن کا ہمزہ نافع کی رمز ہے۔ ۲ نافع اور کوفیین کے سوا باقی تین کی قرارت حسنًا ہے حا اور سین کے فتحہ سے ۱ کا جواب یہ ہے کہ قصیدہ میں اسم صریح کے ساتھ رمز کسی جگہ بھی واقع نہیں ہوئی اور یہاں کوفی اسم صریح ہے اور ۲ کا جواب یہ ہے کہ اس شبہ کی وجہ ظاہر نہیں۔

۱۰۳۵/۵ (ق) وقُل عن ھشام کے بجائے وقال ھشام کیونکہ عن سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ادغام خود ہشام ہی سے منقول ہے نہ کہ پورے شامی سے بھی۔

۱۰۳۶/۷ وفی یاء اوزعنی و یا تعدانِنی وانّی ولکنّی مضافاتُھا الوُلا

اس میں چاروں یا آت ترتیب وار آگئیں۔

سُوْرَۃُ مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم سے رحمٰن تک

اس کے چودہ[۱۴] شعروں میں سے سات میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک بطور اضافہ ہے

۱۰۳۹/۲ (ج) دوسرا مصرع وکسر وّیا الھادی و اُملی حصلا فرماتے ہیں کہ اس طرح کہنا عمدہ تھا کیونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے ابوعمرو کے لئے یا کا اور دوسروں کے لئے الف کا ہونا واضح طور پر معلوم ہو جاتا اور اب اصل شعر سے باقین کے لئے بھی یا ہی نکلتی ہے کیونکہ ناظمؒ نے صرف تحریک ہی کو بیان کیا ہے اور اس کی ضد یا کا سکون ہے اور قاریؒ کی رائے پر ظاہر تر یہ ہے کہ ابوعمرو کے لئے تو یا اور فتحہ دونوں تلفظ سے نکلتے ہیں اور باقین کے لئے الف اس کے نظائر یعنی یَرٰی فِرْعَوْنُ قصص ع اور لَقُضِیَ اَجَلُهُمْ یونس ع وغیرہ سے سمجھا جاتا ہے اور اگر اس طرح لکھتے تو مفید ہوتا۔

(ق) وَ اَمْلِیْ فَکَسْرُہٗ ثُمَّ حَرِّکْ حُصِّلَا کیونکہ اس صورت میں ابوعمرو کی قراءۃ قیود سے اور باقین کی تلفظ سے نکل آتی۔

١٠٤٢/١٤ (ق) وَفِیْ یُؤْمِنُوْا کے بجائے وَقُلْ یُؤْمِنُوْا واضح تھا۔

١٠٤٤/٢ (ق) دوسرا مصرع (صِفْہَا فَتْحٌ اِدْبَارَ ذَکَا) فَنُلْ (رِ) ضًا (حَـ) لَا فرماتے ہیں کہ یہ مناسب تر تھا کیونکہ فتحہ کے بیان کرنے سے یہ نکل آتا کہ اس میں کسرہ اصل ہے۔ چنانچہ طور والے میں کسرہ ہی پر اجماع ہے اور اصل شعر میں کسرہ کو بیان کیا ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ فتحہ اصل ہے۔

١٠٤٦/٩ (ق) پہلا مصرع وَ صَعِقَۃٌ اَقْصُرُ مُسْکِنَ الْکَسْرِ (رَ) اوِیًا اس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ قصر سے مراد صاد کے بعد والے الف کا حذف ہے اور مذکورہ کے لئے عین کے کسرہ کے بجائے سکون ہے اور یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ اس میں قصر کا حکم اس کی دوسری قراءۃ کے اعتبار سے ہے اور نہ یہ کہنے کی حاجت رہی کہ مسکوت کے لئے عین کا کسرہ بقرہ ع۶ نساء ع۲۲ کے اَلصّٰعِقَۃُ سے سمجھا گیا ہے جس میں اجماعاً کسرہ ہے۔

(ق وج وش) مُسْکِنَ الْعَیْنِ کے بجائے مُسْکِنَ الْکَسْرِ ضروری تھا تاکہ دوسروں کی قراءت معلوم ہو جاتی ورنہ اسکان کی ضد تو تحریک ہے جو فتحہ کی صورت میں متحقق ہوتی ہے۔

ایضاً (ج) دوسرے مصرع میں بِخَفْضِ الْمِیْمِ کے بجائے بِکَسْرِ الْمِیْمِ فرماتے ہیں کہ اس سے جدید فائدہ حاصل ہو جاتا اور قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے ضد میں فتحہ سمجھا جاتا حالانکہ وہ اعرابی حرکت ہونے کے سبب نصب ہے نیز اعرابی حرکت کے لئے بنائی حرکت کے القاب استعمال کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے ہاں توضیح کی غرض سے میم کی قید کے زیادہ کر دینے میں مضائقہ نہیں۔

١٠٤٧/١٠ (ق) وَاِنَّ افْتَحُوْا الْجُلَا کے بجائے وَاِنَّہٗ الْفَتْحَۃُ انْجَلَا فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر تھا کیونکہ ضمیر سے واضح ہو جاتا کہ اس سورت میں جو اِنَّ چار جگہ آیا ہے یہاں ان میں سے چوتھا مراد ہے۔ جعبریؒ فرماتے ہیں کہ یہاں اِنَّ کو بلا قید لائے ہیں اور اس سورت میں اِنَّ تین جگہ (بلکہ چار جگہ) آیا ہے اور ایسے موقع میں ناظمؒ کی عام اصطلاح کی رو سے پہلا مراد ہوا کرتا ہے اور چونکہ یہاں اِنَّ کو ضمیر کے بغیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائے ہیں اس لئے اشکال اور بھی قوی ہوگیا لیکن قاریؒ فرماتے ہیں کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ تو اس لئے نکل گیا کہ وہ وَاتَّبَعَتْهُمْ اور اَلَتْنَا سے پہلے ہے اور اِنَّا كُنَّا قَبْلُ میں بھی کسر متعین ہے کیونکہ وہ قَالُوْا کے بعد ہے پس اب اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ اور اِنَّهٗ هُوَ یہ دونوں باقی رہ گئے اور چونکہ ناظمؒ کا کلام رمز اور اشارہ کے طریق سے ہے اس لئے گویا انہوں نے اس پر اعتماد کیا ہے کہ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ میں تو اجماعاً کسرہ ہے اس بنا پر اختلاف کے لئے اِنَّهٗ هُوَ ہی متعین ہے اور راحقر کے خیال میں اس سے آسان جواب یہ ہے کہ یہاں ناظمؒ نے اِنَّ کہا ہے نہ کہ اِنَّا اس لئے دوسرا اور تیسرا تو خود ہی نکل گیا رہا پہلا سو وہ اس لئے نکل گیا کہ وہ اَلَتْنَا سے پہلے ہے اور اب چوتھے کا متعین ہونا ظاہر ہے۔

$\frac{۱۰۴۷ \text{ تا } ۱۰۴۹}{۱۰ \text{ تا } ۱۲}$ (ج) وَعَنْهُ وَاتَّبَعْنَا بِوَاتَّبَعَتْ وَكَسْـ

رُ لَامِ اَلَتْنَا (د) نْ وَّاَنَّ اِفْتَحُوْا اِلٰى

(ر) ضًى وَّالْمُسَيْطِرُوْنَ الشِّيْنُ (ل) سَانَ (ع) يْـ

بِ خُلْفٍ (ن) ذِيْ وَالصَّادُ كَالزَّايِ (ق) هُوِّلَا

بِخُلْفٍ (ض) غَا وَالضَّمُّ فِيْ يُصْعَقُوْنَ (ك) مْ

(ن) مَىْ وَهِشَامٌ ذَالَ كَذَّبَ ثَقَّلَا

فرماتے ہیں کہ اگر ان تینوں شعروں کو اس طرح کہتے تو عبارت بھی مہذب ہوجاتی اور قرآنی کلمات بھی ترتیب وار آجاتے اور قیود کی وضاحت بھی پوری طرح ہو جاتی۔

لیکن یہ بات واضح رہے کہ اس اصلاح میں بھی کئی جگہ سکتہ واقع ہے۔ اور زائد حروف بھی آرہے ہیں۔

$\frac{۱۰۴۸}{\text{الرحمٰن}}$ (ق) رِضًا يُصْعَقُوْنَ اضْمُمْهُ كَمْ نَصَّ وَالْمُسَيْ + طِرُوْنَ کے بجائے رِضًا يُصْعَقُوْنَ اضْمُمْ نَعَمْ كَمْ مُسَيْطِرُوْ + نَ سِيْنٌ اس میں لفظ سین سے خوب واضح ہو گیا کہ مذکور کی قراءۃ سین سے ہے اور یہ کہنے کی حاجت نہیں رہی کہ سین کی تعیین اگلے شعر کے وَصَادٌ كَزَايٍ سے ہوئی ہے اور اصل شعر میں اس تاویل کی حاجت اس لئے ہے کہ ناظمؒ نے سین کو کتابت سے ظاہر کیا ہے جس میں یہ بھی امکان ہے کہ کوئی صاد سے لکھدے اور اس صورت میں سین والوں کی قراءۃ صاد سے ہو جائے گی۔

www.KitaboSunnat.com

۱۵ اضافہ (ش) وَزِدْ نُذُرِيْ سِتًّا كَذَا الدَّاعِ فِيْهِمَا

لِقَالَتِ الْمُنَادِيْ مَعْ وَعِيْدِيْ مَعًا عُلَا

سورۂ قٓ میں تین اور قمر میں آٹھ یاءاتِ زوائد ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ

اس کے ساتؔ شعروں میں سے دوؔ لئے گئے ہیں

۱:۵۳/۲ (ق) وَافْتَحِ الضَّمَّ کے بجائے فَافْتَحِ الضَّمَّ واو کے بجائے فَا سے چونکہ فَا ترتیب کے لئے ہے اس لئے فَا فتحہ سے واضح ہو جاتا کہ ضمہ یا پہلے اور فتحہ دوسرا اور یہ کہنے کی حاجت نہ رہتی کہ یہاں ناظمؒ نے ترتیب کو اس لئے ضروری قرار دیا ہے کہ معاملہ برعکس ہو کر ضمہ اور فتحہ والی قراءۃ سکوت کیلئے اور فتحہ اور ضمہ والی مذکور کے لئے نہ بن جائے۔ کیونکہ واو کی وضع تو صرف جمع کے لئے ہے نہ کہ ترتیب کے لئے بھی۔

۱:۵۴/۲ (ق) ۱ بِخُلْفٍ تَفَرَّعُ الْيَآءُ کے بجائے بِخُلْفٍ يَا سَتَفْرُغُ اس میں کلمہ پورا آجاتا اور یہ کہنے کی حاجت نہ رہتی کہ سین کا حذف ان دوؔ وجوہ کی بنا پر ہے: ۱ شعر کا وزن درست رہے ۲ یا ملفوظ کا پہلا حرف بن جائے اور گو یہ بات ظاہر ہے کہ سین خلاف کا محل نہیں بن سکتا اس بنا پر خلاف کیلئے یا ہی متعین ہے لیکن اصل شعر میں یا کو پہلا حرف قرار دیدینے سے یہ بات واضح تر ہو گئی۔

(ق) ۲ جَلَا کے بجائے وَلَا یہ واضح تر ہے کیونکہ جیم میں رمز ہونے کا خفیف سا شبہ ہوتا ہے گو اس کا جواب بھی واضح ہے کہ اسم صریح کے ساتھ ہے اس لئے جیم کا رمز نہ ہونا متعین ہے۔

سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ وَالْحَدِیْدِ

اس کے چھؔ شعروں میں سے دوؔ لئے گئے ہیں

۱:۶۰/۲ (ق) وَشُرْبَ بِضَمٍّ (ا) ذُ (نَ) مَلَا فِيهَا وَقَدَّرْ الـ

خَفِيفُ (دَ) نَا اسْتِفْهَامُ إِنَّا (صَ) فَا وِلَا

اس میں شُرْبَ اور قَدَّرْنَا ترتیب وار آگئے اور کلام بھی مہذب ہو گیا۔

(ج) وَشُرْبَ بِضَمٍّ (فِ) ی (نَ) هِيدٍ اُمَّ قَدَّرَ الـ

مُخَفَّفُ (دِ) نْ اِسْتِفْهَامُ إِنَّا (صَ) فَا وِلَا

اس صورت میں ترتیب کے موافق شُرْبَ قَدَّرْنَا سے پہلے آجاتا اور یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی کہ وزن کے سبب قَدَّرْنَا کو شُرْبَ سے پہلے لائے ہیں۔

۱:۶۱/۲ (ق ج) بِمَوْقِعِ کے بجائے مَوَاقِعَ فرماتے ہیں کہ یہ اولیٰ تھا کیونکہ یہ تلفظ روایت کے موافق ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ سُوْرَةِ الْمُجَادِلَةِ اِلٰی سُوْرَةِ نٓ

اس کے تیرہ ۱۳ شعروں میں سے سات میں اصلاح کی گئی ہے اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے

۱۰۶۶/۲ (ق) وَفِي الْمَجْلِسِ امْدُدْ نُوْفَلَا وَّانْشُزُوْا مَعًا
فَضُمَّ لِكَسْرٍ عَمَّ صِفْ خُلْفُهُ عَلَا

اس میں دونوں کلمہ ترتیب وار آ گئے۔

۱۰۶۸/۱ (ق) عد وَلِلّٰهِ کے بجائے وَفِي اللّٰهِ یہ ظاہر تر تھا کیونکہ اس میں تقدیر کی حاجت نہ ہوتی۔

(ق) ۲ وَتَنْتَجِيْ لِشَامٍ شُدَّ انْصَارِ نُوْنُنَا
وَلِلّٰهِ زِدْ لَامًا (سَمَا) وَلَقَدْ حَلَا

اس میں تینوں کلمات ترتیب وار آ گئے۔

(ج) وَتَنْتَجِيْكُمْ شَدِّدْ كَفَى انْصَارِ نُوْنُوْا
وَلِلّٰهِ زِدْ لَامًا (سَمَا) وَلَقَدْ حَلَا

۱۰۷۲/۸ (ق) پہلے مصرع میں بِيَاءِ إِضَافَتِهِ کے بجائے بِيَاءَيْ إِضَافَتِهِ اس صورت میں وزن اور حل دونوں بالکل کامل ہو جاتے ہیں اور یہ کہنے کی حاجت نہ رہتی کہ بِيَاءِ کا تثنیہ کے بجائے واحد لانا كُلُّ وَاحِدٍ کے اعتبار سے ہے۔ اَيْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِيَاءِ إِضَافَتِهِ۔

۱۰۷۳/۹ و ۱۰۷۴/۱۰ (ج) لَوَ خِفْتُنِ اذْ اكُوْنَ وَاوُ تَجَزْمُهُ
بِنَصْبٍ حَلَا وَيَعْمَلُوْنَ صَفَا وَلَا
تُنَوِّنْ بِبَالِغٌ وَّبِالْخَفْضِ اَمْرُهُ

فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح کہتے تو اَكُوْنَ اور يَعْمَلُوْنَ تلاوت کی ترتیب کے موافق بھی آ جاتے اور منافقون اور طلاق میں تداخل (وَالتصال) بھی ہو جاتا۔

۱۰۷۶ و ۱۰۷۷/۱۲ و ۱۳ (ج) اٰمِنْتُمْ کو فَسُحْقًا سے پہلے اس لئے لائے ہیں کہ اس کا ذکر ایک مستقل اور پورے شعر میں آ جائے۔ ورنہ تلاوت کی ترتیب کے موافق شعر ۱۲ و ۱۳ کو اس طرح بھی لا سکتے تھے۔

فَسُحْقًا سُكُوْنًا ضُمَّ مَعْ غَيْبِ تَعْلَمُوْ
نَ مَنْ رُضْ وَ ءَامِنْتُمْ لِقُنْبُلِ نَ ابْدَلَا
لَدَى الْوَصْلِ الْاُوْلٰى الْوَاوَ وَافْتَحْ اُصُوْلَهَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُنَاكَ وَيَاءُ مَعِي وَاَهْلَكَنِي حَــلَا

اور دوسرا مصرع اس طرح بھی آسکتا تھا: هُنَاكَ وَاَهْلَكَنِي وَيَاءُ مَعِي انْجَـلَا

۱۰۷۷/۱۲ (ق) فَسُحْقًا سُكُونًا ضُمَّ فِي ثَانِ تَعْـــلَمُوْ

نَ سَمَا وَمَعِي بِالْيَا وَاَهْلَكَنِي انْجَلَا

یہ بنسبت اصل شعر کے واضح ہے کیونکہ اصل میں مَنْ ہے جس کے میم میں رمز ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

اضافہ ۱۷ (ش) نَذِيْرِيْ نَكِيْرِي الْمُلْكِ فِي الْفَجْرِ اَكْرَمَنْ

اَهَانَنِ بِالْوَادِيْ وَبَشِرِيْ تَكَمَّلَا

سورۂ ملک میں دو اور سورۂ فجر میں چار یاءات زوائد ہیں۔

مِنْ سُوْرَةِ نٓ اِلٰى سُوْرَةِ الْقِيَامَة

اس کے چودہ ۱۴ شعروں میں سے دس ۱۰ لئے گئے ہیں

۱۰۷۸/۱ (ق) ۱ پہلے مصرع میں وَضَمُّهُمْ فِي يَزْلِقُوْنَكَ کے بجائے وَضَمُّهُمْ يَا يَزْلِقُوْنَكَ اس سے واضح ہو جاتا کہ ضمہ اور فتحہ کا اختلاف یا میں ہے اور لام کے مراد ہونے کا وہم رفع ہو جاتا

(ق) ۲ دوسرے مصرع میں وَمَنْ قَبْلَهٗ کے بجائے وَفِي قَبْلَهٗ اس سے یہ بات متعین ہو گئی کہ کسرہ قاف میں اور تحریک با میں آئے گی اور یہ وہم بھی نہیں رہا کہ شاید کسرہ وَمَنْ کے میم پر ہو۔

۱۰۸۰/۳ (ق) دوسرے مصرع میں بِخُلْفٍ لَهٗ دَاعٍ کے بجائے بِخُلْفٍ لِذِيْ دَاعٍ اس سے یہ وہم بالکل رفع ہو گیا کہ یہاں لَهٗ کا لام ہشام کی رمز نہیں ہے اور ضمیر کی ھا مَقَالُهٗ کے میم والے ابن ذکوان کے لئے ہے۔

۱۰۸۰ و ۱۰۸۱/۳، ۴ (ج) شعر ۳ کے پہلے مصرع میں وَيَذَّكَّرُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ کے بجائے وَغَيْبُ تُؤْمِنُوْا تَذَّكَّرُوْنَ اور دوسرے مصرع میں وَلَعْرُجُ مُرَتِّلًا کے بجائے وَسَالَ غِنًى دَلَا۔

شعر ۴ بِهَمْزٍ وَهَادِيْ غَيْرُهُمْ عَنْهُ مُبْدِلًا

مِنَ الْوَاوِ اَوْيَاءٍ وَيَعْرُجُ مُرَتِّلًا

فرماتے ہیں کہ اس طرح کہتے تو چاروں کلمات ترتیب وار بھی آجاتے اور مطلب کی صراحت اور وضاحت بھی ہو جاتی۔

۱۰۸۲/۶ (ق) اِلٰى نُصُبٍ کے بجائے وَنُصُبٍ بِهٖ فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر تر تھا کیونکہ اس سے تلفظ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی قیود میں تغایر ہو جاتا اور تحصیلِ حاصل لازم نہ آتی۔

۱۰۸۶ تا ۱۰۸۸ / ۹ تا ۱۱ (ج) وَنَسْأَلُهُ يَاكُوتِ وَفِي لِبَدًا بِضَمِّ

مِ كَسْرٍ (لَـ)ـهُ خُلْفٌ وَفِي قَالَ قُلْ (فَـ)ـلَا

(دَ)ـمًا وَاتْلُ يَا رَبِّي مُضَافَتُهَا وَقُلْ

وِطَاءً بِكَسْرٍ ثُمَّ حَرِّكْ وَطَوِّلَا

(كَـ)ـمَا (حَـ)ـكَمُوا وَرَبُّ فِي خَفْضٍ رَفْعِهِ

(كَـ)ـرَائِمُ صُحْبَةٍ وَطَابَ تَقَبُّلَا

اس میں لِبَدًا اور قَالَ دونوں ترتیب وار آگئے اور مرمّل کی ابتداء بھی جن والے شعر کے درمیان سے ہوگئی۔ مثلاً لَازِمٌ کے بجائے لَائِحٌ کیونکہ لَازِمٌ اور بِخُلْفٍ میں ظاہر کی رو سے تناقض ہے اس بنا پر کہ لَازِمٌ سے تو یہ نکلتا ہے کہ اس میں ضمہ واجب ہے اور بِخُلْفٍ کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں کسرہ بھی درست ہے۔

۱۰۸۸ / ۱۱ (ش) فَاكْسِرُوهُ کے بجائے وَاكْسِرُوهُ واو سے کیونکہ فَا سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس میں خلاف کا محل صرف کسرہ ہے حالانکہ یہ اس کا ایک جزو ہے اس لئے کہ وِطَاءً میں کسرہ۔ فتحہ اور الف مدہ تین چیزیں ہیں اور واؤ کی صورت میں وَاكْسِرُوهُ کی قید کسرہ کی اہمیت بتلانے کے لئے ہے اور یہ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ بقرہ ع۱۲ اور وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ رحمٰن ع۳ کی طرح تعمیم کے بعد تخصیص کے باب سے ہے کیونکہ جس طرح ان دونوں موقعوں میں معطوف علیہ کے مصداق میں معطوف بھی شامل تھا اسی طرح یہاں بھی وِطَاءً کے تلفظ میں تینوں قیدیں آگئی تھیں اور اس تقدیر پر وَاكْسِرُوهُ کا تخصیص کے باب سے ہونا واضح ہے۔

(ش) وَوَطْأً كَضَرْبٍ قُلْ وِطَاءً كَمَا حَكَوْا۔ اس میں كَضَرْبٍ سے سکوت کے لئے واو کا فتحہ بھی نکل آتا اور اسی طرح باقی قیود بھی صراحۃً آجاتیں اور فَاكْسِرُوهُ کی فا اور واو میں جو بحث ہے وہ بھی ختم ہو جاتی لیکن قاریؒ کے قول پر یہ اصلاح برمحل نہیں کیونکہ اس میں مذکور کے لئے کسرہ کی قید فوت ہوگئی رہا سکوت کے لئے فتحہ سو وہ کسرہ کی ضد سے نکل آیا اور چونکہ کسرہ کو بلا قید لائے ہیں اس لئے نکل آیا کہ وہ اور اس کی ضد فتحہ دونوں کلمہ کے پہلے حرف یعنی واو پر آئیں گے۔

۱۰۸۹ تا ۱۰۹۰ / ۱۲ تا ۱۳ (ج) شعر ۱۲ وَثُلْثَيْ سُكُونُ الضَّمِّ لَاحَ وَنِصْفِهِ

وَثَا ثُلْثِهِ انْصِبْ فَطِلْ وَالرِّجْزَ فِي الْوِلَا

شعر ۱۲ کا پہلا مصرع لَدَى كَسْرِهِ ضَمٌّ لِحَفْصٍ إِذَا قُلِ اذْ فرماتے ہیں کہ اس سے تینوں کلمے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب وار بھی آجاتے اور سورۂ مُدَّثِّرْ کی ابتداء بھی شعر کے درمیان سے ہو جاتی۔

$\frac{1091}{12}$ (ق) خُلِّلَا کے بجائے جُلِّلَا جیم سے یا حا سے اولیٰ تھا کیونکہ اس میں تاسیس ہوتی جو تاکید سے اولیٰ ہے۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْقِيَامَةِ اِلٰى سُوْرَةِ النَّبَاِ

اس سات شعروں میں سے دو لئے گئے ہیں

$\frac{1092}{1}$ (ق) وَرَا بَرِقَ افْتَحْ اِذْ يُحِبُّوْنَ حَقَّهٗ

كَفٰى يَذَرُوْنَ وَاتْلُ يُمْنٰى عُلًا عَلَا

اس میں سب کلمات ترتیب وار آگئے۔

$\frac{1092}{1}$ و $\frac{1093}{2}$ (ج) اس میں تین مصرعوں کی اصلاح ہے۔

شعر ۱: وَرَا بَرِقَ افْتَحْ اِذْ يُحِبُّوْنَ حَقَّهٗ

كَفٰى يَذَرُوْنَ وَاتْلُ يُمْنٰى عُلًا سَلَا

شعر ۲ کا پہلا مصرع سِلًا نَّوِّلُوْهُ اِذْ رَدُّوْا صَرْفَهٗ لَنَا اس اصلاح میں یُحِبُّوْنَ اور یَذَرُوْنَ ترتیب وار آگئے اور قیامہ اور دہر میں اتّصال بھی ہو گیا لیکن اتنی بات ہے کہ سَلَاسِلَ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

سُوْرَۂ نبا تا علق

اس کے سولہ شعروں میں سے نو لئے گئے ہیں

$\frac{1100}{2}$ و $\frac{1101}{3}$ (ج) وَرَبُّ بِخَفْضِ الرَّفْعِ (ذ) الُ وَعَاصِمُ

وَشَامِ لَدَى الرَّحْمٰنِ نَخِرَةً امْطُلَا

لِصُحْبَتِهِمْ وَاَنْ تَزَكّٰى بِزَائِهٖ

وَصَادِ تَصَدّٰى بَعْدُ حِرْمِيُّهٗ اثْقُلَا

یعنی ذال (شامی اور کوفی) کے لئے رَبُّ با کے رفع کے بجائے جر سے ہے اور اس کے بعد اَلرَّحْمٰنُ کو شامی اور عاصم نے جر سے پڑھا ہے اور تو ان میں کے صحبہ کے لئے نَخِرَةً نَزِعٰت ۱۱ کے نون کے فتحہ کو ضرور دراز کر دے تاکہ اس کے بعد الف پیدا ہو جائے اور اَنْ تَزَكّٰى

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَزِعَت ع جو ہے اس کی زا میں اور اس کے بعد تَصَدّٰی عبس کے صاد میں حرمی نے تشدید واقع کیا ہے فرماتے ہیں کہ اس طرح کہتے تو ان کا مقصد بھی پورا ہو جاتا (کیونکہ لفظ خفض سے تعیین ہو جاتی کہ یہ جر رَبِّ کی با پر آئے گا) اور لفظِ ثانی سے جو صرف تَصَدّٰی میں تشدید کا وہم ہوتا ہے۔ وہ بھی رفع ہو جاتا اور اصل شعر میں یہ کمی ہے کہ اس میں با کی قید اس لئے بڑھائی ہے کہ اَلسَّمٰوٰتِ کی تا میں جر کے جاری ہونے کا وہم نہ ہو لیکن تصحیف سے با کے بجائے تا کا لکھا جانا بھی ممکن ہے اور اس صورت میں مقصد کا پورا نہ ہونا ظاہر ہے نیز ثانی سے جو وہم ہوتا ہے وہ بھی بدستور موجود ہے۔

$\frac{1101}{3}$ (ق) وَفِيْ + تَزَكّٰى کے بجائے وَ اَنْ + تَزَكّٰى اس میں اَنْ کی قید سے واضح ہو گیا کہ اس سے مراد اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى (نٰزِعٰت ع) ہے نہ کہ يَزَّكّٰى (عبس) اور يَتَزَكّٰى (لیل) کیونکہ ان دونوں میں سے اوّل میں اجماعاً تشدید ہے اور ثانی میں بالاجماع تخفیف ہے۔ پس اختلاف نٰزِعٰت والے ہی میں ہے۔

$\frac{1102 و 1103}{4 و 5}$ (ج) ۴ دوسرا مصرع وَ اَنَا بِفَتْحٍ ثَابِتٌ وَّ فَتَى الْعَلَا۔

شعر ۵ پہلا مصرع دَمَتْ يَخِفُّ مُجَرَّتْ لِقَلُ نُشِرَتْ اس تقدیر پر عبس اور تکویر دونوں مرتبط اور متصل ہو جاتیں۔

$\frac{1104 تا 1107}{6 تا 9}$ (ج) وَضَادُ ضَنِيْنٍ ظَا (رِ) ضًى (حَقُّهٗ) وَخِفْ

فَ عَدَّلَ كُوْفٍ يَوْمُ لَا (حَقٌّ) (رَ) حَلَا

لِتَاءِ خِتٰمُهٗ وَلَا الْفَتْحُ رَاشِدًا

وَفِيْ فَكِهِيْنَ الْقَصْرُ عَالٍ وَّثُقِّلَا

يُصَلّٰى بِضَمٍّ عَمَّ دَانَ وَ تَرْكَبُنَّ

نَ بَاءٌ بِضَمٍّ نَلْ حَيَا عَمَّ وَ الْقُلَا

اس میں بھی یہ کمی ہے کہ يُصَلّٰى میں کسائی کی رمز نہیں ہے۔

۹ لِرَفْعِ مَجِيْدِ الْجَرُّ شَفْعًا وَّ خَفْضَهٗ

بِمَحْفُوْظٍ اخْصُصْهُ وَقَدِّرْ رُتِّلَا

فرماتے ہیں کہ اس میں سب کلمات بھی ترتیب وار آ جاتے اور سورتوں میں اتّصال پیدا ہو کر کلام بھی مہذب ہو جاتا۔

$\frac{1106}{8}$ (ق) يُصَلّٰى کے بجائے وَيَصْلٰى اولیٰ تھا تاکہ لفظ اور قیود میں تغایر ہو کر تحصیلِ حاصل سے نجات مل جاتی اور اس میں واو تلاوت کا ہے اور حاصل کی حاجت نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ش) يُصَلّى بِيَصْلَى عَمَّ دُمْ رُمْ وَ تَرْكُبَنْ
تَ بِالغَيْمِ قَبْلَ الَّذِيْنِ حَزْهَمْ نُهَلَّلَا

کیونکہ اصل شعر میں دو شبہ ہیں: ۱ یَصْلٰی میں یہ نہیں بتایا کہ صاد پر فتحہ ہے یا سکون۔ ۲ لَتَرْكَبُنَّ میں با کو تک سے ممتاز نہیں کیا حالانکہ اس میں تا اور با دو حرف ہیں اور دونوں ہی میں ضمہ کی صلاحیت ہے۔

۱۱۱۲/۳ (ق) پہلا مصرع یُعَذِّبُ وَ یُوْثِقُ فَتْحُ عَيْنَيْهِمَا رَسَا اس سے متعین ہو گیا کہ فتحہ اور کسرہ کا اختلاف ذال اور ثا میں ہے نہ کہ دونوں فعلوں کے پہلے حرف یعنی یا میں جیسا کہ ناظم کی عام اصطلاح سے شبہ ہوتا ہے۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْعَلَقِ اِلٰی اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ

اس کے چھ شعروں میں سے دو میں اصلاح کی گئی ہے

۱۱۱۵/۱ بطور اضافہ (شیخ ابو الحسن سخاوی)

وَنَحْنُ اَخَذْنَا قَصْرَهٗ عَنْ شُيُوْخِنَا
بِنَصٍّ صَحِيْحٍ صَحَّ عَنْهُ تَجَمُّلَا
وَمَنْ تَرَكَ الْمَرْوِيَّ مِنْ بَعْدِ صِحَّةٍ
فَقَدْ زَلَّ فِيْ رَأْيٍ تَرَاءَى مُتَخَيِّلَا

ان دونوں شعروں میں ان کا رد ہے جو قنبل کے لئے رَاٰهُ کے قصر کو ضعیف اور غلط بتاتے ہیں۔

۱۱۱۹/۵ (ق) فِی الْكَافِرِيْنَ کے بجائے فِی الْكَافِرُوْنَ فرماتے ہیں کہ حکائی اعراب سے لانا اولیٰ تھا۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ

اس کے تیرہ شعروں میں سے تین لئے گئے ہیں

۱۱۲۹/۹ (ج) فَاقْطَعْ کے بجائے فَاسْكُتْ فرماتے ہیں کہ یہ خوب تر ہوتا کیونکہ قطع تو وقف و وصل دونوں کو شامل ہے اور یہاں وصل کی حالت کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ ہاں اگر یہ مراد لے لیں کہ یہاں دونوں ہی حالتوں کے احکام کا ذکر ہے تو پھر عام ہو جائے گا انتہیٰ۔ لیکن چونکہ مکی سکتہ والوں میں سے نہیں ہیں اس لئے فَاقْطَعْ کے بجائے فَاسْكُتْ کہنا مناسب نہیں تھا کیونکہ اس سے یہ وہم ہو جاتا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سکتہ والوں میں سے ہیں اور اسی لئے ذیل کی اصلاح اولیٰ ہے۔

(ق) فَاقْطَعْ دُوْنَہٗ کے بجائے قِفْ مَادُوْنَہٗ کیونکہ فَاقْطَعْ سے قراءۃ کے بالکل ختم کردینے کے معنیٰ کا وہم ہوتا ہے چنانچہ قطع اکثر اسی معنیٰ میں مستعمل ہے اور فامْسُکْتْ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ کُل سکتہ والوں میں سے ہیں اور قِفْ مَادُوْنَہٗ بے غبار ہے۔

۱۱۳۱/۱۱ (ق) وَلَا تَصِلَنْ کے بجائے وَلَا تُشْبِعَنْ اس سے خوب واضح ہوگیا کہ ضمیر کی اُس ھا میں صلہ ناجائز ہے جو سورۃ کے آخر میں ہو کیونکہ اس کے تکبیر کے ساتھ ملنے سے اجتماعِ ساکنین ہوجاتا ہے پس یہ مراد نہیں کہ جب سورۃ کے آخر میں ضمیر کی ھا ہو تو تکبیر کے ساتھ اس کا وصل منع ہے جیسا کہ نظم کے ظاہر سے وہم ہوتا ہے

(ج) عَلٰی اِعْرَابِہٖ کے بجائے عَلٰی تَحْرِیْکِہٖ کیونکہ تحریک اعرابی اور بنائی دونوں طرح کی حرکتوں کو شامل ہے اور اعرابی حرکت سے صرف ایک ہی کے مراد ہونے کا وہم ہوتا ہے۔

۱۱۳۲/۱۲ (ج) اَکْبَرُ وَ قَبْلَہٗ کے بجائے اَکْبَرُ قَبْلَہٗ فرماتے ہیں کہ اگر وَقَبْلَہٗ میں سے واو کو حذف کردیتے تو اَکْبَرُ کو اس کی اعرابی حرکت رفع سے بھی لاسکتے تھے۔

بَابُ مَخَارِجِ الْحُرُوْفِ

اس کے چالیس[۴۰] شعروں میں سے تین[۳] لئے گئے ہیں

۱۱۳۵/۲ (ق) صَلِیْلِ الزُّیُفِ کے بجائے صَلِیْلِ النَّقْدِ تاکہ کھوٹے اور کھرے دونوں قسم کے سکوں کو شامل ہوجائے کیونکہ آواز کے اور بجانے کے ذریعہ جس طرح کھوٹے کے کھوٹ کا پتہ چلتا ہے اسی طرح کھرے سکّہ کا کھراپن بھی معلوم ہوجاتا ہے۔

۱۱۵۵/۲۲ (ق) وَمُطْبَقَۃٌ صَادٌ وَطَا وَاِنْ اُعْجِمَا

وَ تَظْ خُصَّ ضَغْطٍ سَبْعُ اَحْرُفِ الِاعْتِلَا

اس صورت میں اطباق اور استعلاء کا ذکر شعر ۱۹ کی ترتیب کے موافق ہوجاتا کیونکہ اس میں پہلے انفتاح کا ذکر تھا پھر استفال کا اس لئے ضدوں میں بھی یہی ترتیب مناسب رہتی۔ گو یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہاں ناظمؒ کے پیش نظر یہ ہے کہ عام (استعلاء) کا ذکر خاص (اطباق) سے پہلے آجائے۔

۱۱۶۶/۳۳ (ق) وَقُلْ تَرْحَمِ الرَّحْمٰنُ کُلَّ فَتًی یَحُوْ
نُ لِلْحِلْمِ وَ الْاِصْلَاحِ وَ الْعَفْوِ مُعْتَلِیَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اصل شعر میں حَیّاً وَّ مَیِّتاً ہے جس میں یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ اَلرَّحْمٰن سے حال ہو
اور اس صورت میں فاسد اور نامناسب معنی نکلتے ہیں۔

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ
الْاَمِیْنِ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ
وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی بِمَنِّکَ
وَفَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِیْنَ ۝

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین
عُمْدَۃُ الْمَبَانِیْ

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
١	خطبہ واصطلاحات	١
٢	دیباچہ اس کے چورانوے اشعار میں سے بیس میں اصلاح کی گئی ہے۔	٢
٣	رموز اصطلاحات کے بارے میں ابوشامہ کے دس اصلاحی اشعار جو نہایت جامع ہیں	٣ سطر١١
٤	بَابُ الْبَسْمَلَۃِ اس کے آٹھ اشعار میں سے تین لئے ہیں	٦
٥	سُوْرَۃُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ اس کے آٹھ میں سے پانچ لئے ہیں	٧
٦	بَابُ الْاِدْغَامِ الْکَبِیْرِ اس کے سولہ میں سے چھ لئے ہیں۔	٨
٧	بَابُ اِدْغَامِ الْحَرْفَیْنِ الْمُتَقَارِبَیْنِ اس کے چھبیس میں سے سات لئے ہیں	٩
٨	بَابُ ھَاءِ الْکِنَایَۃِ اس کے دس میں سے چار لئے ہیں	١١
٩	بَابُ الْمَدِّ وَالْقَصْرِ اس کے پندرہ میں سے چھ لئے ہیں	١١
١٠	بَابُ الْھَمْزَتَیْنِ مِنْ کَلِمَۃٍ اس کے انیس میں سے گیارہ لئے ہیں	١٣
١١	بَابُ الْھَمْزِ الْمُفْرَدِ اس کے بارہ میں سے ایک لیا ہے	١٥
١٢	بَابُ نَقْلِ حَرَکَۃِ الْھَمْزَۃِ اِلَی السَّاکِنِ قَبْلَھَا اس کے نو میں سے دو لئے ہیں	″
١٣	بَابُ وَقْفِ حَمْزَۃَ وَھِشَامٍ عَلَی الْھَمْزِ اس کے بیس میں سے نو لئے ہیں	١٦
١٤	بَابُ الْاِظْھَارِ وَالْاِدْغَامِ اس کے چاروں ہی میں اصلاح کی گئی ہے	١٧
١٥	ذِکْرُ لَامِ ھَلْ وَبَلْ اس کے چار میں سے ایک لیا ہے۔	١٨
١٦	بَابُ اتِّفَاقِھِمْ فِیْ اِدْغَامِ اِذْ وَقَدْ اس کے تین میں سے دو لئے ہیں	١٩
١٧	ذِکْرُ حُرُوْفٍ قَرُبَتْ مَخَارِجُھَا اس کے نو میں سے چار لئے ہیں	″

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۸	بَابُ اَحْکَامِ النُّوْنِ السَّاکِنَۃِ وَالتَّنْوِیْنِ اس کے پانچ میں سے ایک لیا ہے	۲۰
۱۹	بَابُ الْفَتْحِ وَالْاِمَالَۃِ وَبَیْنَ اللَّفْظَیْنِ اس کے اڑتالیس ۴۸ میں سے چوبیس ۲۴ لئے ہیں	۲۱
۲۰	بَابُ مَذْھَبِ الْکِسَائِیِّ فِیْ اِمَالَۃِ ھَاءِ التَّانِیْثِ اس کے چار ۴ میں سے دو ۲ لئے ہیں	۲۷
۲۱	بَابُ مَذَاھِبِھِمْ فِی الرَّاءَاتِ اس کے سولہ ۱۶ میں سے چار ۴ لئے ہیں	۲۸
۲۲	بَابُ اللَّامَاتِ اس کے چھ ۶ میں سے چار ۴ لئے ہیں	۳۰
۲۳	بَابُ الْوَقْفِ عَلٰی اَوَاخِرِ الْکَلِمِ اس کے گیارہ ۱۱ میں سے چار ۴ لئے ہیں	〃
۲۴	بَابُ الْوَقْفِ عَلٰی مَرْسُوْمِ الْخَطِّ اس کے گیارہ ۱۱ میں سے ایک لیا ہے	۳۲
۲۵	بَابُ مَذَاھِبِھِمْ فِیْ یَاءَاتِ الْاِضَافَۃِ اس کے تینتیس ۳۳ میں سے سات ۷ لئے ہیں	〃
۲۶	بَابُ یَاءَاتِ الزَّوَائِدِ اس کے پچیس ۲۵ میں سے چار ۴ لئے ہیں	۳۳
۲۷	بَابُ فَرْشِ الْحُرُوْفِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ اس کے ایک سو ایک ۱۰۱ میں سے چالیس ۴۰ لئے ہیں اور آخری ایک اضافہ کے طور پر ہے وَعَدْنَا کے بارے میں طویل بحث۔	۳۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۸	یُنَزِّلُ کے باب کے تین اشعار اور ان کی اصلاحات پر طویل کلام	۳۷ سطر ۱۹
۲۹	شعر ۳۲ کی اصلاحات اور دو ۲ یا تین قراءتوں کے لئے ایک ہی رمز کے کافی ہونے کا بیان۔	۳۹ سطر ۴
۳۰	شعر ۲۷ کے دوسرے مصرع کی تین اصلاحیں۔	۴۴ سطر ۹
۳۱	سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرَانَ اس کے اکتالیس ۴۱ میں سے پچیس ۲۵ لئے ہیں اور آخر میں ایک اضافہ کے طور پر ہے۔	۴۷
۳۲	شعر ۵ اَلْمَیْتَۃُ کا محل معین کرنے کے لئے قیدوں کا اضافہ۔	۴۷ سطر ۱۹
۳۳	اس بات کا بیان کہ اصل شعر سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ حفص کے لئے مُتُّم کے باب میں میم کا ضمہ ہے یا کسرہ۔	۵۳ سطر ۲
۳۴	سُوْرَۃُ النِّسَاءِ اس کے ستائیس ۲۷ میں سے گیارہ ۱۱ لئے ہیں۔	۵۵
۳۵	اِضْرِبْ زَیْدَانِ الرَّاکِبَ اور اِضْرِبْ زَیْدًا رَّاکِبًا کا فرق۔	۵۷ سطر ۲۹
۳۶	سُوْرَۃُ الْمَائِدَۃِ اس کے اٹھارہ ۱۸ میں سے پانچ لئے ہیں اور ایک بطور اضافہ کے ہے۔	۵۸
۳۷	اس شبہ کا جواب کہ اصل شعر عُبُوْدًا منصوب کو شامل نہیں۔	۵۹ سطر ۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۸	سُوْرَۃُ الْاَنْعَام اس کے انچاس ۴۹ میں سے تیئس ۲۳ لئے ہیں اور ایک اضافہ کے طور پر ہے۔	۵۹
۳۹	اس شبہ کا جواب کہ شعر ۱ کے ذکرُوا سے یہ نکلتا ہے کہ وَلِتَسْتَبِیْنَ میں نافع کے لئے بھی تاء تانیث کی ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں۔	۶۰ سطر ۱۵
۴۰	شعر ۳۰ تا ۳۲ کی اصلاحات	۶۲ سطر ۱۱
۴۱	سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف اس کے تینتیس ۳۳ میں سے سترہ ۱۷ لئے ہیں اور ایک اضافہ کے طور پر ہے اور سب سے پہلے شعر ۲ و ۳ کی اصلاحات ہیں۔	۶۴
۴۲	شعر ۸ و ۹ کی اصلاحات اور اس بارے میں طویل کلام۔	۶۵ سطر ۱۹
۴۳	شعر ۱۳ کی اصلاحات	۶۷ سطر ۶
۴۴	شعر ۲۲ و ۲۳ کی اصلاحات	۶۹ سطر ۵ – ۷۰
۴۵	سُوْرَۃُ الْاَنْفَال اس کے گیارہ ۱۱ میں سے دو ۲ لئے ہیں۔	
۴۶	سُوْرَۃُ توبہ اس کے تیرہ ۱۳ میں سے سات ۷ لئے ہیں شعر ۱ کی اصلاحات	۷۱
۴۷	سُوْرَۃُ یونس علیہ السلام اس کے سترہ ۱۷ میں سے نو ۹ لئے ہیں شعر ۵ کی اصلاحات	۷۲
۴۸	شعر ۶ کی اصلاحات	۷۳ سطر ۱۸
۴۹	شعر ۱۱	۷۴ سطر ۱۲
۵۰	سُوْرَۃُ ھود علیہ السلام اس کے سترہ ۱۷ میں سے آٹھ ۸ لئے ہیں اور ایک اضافہ کے طور پر ہے۔	۷۶
۵۱	سُوْرَۃُ یوسف علیہ السلام اس کے پندرہ ۱۵ میں سے پانچ لئے ہیں شعر ۱ کی اصلاحات	۷۸
۵۲	شعر ۸ اور ۱۱ کی اصلاحات	۷۸ سطر ۱۲
۵۳	سُوْرَۃُ رعد اس کے دس ۱۰ میں سے سات ۷ لئے ہیں۔	۸۰
۵۴	شعر ۳ تا ۸ ان چھ اشعار کی اصلاحات جو استفہام مکرر کے بیان میں ہیں اور ان پر طویل بحث	۸۰ سطر ۱۲
۵۵	سُوْرَۃُ ابراھیم علیہ السلام اس کے پانچ میں سے تین لئے ہیں۔	۸۴
۵۶	سُوْرَۃُ الحجر اس کے چھ ۶ میں سے تین لئے ہیں	۸۵
۵۷	سُوْرَۃُ نحل اس کے آٹھ میں سے ایک لیا ہے	۸۶
۵۸	سورۃ الاسراء اس کے چودہ ۱۴ میں سے چار لئے ہیں	۸۶
۵۹	سُوْرَۃُ الکہف اس کے تیس ۳۰ میں سے دس لئے ہیں۔	۸۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۰	سورۃ مریم علیہا السلام اس کے گیارہ میں سے چار لئے ہیں۔	۸۹
۶۱	سورۃ طٰہٰ علیہ السلام اس کے سولہ میں سے چھ لئے ہیں۔	۹۰
۶۲	سورۃ الانبیاء علیہم السلام اس کے چھ میں سے چار لئے ہیں۔	۹۱
۶۳	سورۃ الحج اس کے دس میں سے دو لئے ہیں	۹۲
۶۴	سورۃ المؤمنون اس کے نو میں سے چار لئے ہیں	۹۲
۶۵	سورۃ النور اس کے آٹھ میں سے تین لئے ہیں	۹۳
۶۶	سورۃ الفرقان اس کے سات میں سے تین لئے ہیں	۹۴
۶۷	شعر ۲ اور ۳ کی اصلاحات	۹۴ سطر ۱۰
۶۸	سورۃ الشعراء اس کے پانچ میں سے ایک لیا ہے	۹۵
۶۹	سورۃ النمل اس کے تیرہ میں سے چار لئے ہیں	
۷۰	سورۃ القصص اس کے سات میں سے چار لئے ہیں۔	۹۶
۷۱	سورۃ العنکبوت اس کے چھ میں سے ایک لیا ہے۔	۹۷
۷۲	سورۃ الروم تا سورۃ السبا اس کے سترہ میں سے آٹھ لئے ہیں۔	۹۷
۷۳	سورۃ سبا و فاطر اس کے گیارہ میں سے چھ لئے ہیں	۹۹
۷۴	سورۃ یٰسین اس میں صرف ایک کا اضافہ ہے	۱۰۰
۷۵	سورۃ والصّٰفّٰت اس کے آٹھ میں سے تین لئے ہیں۔	۱۰۰
۷۶	سورۃ ص اس کے چار میں سے دو لئے ہیں	۱۰۱
۷۷	سورۃ الزمر اس کے پانچ میں سے دو لئے ہیں	۱۰۱
۷۸	سورۃ الطول اس کے پانچ میں سے دو لئے ہیں	۱۰۲
۷۹	سورۃ فصلت اس کے تین میں سے ایک لیا ہے	۱۰۲
۸۰	سورۃ الشوریٰ والزخرف والدخان اس کے تیرہ میں سے چھ لئے ہیں	۱۰۲
۸۱	شعر ۲ و ۳ کی اصلاحات	۱۰۳ سطر
۸۲	سورۃ الشریعۃ والاحقاف اس کے سات میں سے تین لئے ہیں۔	۱۰۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۸۳	سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم سے رحمٰن تک اس کے چودہ ۱۴ میں سے سات ۷ لئے ہیں	۱۰۴
۸۴	شعر ۱ تا ۱۲ کی اصلاحات	۱۰۵ سطر
۸۵	سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ	۱۰۷
۸۶	سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ وَالْحَدِیْدِ اس کے چھ ۶ میں سے دو ۲ لئے ہیں	۱۰۷
۸۷	وَمِنْ سُوْرَۃِ الْمُجَادِلَۃِ اِلٰی سُوْرَۃِ نٓ اس کے تیرہ ۱۳ میں سے سات ۷ لئے ہیں۔	۱۰۸
۸۸	وَمِنْ سُوْرَۃِ نٓ اِلٰی سُوْرَۃِ الْقِیٰمَۃِ اس کے چودہ ۱۴ میں سے دس ۱۰ لئے ہیں۔	۱۰۹
۸۹	شعر ۹ تا ۱۱ کی اصلاحات	۱۱۰ سطر
۹۰	وَمِنْ سُوْرَۃِ الْقِیٰمَۃِ اِلٰی سُوْرَۃِ النَّبَاِ اس کے سات ۷ میں سے دو ۲ لئے ہیں۔	۱۱۱
۹۱	سُوْرَۃُ نبا تا علق اس کے سولہ ۱۶ میں سے نو ۹ لئے ہیں	۱۱۱
۹۲	شعر ۸ یُصَلّٰی کی اصلاحات	۱۱۲ سطر
۹۳	وَمِنْ سُوْرَۃِ الْعَلَقِ اِلٰی اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ اس کے چھ ۶ میں سے دو ۲ لئے ہیں	۱۱۳
۹۴	بَابُ التَّکْبِیْرِ اس کے تیرہ ۱۳ میں سے تین ۳ لئے ہیں	۱۱۴
۹۵	بَابُ مَخَارِجِ الْحُرُوْفِ اس کے چالیس ۴۰ میں سے تین ۳ لئے ہیں	۱۱۴

16904

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ